افکار محب

طبعزاد

مولوی محب حسین صاحب معلم نسون

سنہ ۱۳۴۴ ہجری

در مطبع چشتیہ پریس چھتہ بازار طبع گر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

زمانے کی ناقدردانیوں اور آنکھوں کی نابینائی سے یہ مصمم ارادہ دلمیں ٹھہرا
کہ اب کوئی تصنیف پبلک کے سامنے پیش نہ کرونگا اور اپنے وقت کو یاد الہیٰ
قیمتی شغل میں گزاردونگا۔ مگر ارادہ و اللہ غالب ہوتا ہے پھر میں کیونکر اپنے ارادہ
میں مستقل رہتا۔ اسی اثنا میں نواب بہادر یار جنگ بہادر سے ملاقات ہوئی اور انھیں
دیوان کا مسودہ دکھایا۔ نواب صاحب ممدوح نے کلام کو پسند کیا اور فرمایا کہ اس سے قوم و ملک
بہت فائدے پہونچینگے لہٰذا اس حکم دوستانہ کی تعمیل مجھ پر فرض تھی اور میں نے المامور معذور
مقولہ پر عمل کیا۔ اور نواب صاحب نے اخراجات طبع کا بار اپنے ذمہ لیا۔ اس لئے قوم و ملک کو
فائدے اس کتاب سے حاصل ہونگے۔ انکا شکریہ صاحب ممدوح کے لئے ہوگا۔ خاتمہ کا
اتنا لکھنا ضرور ہے کہ ملک ابھی اعلیٰ خیالات کے لئے تیار نہیں اور ہندوستان میں ہر قیمتی تصنیف
پیدا ہوتے ہی کتاب خانوں کے گورستان میں دفن ہو جاتی ہے۔ جیسے ہزاروں
پیدا ہوتے ہی دایا کی غفلت اور ماں کے دودھ نہ پلانے سے ملک عدم کو واپس ہو جاتے
ان بچوں کی نہ تو قبروں کا نشان ملتا ہے اور نہ ان پر درود و سلام بھیجا جاتا
یہی حال اس زمانے کے مصنفین کا ہے کہ وہ انتہائی درجہ کی کس مپرسی میں
ہوتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ راقم خادم ملک

محب حسین

قصیدہ در مدح عالی جناب نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم سررشتہ جنگلات

یک میرے ممدوح کی تسبیح سے دنگ
حمد بیحد سے مخاطب ہیں یہاں حامد جنگ

نفس سے لڑاتے ہیں لڑائی ہر دم
تیغ لا اور الا اللہ کی لیکر وہ اننگ

ہستی کے سوا سب کو سمجھتے ہیں عدم
فی الحقیقت وہ ہیں دریائے حقیقت کے نہنگ

ولت حق کا ہے وہ رعب جبین سے ظاہر
دیکھکر شکل دبکتے ہیں بیاباں میں پلنگ

رِ میداں ہیں وہ توحید کے شبل حیدر
ایک ہی وار میں کرتے ہیں دوئی کو چورنگ

ل چرخ لرزتا ہے وہ ہے رعب داب
دبتے ہیں شیر ژیاں دیکھکے صورت وہ دبنگ

ولت وجاہ میں ہے فقر و ورع کی خواہش
نوجوانی میں ہے تحصیل بزرگی کی امنگ

ن اخلاق سے کر لیتے ہیں دشمن کو بھی رام
کام دیتے نہیں کچھ ان کو شمشیر و خدنگ

قیت بینی و تدبیر میں ہیں فرد فرید
صلح میں تیز روی اور لڑائی میں درنگ

ۂ ارض تو کیا ساتوں فلک کو چھانے
دل میں پیدا ہوا گر سیر و سیاحت کی ترنگ

دیروان کے ہے وہ فلسفی احول چشم
اسطرح جیسے کہ بجتا ہے کوئی پی کر کھنگ

ہ توکل وہ تجرد وہ بھروسہ حق پر
دشت پر ہول میں جاتے ہیں کئی سال نہ سنگ

سن اخلاق سے در پہ ہے یہ خلقت کا ہجوم
شمع پر جیسے کہ اطراف سے گرتے ہیں پتنگ

با سخاوت ہے کہ جس میں نہیں فرق ملت
بے تعصب ہے وہ دل جیسے کہ آب بیرنگ

یہ ذرہ ہو کبھی شر کی تو برسوں تاخیر
خیر کے کرنے میں کرتے نہیں دم بھر بھی درنگ

یصہ کون و مکاں ارض و سما دشت و جبل
وسعت ہمت عالی کے مقابل ہیں ہے تنگ

س رخ دیکھ کے افلاک پہ کہتے ہیں ملک
بڑھ گئی چرخ چہارم سے بھی کیا ارض تلنگ

ذہ عجب شان عمارت ہے کہ دیکھی نہ سنی
وہ چھپر کھٹ وہ مسہری وہ تپائی وہ پلنگ

فخر و شیخی سے مبرا ہے طبیعت ایسی ۔ عار شہرت سے ہے اور نام سے ہے ان کو ننگ

نہ حسد اور نہ عداوت نہ کسی سے کینہ ۔ آئینہ دل کا ہے وہ صاف نہیں نام کو زنگ

اس امیری پہ فقیری کا بھی چسکا ہے عجب ۔ کلبۂ فقر پہ قربان ہے تاج و اورنگ

ظاہرا ٹھاٹھ امیری کے فقیری اندر ۔ رکھتے ہیں سب پہ قدم چوم کے درویش ملنگ

دین و دنیا کے وہ رکھتا ہے مساوی پلے ۔ دن کو ہے کار جہان شب کو وظائف کی ترنگ

خنگ گردون کی بھی کیا اصل ہے اس کے آگے ۔ کہکشاں ان کے ہے رہوار فلک سیر کا تنگ

راتدن مختلف ابوان میں گھوڑے جوڑے ۔ گاہے شکی ہے سواری میں کبھی اسپ سرنگ

ان کے گھوڑے سے بڑھیں دوڑ میں کیا انکی مجال ۔ باد و برق و شہ خورشید فلک سیر میں لنگ

کوہ بھی اڑ کے ذرا دیر میں ٹکڑے ہو جائے ۔ مہر و الفت کی لگاتے ہیں دلوں میں وہ سرنگ

نظر مہر جو پڑ جائے کسی پر اون کی ۔ سنگ پارس ہو ذرا دیر میں وہ پارۂ سنگ

صید گہ میں جو کبھی جاتے ہیں وہ بہر شکار ۔ سر کے بل دوڑتے آتے ہیں خود آہو و کلنگ

علم و عرفان کی اشاعت میں محبت دی جو مدد
تو دکن میں بھی بہا فیض کا ایک دوسرا گنگ

رباعیات

بتقریب دورۂ جناب نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات سرکار عالی بمقام نیکنڈہ ضلع ورنگل

ہیں حامد یار جنگ ناظم بن کے — طوبیٰ کی طرح پیڑ کھڑے ہیں تن کے
نیکنڈہ ہے بیکنٹھ قدم سے اونچے — اور تیرہ سو چونتیس ہیں فصلی سن کے

ایضاً

وہ رعب ہے انکا کہ لرزتے ہیں پلنگ — وہ عدل ہے انکا کہ عدالت بھی ہو دنگ
کیونکر نہ عجب رشک چمن ہو جنگل — ہیں ناظم صحرائے دکن حامد جنگ

در مدح حمیدالنساء خانم دختر نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات ملک سرکار عالی

پشتوں سے شجاعت کی ہیں رکن اعظم — لیتے ہیں بہادر بھی اب وجد کے قدم
مردوں سے فن جنگ میں بہتر ہے یہ زن — ہے فخر دکن آج حمیدہ خانم

ایضاً

گر آج یہاں خولہ ازور ہوتی — خود داد شجاعت حمیدہ دیتی
کیونکر نہ کرے شیر نیستاں کو شکار — سر افسر ملک کی بہادر بیوی

بتقریب بارہویں شریف بمقام نسیم میٹھ سنہ ۱۳۴۳ ف اثنائے دورہ جناب نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات ملک سرکار عالی

ہیں حامد یار جنگ دورہ پہ یہاں — اور ساتھ ہیں بیگم بھی معہ فرزنداں
سن تیرہ سو تینتالیس یہ ہیں اتنی عجب — کیا بارہویں کی فاتحہ کا ہے سماں

ایضاً

بریانی ہے شیر کم ز شہد میٹھ — مشغوف ہیں جنگل کے قلی بھی اور سیٹھ
کیوں نہ خوش ہوں اس نذر سے غوث اعظمؓ — کھاتی ہے غریبوں نے اسے بھر کے پیٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

زمانے کی ناقدردانیوں اور آنکھوں کی نابینائی سے یہ مصمم ارادہ دلمیں ٹھہ
کہ اب کوئی تصنیف پبلک کے سامنے پیش نہ کرونگا اور اپنے وقت کو یادِ الہی
قیمتی شغل میں گزار دونگا۔ مگر ارادۂ اللہ غالب ہوتا ہے پھر میں کیونکر اپنے اراد
میں مستقل رہتا۔ اس اثنا میں نواب صاحب میار جنگ بہادر سے ملاقات ہوئی اور انھو
دیوان کا مسودہ دیکھا یا۔ نواب صاحب ممدوح نے کلام کو پسند کیا اور فرمایا کہ اس سے قوم و ملک
بہت فائدے پہونچینگے ساتھ اس حکم دوستانہ کی تعمیل مجھپر فرض تھی اور میں نے المامور معذ
مقولہ پر عمل کیا۔ اور نواب صاحب نے اخراجات طبع کا بار اپنے ذمہ لیا۔ اس لئے قوم و ملک کو
فائدے اس کتاب سے حاصل ہونگے۔ انکا شکریہ صاحب ممدوح کے لئے ہوگا۔ خاتمہ
اتنا لکھنا ضرور ہے کہ ملک ابھی اعلےٰ خیالات کے لئے تیار نہیں اور ہندوستان میں ہر قیمتی تصن
پیدا ہوتے ہی کتاب خانوں کے گورستان میں دفن ہو جاتی ہے۔ جیسے ہزار دن
پیدا ہوتے ہی دایا کی غفلت اور ماں کے دودھ نہ پلانے سے ملک عدم کو واپس ہوتے
ان بچوں کی نہ تو قبروں کا نشان ملتا ہے اور نہ ان پر درود و سلام بھیجا جا
یہی حال اس زمانے کے مصنفین کا ہے کہ وہ انتہائی درجہ کی کس مپرسی میں
ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ منا قسم خادم ملک

محب حسین

قصیدہ در مدح عالی جناب نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم سررشتہ جنگلات

…ہلا یک میرے ممدوح کی تسبیح سے دنگ
حمد بیحد سے مخاطب ہیں یہاں حامد جنگ

…ا نفس سے لڑتے ہیں لڑائی ہر دم
تیغ لا اور الا اللہ کی لیکر وہ تفنگ

…یک ہستی کے سوا سب کو سمجھتے ہیں عدم
فی الحقیقت وہ ہیں دریائے حقیقت کے نہنگ

…صولت حق کا ہے وہ رعب جبین سے ظاہر
دیکھکر شکل دبکتے ہیں بیاباں میں پلنگ

…رد میداں ہیں وہ توحید کے مثل حیدر
ایک ہی وار میں کرتے ہیں دوئی کو چورنگ

…ل مریخ لرزتا ہے وہ ہے رعب و داب
دبتے ہیں شیر ژیاں دیکھکے صورت وہ دبنگ

…ولت و جاہ میں ہے فقر و ورع کی خواہش
نوجوانی میں ہے تحصیل بزرگی کی امنگ

…سن اخلاق سے کر لیتے ہیں دشمن کو بھی رام
کام دیتے نہیں کچھ ان کو یہ شمشیر و خدنگ

…اقبت بینی و تدبیر میں ہیں فرد و فرید
صلح میں تیزروی اور لڑائی میں درنگ

…رۂ ارض تو کیا ساتوں فلک کو چھانے
دل میں پیدا ہوا گر سیر و سیاحت کی ترنگ

…دیروان کے ہے وہ فلسفی احول چشم
اسطرح جیسے کہ بکتا ہے کوئی پی کر بھنگ

…ہ توکل وہ تجرد وہ بھروسہ حق پر
دشت پر ہول میں جاتے ہیں کوئی ساتھ نہ سنگ

…سن اخلاق سے در پہ ہے یہ خلقت کا ہجوم
شمع پر جیسے کہ اطراف سے گرتے ہیں پتنگ

…یا سخاوت ہے کہ جس میں نہیں فرق ملت
بے تعصب ہے وہ دل جیسے کہ آب بیرنگ

…ضرورة ہو کبھی شر کی تو برسوں تاخیر
خیر کے کرنے میں کرتے نہیں دم بھر بھی درنگ

…صہ کون و مکاں ارض و سما دشت و جبل
وسعت ہمت عالی کے مقابل میں ہے تنگ

…سن رخ دیکھ کے افلاک یہ کہتے ہیں ملک
بڑھ گئی چرخ چہارم سے بھی کیا ارض تلنگ

…ھ عجب شان عمارت ہے کہ دیکھی نہ سنی
وہ چپرکھٹ وہ مسہری وہ تپائی وہ پلنگ

فخر و شیخی سے مبرا ہے طبیعت ایسی ؛ عار شہرت سے ہے اور نام سے ہے اونگ

نہ حسد اور نہ عداوت نہ کسی سے کینہ ؛ آئینہ دل کا ہے وہ صاف نہیں نام کو زنگ

اس امیری پہ فقیری کا بھی چسکا ہے عجب ؛ کلبۂ فخر پہ قربان ہے تاج و اورنگ

ظاہر اٹھاٹھ امیری کے فقیری اندر ؛ رکھتے ہیں سر پہ قدم چوم کے درویش ملنگ

دین و دنیا کے وہ رکھتا ہے ساوی پلے ؛ دن کو ہے کار جہان شب کو وظائف کی ترنگ

خنگ گردون کی بھی کیا اصل ہے اس کے آگے ؛ کہکشان آن کے ہے رہوار فلک سیر کا تنگ

راتدن مختلف ابوان میں گھوڑے جو رہے ؛ گاہ ہے مشکی ہے سواری میں کبھی اسپ سمند

ان کے گھوڑے سے بڑھیں دوڑ میں کیا انکی بلا ؛ باد برق وش خورشید فلک سیر میں لنگ

کوہ چلیں اڑ کے ذرا دیر میں ٹکڑے ہو جائے ؛ مہر و الفت کی لگاتے ہیں دلوں میں وہ سرنگ

نظر مہر جو پڑ جائے کسی پر ان کی ؛ سنگ پارس ہو ذرا دیر میں وہ پارۂ سنگ

صید گہ میں جو کبھی جاتے ہیں وہ بہر شکار ؛ بہر کے بل دوڑتے آتے ہیں خود آہو دنگ

علم عرفان کی اشاعت میں محبت ہی جو مدد
تو دکھت میں بھی بہا فیض کا ایک عمر اکنگ

رباعیات

بتقریب دورہ جناب نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات سرکار عالی بمقام نیکنڈہ ضلع ورنگل

ہیں حامد یار جنگ ناظم بن کے — ملتوی کیطرح پیڑ کھڑے ہیں تن کے
نیکنڈہ ہے بیکنٹھ قدم سے اونکے — اور تیرہ سو چونتیس ہیں فصلی سن کے

ایضاً

وہ رعب ہے انکا کہ لرزتے ہیں پلنگ — وہ عدل ہے انکا کہ عدالت بھی ہے دنگ
کیونکر نہ عجب رشک چمن ہو جنگل — ہیں ناظم صحرائے دکن حامد جنگ

در مدح حمیدۃ النساء خانم دختر نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات ملک سرکار عالی

پشتوں سے شجاعت کی ہیں رکن اعظم — لیتے ہیں بہادر بھی اب وجد کے قدم
مردوں سے فن جنگ میں بہتر ہے یہ زن — ہے فخر دکن آج حمیدہ خانم

ایضاً

گر آج یہاں خولہ ازور ہوتی — خود داد شجاعت حمیدہ دیتی
کیونکر نہ کرے شیر نیستان کو شکار — سر افسر ملک کی بہادر پوتی

بتقریب یازدہم شریف بمقام نرسمپیٹھ سنہ ۱۳۴۳ف بأثنائے دورہ جناب نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات ملک سرکار عالی

ہیں حامد یار جنگ دورہ پہ یہاں — اور ساتھ ہیں بیگم بھی معہ فرزنداں
سن تیرہ سو چوالیس یہ ہیں تین عجب — کیا یازدہم کی فاتحہ کا ہے سماں

ایضاً

بریانی سے ہے شیر کم نرسمپیٹھ — دیکھو ہیں جنگل کے قلی بھی اور سیٹھ
کیوں خوش نہوں اس نذر سے غوث اعظمؒ — کھائی ہے غریبوں نے اسے بھر کے پیٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

جدھر دیکھو ادھر منہ ہے سما سے تا سمک تیرا
وہ نابینا ہے جو دیکھے نہ چہرہ مردمک تیرا

تجھے غائب سمجھتے ہیں نہیں ہے نور آنکھوں میں
ظہور حسن دائم ہے زمیں سے تا فلک تیرا

فقط اللہ واقف تھا حقیقت سے تری آدم
بھلا کیا جانتے خود مرتبہ جن و ملک تیرا

شجر ہی سے نہ کیوں انی انا الحق کی صدا آئی
کلام ہر لسان دہر ہے لا ریب و شک تیرا

نہیں تیرے سوا عالم میں کوئی ظاہر و باطن
پتہ پایا نہ کوران جہاں نے آج تک تیرا

ممیز کون ہے تیرا کہ عقل فلسفی ڈھونڈے
نہ جنس و فصل تیری ہے نہ کوئی مشترک تیرا

فضیلت راہزن ہی کچھ نہ مینڈ ولِ عنایت تھے
بہت میں ہو گیا ہے فضل جنبر یک بیک تیرا

یہ شیرینی ہے حسن و عشق میں تیرے ہی فیضان کی
مزہ دیتے نہیں جب تک نہ ہو ان میں نمک تیرا

بغیر آنکھیں آتی نہیں اہل بصارت کی
نہ دیکھے جلوۂ انوار جب تک مردمک تیرا

تری نیرنگیاں ہم دیکھتے ہیں چشم ظاہر سے
جہاں ہے آئینہ خانہ زمیں سے تا فلک تیرا

ترے رتبہ کو سمجھے وہ محب جو غرق الفت ہو
یہ حوریں ہیں کنیزیں اور دربان ہیں ملک تیرا

ہیں محمد جسم و جانِ کبریا — صاحبِ لولاک، شانِ کبریا
باطن انکا حق ہے ظاہر انکا خلق — شکلِ آدم میں ہے جانِ کبریا
فرش و گنبد روضۂ اقدس کا وہ — ہے زمین و آسمانِ کبریا
ما رمیت اذ رمیت گفت حق — ان کا نیزہ ہے نشانِ کبریا
سجدہ گاہ عالم ملک و ملک — در ہے ان کا آستانِ کبریا
ایک ہی ہیں اصل میں کیا فرق ہے — جانِ احمد اور جانِ کبریا
کیوں نہ ہم دیکھیں انھیں ہر شان میں — کل یوم جب ہے شانِ کبریا
روضۂ اقدس کی بھی کیا شان ہے — ہے مکان و لامکانِ کبریا
غیر حق جو انکو سمجھیں غیر ہیں — ہیں موحد خاندانِ کبریا

ہے محبت میں محب کچھ تو مزا
عشق ہے جب جسم و جانِ کبریا

یہ بزم تری ہے جام تیرا — ہے پیر مغاں غلام تیرا
اللہ و خدا ہے اسمِ اعظم — ہر نام صنم ہے نام تیرا
عالم کی ہزاروں منزلیں ہیں — اک جا نہیں کچھ قیام تیرا
سنتا ہوں میں گوشِ دل سے ہر دم — بے صوت و صدا کلام تیرا
کچھ دیر و حرم نہیں ہے مخصوص — ہر فرش ترا ہے بام تیرا
گر اپنی غرض کی دوستی ہے — ہے بانگ گدا سلام تیرا
ہر تارِ نفس سے ہے تار برقی — ہر خطرۂ دل پیام تیرا
اے عشق خدا بچائے تجھ سے — ہے شاہ و گدا غلام تیرا
رکھا سرِ نفس پر قدم جب — جنت میں ہے پھر تو گام تیرا
تو ہی ہے کلیم اور سامع — ہر صوت و سخن کلام تیرا

تو ہی تو ہے جانِ جملہ عالم — ہر شئے کا ہے اسم نام تیرا
تیرے ہی تو مختلف ہیں اسمار — جاری ہے زبان پہ نام تیرا
رحمت میں ہیں غرق ارض و افلاک — ہے رحم و کرم جو عام تیرا
ہوتے ہیں تجھی کو رنج و راحت — ہر دل میں جو ہے مقام تیرا

بے رنج کے کیا ملے محبّ گنج
یہ تو ہے خیال خام تیرا

مسجد میں خدا جدا نہ کرنا — ہاں سجدۂ بت قضا نہ کرنا
مرنا نہیں عشق میں ہے جینا — اس درد کی کچھ دوا نہ کرنا
برتاؤ خدا کی خلق کے ساتھ — اچھا کرنا برا نہ کرنا
ہے شرم و حیا خدا سے لازم — کرنا بندوں سے یا نہ کرنا
پایا درِ یار خاک ہو کر — اس در سے جدا جبیں نہ کرنا
ہم میں بھی ہے قوتِ تحمل — تم وار کبھی خطا نہ کرنا
دشمن پر بھی اپنے وقت قابو — کرنا ہی کرم جفا نہ کرنا
منظور ہے گر فنا ہے مطلق — اللہ سے بھی دعا نہ کرنا
سہنا بخوشی ہزار تکلیف — یاروں کو مگر خفا نہ کرنا
یہ رسم قدیم ہے بتوں کی — دل لے کے کبھی وفا نہ کرنا

الفت میں محبّ ہے لاکھ کلفت
خود آرزوئے بلا نہ کرنا

زاہد نے جناں کا خواب دیکھا — مستوں نے اسے حجاب دیکھا
جب آتشِ عشق میں جلے ہم — دوزخ کا نہ پھر عذاب دیکھا
کیا اس نے جہاں کے خیر دیکھے — جس نے نہ ترا شباب دیکھا

ہے ایک بنائے جملہ اعداد — کثرت کا نہ کچھ حساب دیکھا
حاسد کو مثال مار و کژدم — کھاتے ہوئے پیچ و تاب دیکھا
ہیں ذات و صفات اس کے دائم — دنیا کو مگر سراب دیکھا
پیری سے خدا کے دوستوں کا — جاتے نہ کبھی شباب دیکھا
اٹھا جو دوئی کا دل سے پردہ — ذرہ میں بھی آفتاب دیکھا
فرقت میں کٹی جو عمر ساری — دوزخ میں بے جلے عذاب دیکھا
یہ عشق ہے ایک راہ سیدھی — ہر راہ میں پیچ و تاب دیکھا
سمجھے کہ سقر ہے غرق رحمت — جب برق کو زیر آب دیکھا
ثابت ہوا بے مثال ہے وہ — ہر شے کو جو لاجواب دیکھا
دیکھی نہ کبھی خرابی دل — سو بار یہ تن خراب دیکھا
مرنے پہ کھلا کہ ہم نے جی کر — دنیا کا عجیب خواب دیکھا
جز وہم دوئی کے اور کس نے — دریا سے الگ حباب دیکھا

تب آئی سمجھ میں پختہ کاری
جب دل کو محب کباب دیکھا

شمع پہ گر کے کھلا حال جو جل جانیکا — عین کیا حق یقین علم ہے پروانہ کا
داغ حسرت ہیں ہمیشہ ترو تازہ ہیں — اس گلستاں کو نہیں خوف ہی مرجھانیکا
جا کے کیا کیجئے گا بیت حرم میں کیا ہے — راستہ لیجئے سیدھا ہے وہ بتخانہ کا
مے پئے جا کہ غم دھر سے ہو جائے نجات — دور گردوں میں عجب دور ہے پیمانہ کا
دیکھئے خود کو میں جو خلق کے آئینہ میں — بار اٹھاتے ہیں وہی خویش کا بیگانہ کا
دل مچل جائے جو دنیا پہ تو کر عشق صنم — حیلہ یہ خوب ہے اس طفل کے بہلانیکا
تیرے عشاق ہیں سب ہر دو جہاں سے آزاد — نہ خیال انکو ہے جینے کا نہ مرجانیکا

کچھ بھی اسرارِ حقیقت کی نہیں جنکو خبر
ڈر نہیں گو تو جہنم میں ہے گر جائیگا

عشق دیتا ہے اسے اسکو جو ہے سودائے خدا
ایک ہی حال ہے ہشیار کا دیوانیکا

بستیاں بسکے اجڑ جاتی ہیں ہر روز یہاں
حالِ عبرت سے ذرا دیکھ تو ویرانیکا

بیج سے پیڑ ہوا پیڑ سے پھر بیج ہوا
ہے یہی سلسلہ آنیکا یہاں جانیکا

اپنے ہی وہم سے لڑتا ہے کبھی ملتا ہے
کچھ عجب حال ہے اس عقل کے دیوانیکا

بت پرستی ہی سے ہوتا ہے خدا کا دیدار
شیخ کرتا ہے طواف آگے جو بتخانیکا

بعد مرنیکے ہیں سب از دوئی باہر
دفن ہوتے ہی کھلا بھید ہر اک دانیکا

کچھ چھپانے بھی اسرارِ حقیقت نہ چھپے
نام بد نام انا الحق سے ہے دیوانیکا

شرک کو چھوڑ کہ اس وہم دوئی سے ہرگز
حق کی جانب تو کبھی راہ نہیں پائیگا

وہ جو الفت کے مزے سہنے اور اپنے بڑے سچے
شیخ جنت میں بھی حوروں سے نہیں پائیگا

ہے یہ سماں بہار کا لطف ہے لالہ زار کا
وقت وصالِ یار کا مستی پائیدار

ایسی ہی شاخ میں یہاں خار بھی گل بھی ہیں عیاں
مرتبہ ایک ہے کہاں رنگ گل کا خار

حرص و غضب کو چھوڑ دے پنجۂ نفس موڑ دے
زہر کا دانت توڑ دے ڈر نہیں پھر تو مار

عشق کی وہ شراب ہے جس سے دل آفتاب ہے
مست نہیں خراب ہے نام نہیں خمار

جتنے مراقبات ہیں راہِ ترقیات ہیں
نقد معاملات ہیں نام نہیں ادھار

وہم کو سمجھ کہ ہے وہ کیا بال کسی کی زلف کا
سب کے تنوں میں ہے بندھا سلسلہ ایک تار

سینہ سپر تھا جو شب رکھتے تھے سر پہ جسکو سب
صبح کو ہے زمیں پہ اب حال تو دیکھ یار

روز سزا ہے اور جزا درد میں کوئی مبتلا
گھر ہے کہیں بہشت سا دن ہے یہی شمار

جسکی خودی ہوئی فنا اوس کو ملی یہاں بقا
چرخ نہم سے بڑھ گیا مرتبہ اس چمار

روزِ الست یاد کر ذات احد پہ ہی نظر
اپنی خودی سے درگذر وقت یہی ہے کار

…جہاں میں ہے یہاں گاہ چنیں گہے چناں   حال ہے بادۂ برق ساں   خاطر بیقرار کا
…انے میں گو جدا جدا ایک ہی پھل ہیں ایک جا   یہ ہیں عیانِ ثابتہ   دیکھ ثمرِ انار کا
…یر و حرم سے در گذر دلکو بنا خدا کا گھر   ذکر اوسی کا ورد کر   وقت ہے وصلِ یار کا
…ل میں خدا کو یاد کر روک بدن کے پنج در   بچ عدو سے ہو نہ سر   ایک بھی پھر حصار کا

دل ہی محبؔ خدا کا گھر دیر و حرم سے خوبتر
گرد طواف اسی کے کر حج ہے یہی کبار کا

…نہ تھا احد بیار احد اسے جدا کہا اسکو خدا تو برا ہوا   مری دل نے یہ جوش جنوں نہیں کہا کوئی دوسرا اس کے سوا ہوا
…ہیں سمجھا ذرا بھی عدو کے بشر کہ خدا تو ہے اصل اور جہاں ہے شجر   کئے مکر و فریب ہزار مگر کوئی عبد خدا سے جدا ہوا
…ہوی مرتے ہی ظلمت قہر عیاں تھا نور کا جسمیں ذرا بھی نشان   کٹی عمر گناہوں ہیں مفت یہاں مگر آئینہ دل کا صفا ہوا
…ہے اپنی خودی میں حجاب یہ پھر ہوی جو آمیں عمر عزیز بسر   کہا ہوئے آگے یہ وقت سحر کوئی فرض خدا کا ادا ہوا
…یا دل سے سمجھے خودی کو مٹا اسے اپنے میں آپ ملا ہے خدا   رہا اسکا وجود نہ اس کی جفا ہوی مورد جرم و خطا ہوا
…معنی غور سے کی جو جہاں نہ نظر ہوی ہم کو فریب نظر کی خبر   رہا پھر تو نظیر میں نہ خیر نہ شر ہوا دھیر میں وہ بڑا ہوا
…ہوی عمر نماز و دعا میں بسر کئے دیر و حرم کے طواف مگر   ہوا عشق کا دل پہ ذرا نہ اثر جو خودی مٹی تو خدا ہوا
…ہیں حسیت حق ہے کوئی بھی جدا کوئی اس کی نظر میں نہ بھلا   کئی لاکھ گناہ ہزار خطا کسی ایک سے وہ تو خفا ہوا
…ہیں پہنے خیال پر اپنا اثر نہیں آج کی کل کی کسکو خبر   ہوی رنج میں عمر اسی کی بسر وہ جو قائل حکم قضا ہوا
…ہی نور کی پھیر لگی کہنے کو بغیر زباں سے کلام چلی   ہوی بات میرا ہنسے کوئی نہ کمی جو یہ سر ہوا یہ گلا ہوا
…رکے کر وہ فریب دغا میں تیری چال میں لاکھوں ہیں فتنہ و شر   کئے قول قرار ہزار مگر کوئی ایک بھی عہد وفا ہوا
…ری تیر نگہ نے خدا کی قسم کئے قتل بہت آہوی حرم   ہوا پار کلیجہ کے تیر ستم کوئی ایک نشانہ خطا ہوا
…تھا قابل وصل حسین میں اگر مرے حال پہ ہوتی کرم کی نظر   گئے رات کو آپ تیغ کے گھر مجھے بوسہ یا کبھی عطا ہوا

ہوی عشق میں عمر محبؔ جو بسر رہا جسم کا ہوش نہ جان کی خبر
رہی رخ پہ اسی کے ہماری نظر کبھی شغل نماز و دعا ہوا

خیال خام ہے سیر میں یہ خود نمائی کا — خودی کو چھوڑ تو مالک ہے تو خدائی کا

خدا کی سمت کہو کس طرح ہو قلب رجوع — یہاں خیال ہے ہر شخص کو خدائی کا

خدا و خلق جدا کب ہیں بات ہے اتنی — کہ وہم پڑ گیا ہے خلق کو جدائی کا

مطابقت نہیں کچھ قول و فعل میں باہم — زباں سے کرتے ہیں دعوی وہ آشنائی کا

ہزار رنگ سے آتا ہے سامنے وہ شوخ — غضب کا شوق ہے پردہ میں خود نمائی کا

خدا نے دی ہے جوانی تو ہو گلو پہ نثار — یہی تو وقت ہے کچھ قسمت آزمائی کا

کمال عشق یہی ہے کہ زشت و خوب ہو ایک — اثر نہ دل پہ ہو تیرے کسی برائی کا

محال ہے عمل خیر رائیگاں ہو کبھی — ثمر برا نہیں دیکھا کبھی بھلائی کا

غلط یہی تھا وفا کی تھی دہر سے جو امید — گلا نہیں ہے ہمیں اس سے بیوفائی کا

جنوں نہیں ہے کہ دنیا کی سمت ہوں مائل — یقیں ہے اس زن بدخو کی بے وفائی کا

پھرا نہ ٹھوکریں کھاتا میں دربدر صد شکر — ہوا جو شوق ترے در کی جبہہ سائی کا

محب سمجھ نہیں سکتا ہے عشق کو وہ کبھی
مزہ نہ چکھا ہو جس نے کہ آشنائی کا

کل کا مالک جو یار ہے میرا — سب پہ پھر اقتدار ہے میرا

زیست میں نیستی سے کام رہا — بے نشانی مزار ہے میرا

جس کو کہتے ہیں مہر روز جزا — وہ بھی ادنی شرار ہے میرا

نفس کج رو ہے رہنمائے طریق — راستہ پیچدار ہے میرا

جب سے چھوڑی ہے غیریت میں نے — جس کو دیکھو وہ یار ہے میرا

کشش عشق ہر دو جانب ہے — ان کو بھی انتظار ہے میرا

اپنے دل پر نہیں ہے جب قابو — کیسے پھر اختیار ہے میرا

ما سوا سے نہیں مجھے مطلب — لا الہ شعار ہے میرا

شغلِ مے اور خدمتِ ساقی   بس یہی روزگار ہے میرا
اختلافِ خواص و لعنِ عوام   اک یہی اشتہار ہے میرا
خاکساری کا دیکھئے یہ عروج   آسماں پر غبار ہے میرا

کی محبت عجب جو دنیا سے
غم سے سینہ فگار ہے میرا

پیشِ نظر ہے دلبر والشمس والضحیٰ   ہر شئے ہے مہرِ انور والشمس والضحیٰ
ہے آفتابِ وحدت پرتو فگن دل و نظر   روشن ہیں جسم کے گھر والشمس والضحیٰ
رخسار مہرِ تاباں چینِ جبیں شعاعیں   قطرے عرق کے اختر والشمس والضحیٰ
دندان و لب ہیں تیرے ای ماہرو تجلی ہیں   الماس و لعل و گوہر والشمس والضحیٰ
جلوے دکھا رہی ہیں سنگ و شجر میں تیرے   آتش شرار و اخگر والشمس والضحیٰ
تیرا ہی تو ہی چہرہ آنکھیں ہیں جس سے خیرہ   خورشید روزِ محشر والشمس والضحیٰ
جب آفتابِ وحدت چمکا تو پھر یہ کثرت   ہے شبنمِ گلِ تر والشمس والضحیٰ
ہے کثرتِ تجلی دیدار رخ سے مانع   خیرہ ہے دیدۂ سر والشمس والضحیٰ
چمکا جو سینۂ دل میں وہ آفتابِ وحدت   دیکھا جہاں کو اندر والشمس والضحیٰ
آتے نظر ہیں اندر خورشید ماہ و اختر   کھلتے ہیں دل کے جب در والشمس والضحیٰ
پڑھ کل من علیہا فان کہ یار کا رخ   پردے سے اب ہے باہر والشمس والضحیٰ
وہ خواب میں جو آئے سمجھا ہے روزِ محشر   آیا ہے مہر سر پر والشمس والضحیٰ
صورت جو اس کی دیکھی قرآں پکار اٹھا   سورت یہی ہے ازبر والشمس والضحیٰ
گرتے ہی برقِ وحدت تھا طور راکھ جلکر   موسیٰ گرے زمیں پر والشمس والضحیٰ
اس ایک مہروش کی ساری تجلیاں ہیں   کیا عرض کیا یہ جوہر والشمس والضحیٰ
سورج جو پوچھتے ہیں کیا اس میں ہے برائی   یہ بھی ہے رخِ دلبر والشمس والضحیٰ

تاریکیٔ لحد کی کیا فکر ہے محبؔ کو
دل میں ہے روئے دلبر والشمس والضحیٰہا

جلوہ گاہِ ازلی ہے یہ مکانِ دنیا
کُلَّ یَومٍ ھُوَ فِی شَان ہے شانِ دنیا

ناز و انداز و کرشمے ہیں کہاں حوروں میں
دل فریبی میں ہیں ہمشکلِ بتانِ دنیا

ہے اسی عالمِ ناسوت میں تکمیلِ صفات
بدگمانی سے ہے جنت پہ گمانِ دنیا

عیش و شادی و غم و رنج ہیں سب یکساعت
بے ثباتی ہے یہی ایک نشانِ دنیا

رنج و شادی و غم و عیش گذر جاتے ہیں
سیلِ دریائے فنا ہے گذرانِ دنیا

کچھ پتہ ہی نہیں چلتا ہے کدھر جاتی ہے
بے نشانی ہے فقط ایک نشانِ دنیا

کیا بھرا جائیگا بھرنے سے یہ قعرِ دوزخ
خواہشیں چھوڑ کہ ہو بند دہانِ دنیا

بخیریت چھوڑ کر مٹ جائے غم رنج جہاں
عین دنیا ہی میں ہے تجھکو جنانِ دنیا

غضب و شہوت و لذات جہاں ہیں دوزخ
ہے مگر ذکرِ خدا ایک جنانِ دنیا

جانِ دنیا کی ہے عرفانِ خداوندِ جہاں
ہے غلط یہ کہ زر و مال ہے جانِ دنیا

جاکے ویرانوں میں گرتے ہوئے آثار دیکھے
سن ذرا کان لگاکر تو بیانِ دنیا

روز افزوں ہے ترقی پہ شبابِ عاشق
اور بوڑھوں سے بھی بدتر ہے جوانِ دنیا

شادیانے کہیں بجتے ہیں کہیں ماتم ہے
نغمہ عیش ہیں یہ آہ و فغانِ دنیا

آدمی چیز ہے کیا صید فرشتے بھی ہوئے
حرص و شہوت ہے غضب تیر و کمانِ دنیا

ہر در کانِ نمک رفت نمک شد کی مثل
سب کو اپنا ہی سا کر لیتی ہے کانِ دنیا

رہ کے دنیا میں ہوئے آہ گرفتارِ بلا
قابلِ رحم ہیں آفت زدگانِ دنیا

دیکھ پچھتائیگا میز و نبیدِ امیر و لپکے نہ جا
زہر آلودہ ہے اندر سے یہ خوانِ دنیا

بیٹھ عزلت میں محبؔ چھوڑ کے دنیا کی ہوس
کہ یہی صبر و توکل ہے جنانِ دنیا

مرتبہ خاک سمجھتے ملک و جان تیرا | حق شناسا ہے فقط حضرت انساں تیرا
جس طرف دیکھئے اس جا ہے ترا ذکر جلی | مسجدیں تیری اذاں تیری ہے قرآں تیرا
بت بناتا ہے تو ہی اور تو ہی کہتا ہے خدا | شرک و توحید میں حق کے دیں ترا ایماں تیرا
جس کو جی چاہتا ہے اسکو بناتا ہے خدا | عالم خلق میں موجود ہے شیطاں تیرا
تو نہ سجدہ کرے گر بت کو تو مسجود ہو کب | سیر معبودوں کے واللہ ہی احساں تیرا
تجھ میں ہیں بندہ و اللہ کی شانیں دونوں | خلق و اخلاق ہے یہ ظاہر و پنہاں تیرا
حور و غلمان و ملک تیرے یہ سب خادم ہیں | باغ جنت بھی تو ہی ایک گلستاں تیرا
جتنے اوصاف خدا میں ہیں وہ سب تجھ میں ہیں | حق کا عرفاں ہے واللہ یہ عرفاں تیرا
تیرے انوار جمالی و جلالی ہیں عیاں | ایک رحماں ہے رخ دوسرا شیطاں تیرا
جو ترے دل کا تقاضہ ہے وہی ہوتا ہے | پردۂ غیب سے بر آتا ہے ارماں تیرا
تیرے رخسار میں ہیں دونوں حدوث اور قدم | روح واجب ہے تری جسم ہے امکاں تیرا
عالم فرق میں وحدت کو نہ تو سمجھے گا | ٹوٹ جاتا ہے یہاں آکے ترا پیماں تیرا
دار دنیا میں جو آتا ہے تو کیا لاتا ہے | پہلے آنے سے ہے موجود یہ ساماں تیرا
بیٹھ جاتا ہے جو تو اس پہ توکل کرکے | آپ ہو جاتا ہے خود غیب سے ساماں تیرا
عشق کو چھوڑ کے دنیا میں جو پھنس جاتا ہے | یہ خسارہ ہے ترا اور یہ نقصاں تیرا
زن و فرزند سے رکھتا ہے امیدیں افسوس | جز خدا کون مددگار ہے ناداں تیرا

یار سے کب ہے جدا جو ہے تجھے فکر وصال
ہے یہ وہمی و خیالی محب ارماں تیرا

کہیں کیا سنگ اسود ہے حرم کیا | خدا کے گھر میں یہ طوف صنم کیا
خدا کی سمت پھر دنیا سے منھ موڑ | ذرا سی دیر کی شادی و غم کیا
خود اپنے دل سے جسم و روح کو پوچھ | یہ حادث کیا ہے یہ سر قدم کیا

انشا نی ہے فنائے عالم دہر — کوئی موجود ہوتا ہے عدم کیا
شکم میں ماں کے کھینچا نقش تیرا — سمجھ دل میں کہ ہے لوح و قلم کیا
نہیں ہے وجہ گھبراہٹ یہ دل کی — خدا جانے کیا کس نے ستم کیا
کبھی اسیر بھی کی ہے فکر تو نے — یہ تن کیا ہے یہ جاں کیا ہے یہ دم کیا
ہوا معلوم رخ کے خال و خط سے — کیا ہے اس نے قرآں میں رقم کیا
خودی والے خدا کے راستہ میں — کرینگے خرچ دینار و درم کیا
رہینگی بند گریہ دل کی آنکھیں — تو پھر دیکھیگا تو سیر ارم کیا
خدا جانے کہ آخر کار ایک دن — بلا لائیگی چھوٹو نیر ستم کیا
کہے کیا اس سے کوئی حال اپنا — نہ سمجھے جو ستم کیا ہے کرم کیا
نہیں قرآں میں پڑھتے حشر اور نشر — ہمیں سے پوچھتے ہیں وہ جنم کیا
چھٹی جب خود نمائی کبر و نخوت — پیالہ گل کا کیا اور جام جم کیا
جو سمجھے ہیں حقیقت سب کی ایک ہے — اثر اپنا کریگا اپنے صنم کیا

محب اس سخت دل سے کیا محبت
جو کہتا ہو کرم کیا ہے ستم کیا

دیکھا نہ کور چشم نے رخ آفتاب کا — اٹھنا نہیں ہے سہل دوئی کے حجاب
آنکھوں کا ہے قصور کہ دیکھیں نہ روئے یار — جلوہ ہر ایک سمت ہے اس بے نقاب
تیرے سوا نہ لینگے کسی اور شے کا نام — موقعہ ملے ہمیں بھی اگر انتخاب
عاشق سے آکے پوچھیں گے کیا منکر و نکیر — کیا حوصلہ کسی کو سوال و جواب
کر دل میں سوتے جاگتے اس مہروش کو یاد — پڑتا سیاہ سر پہ ہے نور آفتاب
بندے ہیں اور حق میں نہیں غیریت کوئی — بحر محیط عین ہے موج و حباب
کرتے ہیں یاد روئے کتابی کو جو دوام — پڑھتے وہی سبق تو ہیں ام الکتاب

آتا نظر ہے دور سے پانی مگر ہے خاک — دنیا کا مال و جاہ ہے دھوکا سراب کا

بے سوز عشق لطف نہیں ذوق و شوق میں — کیا خام سے مقابلہ پختہ کباب کا

بکھریں ہیں معرفت کی یہ گنگا جمن نہیں — آبا و اولیا سے ہے خطہ دوآب کا

دیوانہ تیرے عاشق شیدا کا ہے خطاب — نا اہل مستحق نہیں ہرگز خطاب کا

لطف و کرم تو یار کے ہوتے ہیں دلفریب — مشکل مگر ہے سامنا قہر و عتاب کا

یہ بھی ہے ایک نفس پرستی چھپی ہوی — طاعت میں گر خیال ہے تجھکو ثواب کا

مسجد کو چھوڑ کر در میخانہ پر پڑے — پڑ جائے شیخ کو بھی جو چسکا شراب کا

جنگل میں بھی جو جا کے تو ہو جائے رشک خلد — فیض قدم ہے یہ ترے خانہ خراب کا

ہوتا ہے انکسار سے جو خاک کوئے یار — پاتا وہی ہے مرتبہ عالیجناب کا

وہ خاکساری علی مرتضیٰ کہاں
رتبے بہت ہیں نام محب بوتراب کا

جنت کا شوق اور نہ ڈر ہے جحیم کا — کافی ہے ورد نام خدائے کریم کا

پکڑا ہے جسنے خاتم پیغمبراں کا ہاتھ — سالک یہاں وہی ہے رہ مستقیم کا

گر آخرت میں چاہتا ہے حور اور قصور — ہو باب اس جہان میں جنت نعیم کا

جسکو سمجھ رہا ہے غلط وہ بھی ہے صحیح — حکمت بغیر فعل کہاں ہے حکیم کا

حادث کی اور قدیم کی نسبت سے فرق ہے — ورنہ ہے ایک علم ہزاروں علیم کا

رحم و کرم سے جن و ملک سے بھی بڑھ گیا — انساں میں وصف ہے یہ خدائے کریم کا

اہل کرم کو کیوں نہ کرامت نصیب ہو — مظہر جہاں میں ہے وہ خدائے کریم کا

عالم ادھر ہے اور ادھر ہو کا ہے سماں — دیکھو آئینہ میں عکس حادث و قدیم کا

اللہ و لوح اور محمد کے ہیں حروف — مطلب کھلا ہوا ہے الف لام میم کا

سیرت میں جانور ہو تو صورت سے کیا حصول — انساں ایک نام ہے ذہن سلیم کا

کثرت سے ہر مقام میں لاکھوں ہیں نا سمجھ
ہے قحط ہر زمانہ میں مرد فہیم کا

تیرے سوا اسنا نہ کیا غیر سے کلام
پہنچا یہ حال تیرے سمیع و کلیم کا

نعمت ملے تو اس میں سے کچھ راہِ حق میں دے
یہ شکر واقعی ہے خدائے نعیم کا

صحبت سے اہلِ حرص کی پرہیز چاہیے
دامن پکڑ جہاں میں خدا کے ندیم کا

ہوتی جو عقل لذت دنیا کو چھوڑتا
عاشق ہوا ہے کس زن بدخو عقیم کا

ہوتا ہے ناگوار بھی عادت سے خوشگوار
پھل پہلے تلخ ابتدا میں شیریں ہے نیم کا

نام فہیم ہیں جہاں میں سبب مورد عذاب
راہِ نجات نام ہے طبع سلیم کا

جھگڑا ہے دیر و کعبہ میں عبد و الٰہ کا
سب جا وہی ہے فرق مگر ہے نگاہ کا

آزاد وہ ہے حرص و غضب سے جو ہی چھوٹا
قیدی ہر ایک نفس ہے دنیا کی چاہ کا

پابند حرص و تارک حرص و ہوا کو دیکھ
رتبہ سوا ہے تاج سے دلق گداہ کا

میشین گن کی شکل میں آیا ہے چرخ سے
غافل وہی دھواں تو ہے بیکسی کی آہ کا

ناکردہ کار سہل سمجھتے ہیں عشق یار
ہے خوف مشکلات ہیں لیکن نباہ کا

ویرانہ میں ملیگا کوئی گنج لازوال
دامن پکڑ فقیر خراب و تباہ کا

جب فعل قول کے نہ مطابق کیسا ہو
دل میں گماں ضرور ہے کچھ اشتباہ کا

دل ایک اس میں دو کی محبت سمائے کیا
طالب خدا پرست نہیں مال و جاہ کا

وہ دن نہ آئے پھر کہ جو وہ روبرو نہ ہو
یارب دکھا نہ منہ مجھے روز سیاہ کا

چل نقش پا کو دیکھ کے ملجائیگا سراغ
رہبر ملے اگر نہ کوئی تجھکو راہ کا

دل میں ہو درد گر تو ہو اقوال پر اثر
ہر فعل ہے گواہ یہاں درد خواہ کا

دیکھیں تری گلی کے فقیروں کا مرتبہ
تیرے گدا کے در پہ ہے سر پادشاہ کا

مجرم ہے تو خدا کا اگر خلق کا نہیں
دلمیں تری خیال بھی ہے گر گناہ کا

بستی میں گئے کہ پائے ہیں یاں معارج — یوسف سے حال پوچھ لے معراج چاہ کا

جاگیں تو اس کی یاد میں سوئیں تو اس کا فکر — یہ ہے وظیفہ عشق میں شام و پگاہ کا

ذکر خدا سے پڑتی ہے دل پر شعاع رنج — گویا ہم مقابلہ ہے شمس و ماہ کا

سرکش عجب غرور سے سب خاک میں ملے
پامالیوں سے کچھ بھی نہ بگڑا گیاہ کا

خیال آئے نہ دل میں ماسوا کا — بتوں سے پاک کر تو گھر خدا کا

ہزاروں مر گئے اس جستجو میں — نہ پایا بھید باقی و فنا کا

ہو منکر کبھی جن و ملک سے — وجود آتا نظر ہے کیا ہوا کا

یقیں کر کے ہو اللہ احد پر — دکھایا معجزہ ہم نے عصا کا

ہوا نیت سے اپنی خود خطا دار — وگرنہ تھا کہاں فاعل خطا کا

دیا جو چاہا کس کا حق و ناحق — نہ پوچھو حال کچھ اس کی عطا کا

تری تدبیر سے ہوتا وہی ہے — ارادہ ہے جو پہلے سے قضا کا

مسلط تجھ پہ ہے چنگیز و نادر — نتیجہ دیکھ تو جور و جفا کا

مضامیں تو وہی ہیں شاعری میں — اثر ہے مختلف طرز و ادا کا

شفا کا وقت آجاتا ہے جو دم — تو پھونکیں کام کرتی ہیں دوا کا

کیا کر خلق کی حاجت روائی — نہیں رکتا ہے کام حاجت روا کا

ترا ہی شوق کرتا رہبری ہے — نہیں ملتا پتہ جب رہنما کا

نہ چھوڑی غیریت دنیا کو چھوڑا — نہ سمجھا راز تو نے اتقا کا

یگانہ تم سے بیگانہ جہاں سے — پتہ یہ ہے تمھارے آشنا کا

کیا افشائے راز عشق جس نے — وہ ہے دنیا میں مستوجب سزا کا

یقیں سب کو ہے دنیا بیوفا ہے — پھر اسیر عشق ہے اس بیوفا کا

یہی دنیا ہے تیری آخرت بھی — یہیں دن آئیگا روزِ جزا کا

محب کعبہ میں جاکر کچھ نہ پایا

ملا بتخانہ سے رستہ خدا کا

خدا کے گھر میں جی لگتا نہیں اہلِ محبت کا — طواف بتکدہ سے ہے شوق زیادتی کی زیا

مقامِ عیسیٰؑ و موسیٰؑ توحید صفاتی تھا — محمدؐ پر ہوا ہے خاتمہ تکمیل وحدت

دکھا کے معجزے لائے شریعت افضل انبیا — کیا آرام ہے یوں تو مدعی دعویٰ رسالت

ولی وہ ہے کہ بھاگے حب دنیا جسکے تا آسی — نہیں ہے خاص کوئی جبہ و جامہ ولایت

وہی ہے ذات حق معشوق عالم ظاہر و باطن — وہی معشوق ہے عشق مجازی کی حقیقت

بڑا کس سے ہے تو اور کس سے چھوٹا سب برابر ہیں — خیال خام ہے سر میں بڑائی اور شہرت

خیال ذلت و عزت کھڑے ہیں ہم نے لاکھوں — عجب سودا ہے دنیادار کو عزت کا ذلت

عذاب سخت کا آخر کو چکھینگے مزا ایک دن — کوئی بھوکا ہے دولت کا کوئی پیاسا حکومت

جو ہے دولت تو گھر میں بھر کے صندوقوں میں رکھو ہیں — کیا کرے زبان شکر ہیں ناشکر دولت

وہی موجود ہے اور ماسوا اسکے نہیں کوئی — یہی نکتہ خلاصہ ہے تمامی علم و حکمت

کئے جاؤ ذکر اوس کا وصل کا دن آہی جائیگا — تعین ہو نہیں سکتا کوئی وقت اور مدت

بجز اسکے نہیں طاقت کسی میں حل مشکل کی — خدا کو یاد کر بندے جو دن آئے مصیبت

خدا ملتا نہیں فولاد کے کانٹو پہ سونے سے — خودی کو چھوڑ تا پائے ثمر اپنی ریاضت

نہ کر عادت کسی شئے کی کہ ہوگا تو غلام اسکا — بڑی مشکل ہے آخر توڑنا ہر رسم عادت

اسی کو دیکھ ہر جا شہر ہو یا دشت مجنوں ہو — مزہ ملنے لگیگا تجھکو جلوت میں بھی خلوت

محب یوں تو ہزاروں جا بصورت میں نہاں ہیں

پتہ ملتا نہیں ڈھونڈھے سے بھی اہلِ محبت کا

بتوں کی محبت سے کیا ہو گیا — میں بندہ سے دم میں خدا ہو گیا

دیا قرضِ حسنہ جو اللہ کو
تو سود اصل سے بھی سوا ہو گیا

سمجھتا ہے غیرِ خدا خلق کو
یہی وہم تجھکو بلا ہو گیا

خیالِ دوئی ہے یہ اصلِ فساد
سمجھا جو کیا وہ بُرا ہو گیا

نہیں تیرے مستوں سے کچھ پارسا
جو تھا نا روا وہ روا ہو گیا

خوشی سے تمھاری ہمیں ہے غرض
بلا سے زمانہ خفا ہو گیا

وہ آزاد جس کے ملائک مسخر
گرفتار حرص و ہوا ہو گیا

دماغی خلل ہے یہ وہمِ دوئی
ارے تجھکو زاہد یہ کیا ہو گیا

وہ بندہ کیا جس نے خود کو فنا
خداوند ارض و سما ہو گیا

ہوا تجھ سے جو آشنا میری جاں
وہ عالم سے نا آشنا ہو گیا

نہ رکھی نظر اس کے رخسار پر
یہ گلزار وحشت سرا ہو گیا

ترا عشق ہے ہر مرض کی دوا
مرا درد میری دوا ہو گیا

کیا اس سے منسوب ہر فعل کو
تو میں جرم سے بے خطا ہو گیا

کیا دور جب ماسوا کا خیال
تو ہر فرض مجھ سے ادا ہو گیا

ہوا ہست جاوید عالم میں وہ
جو ہستی میں تیری فنا ہو گیا

دھرے رہ گئے سارے علم و ہنر
کسی پر جو فضلِ خدا ہو گیا

محب خود کو پاتا نہیں میں کہیں
وہ باقی رہا میں فنا ہو گیا

در حجب غیرت حق کا یہ پردہ ہوگا
حشر ہو جائیگا دیدار خدا کا ہوگا

بلکہ مجنوں نہ بن عشق کے اسرار چھپا
ورنہ تو کوچہ دلدار میں رسوا ہوگا

وہ جو کرتا ہے مرے حق میں وہی بہتر ہے
میں شکایت جو کروں شکوہ بیجا ہوگا

سمجھتا ہے کہ دنیا مرے کام آئے گی
بجز خدا کے نہ کوئی وقت پہ اپنا ہوگا

پردۂ غیرت خلق کو آنکھوں سے اوٹھا
سارا عالم تری نظروں میں تماشا ہوگا

مرضِ عشق ہے تکلیف مسیحا نہ کریں
یہ وہ بیمار نہیں ہے کہ جو اچھا ہوگا

ختم ہوتے نہیں اللہ کے اسما و صفات
ایک ناپید جو ہو دوسرا پیدا ہوگا

تخم آتا ہے چھپانے سے زمیں کے باہر
کونسا راز ہے دنیا میں جو اخفا ہوگا

عشق کا راز چھپانے سے کہیں چھپتا ہے
آپ خود زردیٔ رخسار سے افشا ہوگا

جتنی رونق ہے جہاں میں دوئی کے ہی طفیل
جب نہ میں تو ہو تو اللہ بھی تنہا ہوگا

سارے اوصاف خدائی کے ہیں انساں میں عیاں
قطرہ سمجھے ہیں جسے عین وہ دریا ہوگا

نہیں بیوجہ ترے مست ہیں دنیا سے الگ
گنج پنہاں کوئی ویرانہ میں پایا ہوگا

طلبِ حق سے تجھے باز وہ رکھیگی ضرور
تو کسی چیز پہ دنیا کی جو شیدا ہوگا

جسکو کہتا ہے عدم وہ بھی تو ہے عین وجود
جب یہ عالم نہ رہا سوچ تو پھر کیا ہوگا

ہو نہ جبتک کہ فنا عاشقِ شیدا کا وجود
عاشقی کا نہ مسلّم کبھی دعویٰ ہوگا

خاک تنزیہ میں ہے لطف جو تشبیہ میں ہے
ہوگی مسجد کبھی ویراں جو کلیسا ہوگا

غیر اللہ کے قائل ہیں جہاں میں جو محب
آخرت میں انھیں اللہ سے پردہ ہوگا

بیاں ممکن نہیں مستانِ حق کی ہوشیاری کا
سرورِ دو جہاں احوال ہے غفلت شعاری کا

جو خارستانِ نفسِ بد سے چھوٹے روح میں آئے
سماں ہر آن ہے ان باغ میں فصلِ بہاری کا

غبارِ راہ ہو کر سرمۂ چشمِ فلک ہوتا
نہ سمجھا تو نے رتبہ نفسِ سرکش خاکساری کا

جو نکلا خارِ حرص و آز دل میں پڑ گئی ٹھنڈک
یہی کانٹا تو تھا باعث دلوں کی بیقراری کا

کسی دن فیلِ مستِ نفس کے زیرِ قدم ہوگا
خلل پیدا ہوا ہے ترے سر میں گر عماری کا

اگر مختار ہے تو دل پہ قابو کیوں نہیں تیرا
اگر قابو نہیں اقرار کر بے اختیاری کا

چھپانا عشق کا آساں نہیں یہ کام مشکل ہے
کیا راز نہاں افشا بُرا ہو آہ و زاری کا

اگر حاکم سے بھاگیں مجرم میں خود سے کہاں بھاگیں
دلو پر بار پڑتا ہے گنہ کی شرمساری کا

کہاں کی دین و دنیا اور کہاں کی دوزخ و جنت
در میخانہ ہے اور مشغلہ ہے بادہ خواری کا

وہ آئینہ میں اپنے خال و خط پر غور کرتے ہیں
ہوا ہے شوق جیسے یار کو مضمون نگاری کا

حیات و موت دو پلے ترازو کے برابر ہیں
یہی کہتا ہے تختہ سیکڑوں مردم شماری کا

گھٹائیں غم کی چھا جائیں تو دل کو شاد رکھو ہر دم
کہ فصل گل نتیجہ ہے فلک کی اشکباری کا

سمجھتے ہیں برا اعمال کو کب اہل نفس اپنے
نکلنا سخت مشکل نار دوزخ سے ہے ناری کا

غم دنیا و دیں سے چاہتا ہے گر نجات اپنی
تو خدمت کر مریضوں کی عمل کر غمگساری کا

اٹھینگے یہ حجاب ظاہری و باطنی کب تک
رہیگا تا قیامت سلسلہ امیدواری کا

اسی کا ذکر کرتے ہیں اسی کی فکر رکھتے ہیں
کوئی رستہ نکل آئیگا خود مطلب برآری کا

محبت سے محب لوگوں کے دل میں گھر بنا اپنا
خیالِ خام ہے پختہ مکاں کی پائداری کا

آساں ہے کوہ پر شجر و نار دیکھنا
مشکل مگر ہے صورت دلدار دیکھنا

جلوہ اسی کا عالم ہستی میں ہر طرف
ہر رنگ ہر لباس میں ہر بار دیکھنا

ہشیاری جہاں یہ عذاب الیم ہے
چھوٹے نہ جام ہاتھ سے میخوار دیکھنا

اہل غضب کی صحبت و الفت سے باز آ
جل جائے دل لگی میں نہ ملوار دیکھنا

عالم تمام آئینہ خانہ ہے یار کا
ہر شے میں عکس صورت دلدار دیکھنا

مے نے بھلا دیا غم جانکاہ روزگار
لطف و سرور و مستی سرشار دیکھنا

اس بزم میں امیر بھی ہیں اور فقیر بھی
غافل ہیں کون کون ہیں ہشیار دیکھنا

جب واقعات دہر ہیں مخفی ہر کتاب چھپا
بیکار ہے فضول ہے اخبار دیکھنا

ہر آن اس جہاں کا بدلتا ہے رنگ ڈھنگ
مشکل ہے ایک حال کو دو بار دیکھنا

کیا وجد و رقص شیخ کا جلوت میں اعتبار
خلوت میں نبض و حالت بیمار دیکھنا

سیکھا ہے ہمنے زیست میں مرنے کا قاعدہ
تاریکی قبور میں انوار دیکھنا

آسان نہیں ہے عالم خواب و خیال میں
ہر صورت خیال کے آثار دیکھنا

ہوتے ہیں جل کے آتش شک و حسد سے خاک
انجام کار فتنۂ اشرار دیکھنا

چہروں سے دل کے رنگ نمایاں ہیں ہر طرح
روشن جبیں میں صورت اخیار دیکھنا

دنیا تردّدات کا گھر آخرت تباہ
اہل جہاں کی حالت ادبار دیکھنا

حق کی طرف ہے وہ تو یہ باطل کی سمت ہے
صوفی کے اہل نفس کے کردار دیکھنا

اس چشم ظاہری میں جو آئے خیال محب
آنکھوں سے دل کے صورت دلدار دیکھنا

فرض کعبہ میں بھی ادا نہ ہوا
گر وہاں رو نما خدا نہ ہوا

کیا خدا کو کبھی وہ پائیگا
بت سے جو شخص آشنا نہ ہوا

کچھ نہ حاصل ہوا محبت سے
دل کو جب دل سے رشتہ نہ ہوا

دیر و کعبہ میں جب تجھے دیکھا
میں پرستار ما سوا نہ ہوا

جب میں سمجھا کہ سب اُسی سے ہے
پھر کسی سے بھی میں خفا نہ ہوا

مجھکو دیکھا نہ اُسکے دنیا میں
عہد میثاق کچھ وفا نہ ہوا

رخ نظر کا رہا جو اُس کی طرف
پھر نشانہ کبھی خطا نہ ہوا

ہر مرض کی دوا ہے عشق صنم
درد اچھا ہوا برا نہ ہوا

خاکسار و نہ تھی نہ جنکی نگاہ
راہبر ان کا نقش پا نہ ہوا

اس کی رحمت سے تو نہ ہو مایوس
سوکھ کر نخل کیا ہرا نہ ہوا

کفر و اسلام ایک ہو جاتے
کعبہ و دیر ایک جا نہ ہوا

عمر بھر زہد سے خودی نہ گئی
ایک دم یہ [illegible] فنا نہ ہوا

عمر بھر غیریت کا وہم رہا
خود فنا اور خود بقا نہ ہوا

کی عبادت بھی بےغرض نہ کبھی
عمر بھر نفس سے رہا نہ ہوا

راست جب سے ہوئی ہے فکر و زباں — جو کہا میں نے وہ خطا ہوا
چھوڑ عبد و الہ کا وسواس — اس عبادت سے تو خدا ہوا
شاہ کو بھی محب یہ ہے افسوس
کہ در یار کا گدا ہوا

ب تک خودی تھی قرب خدا سے بہت دور تھا — بیخود ہوا جو خود سے تو پیش حضور تھا
ذرہ میں آفتاب دکھائی دیا مجھے — دل میں جو میرے علم حقیقت کا نور تھا
س نے کہا تھا ربکم اعلیٰ خیال کر — فرعون کے دماغ میں کس کا غرور تھا
پہنچا خودی سے کون خدا تک بتا مجھے — سمجھا قریب جتنا وہ اتنا ہی دور تھا
نیا مقام فرق ہے پہچان کی جگہ — آنا یہاں تلاش میں اس کی ضرور تھا
رنے کے بعد بھی ترے عاشق چھپے رہے — مرقد نہ تھا کہیں نہ نشان قبور تھا
سنتے ہی لا الہ کی آواز جی اٹھے — گویا عرب کی دشت میں انفاخ صور تھا
ردے اٹھے زمیں سے قیامت بھی ہوگئی — میں نشۂ شراب محبت میں چور تھا
لا اس پر نگاہ نہ کی اور تخرف لئے — اے نفس کور چشم یہ تیرا قصور تھا
اہد ورع کو چھوڑ کے جب پی شراب عشق — ہر باغ مجھکو جنت حور و قصور تھا
ہے موت ایک خواب کہ ڈرتے ہیں جس سے لوگ — بعد از ممات راز کھلا وہ سرور تھا
رے شہید ناز پہ مر مر کے یہ کھلا — یوم وصال دہر میں یوم نشور تھا
ہے شراب عشق کی بس ایک جام میں — دنیا و دین کا ہوش نہ اپنا شعور تھا
نیا کی کشمکش سے فراغت ہوی نصیب — شادی میں میں شکور تھا غم میں صبور تھا
فان زندگی میں نظر تھی جو اسکی سمت — دم بھر میں بحر شادی و غم سے عبور تھا

کیا کیا نہ اس نے ظلم کئے مجھپہ ای محب
ہر حال میں صبور تھا میں اور شکور تھا

بے جان ہے چوب و تار تن ساز دیکھنا
آتی کہاں سے نے کی ہے آواز دیکھنا
انجام ذوق نفس میں یہ تلخ کامیاں
دنیا کی نعمتوں پہ ہے کیا ناز دیکھنا
آخر مقام عرش سے لاہوت تک گیا
اس مرغ فکر و عقل کی پرواز دیکھنا
ڈر ڈر کے کر رہا ہوں میں افشائے راز عشق
کوئی چھپا ہو کہیں غماز دیکھنا
ہے صیدگاہ عالم بالا مقام فکر
کرتا ہے کیا شکار یہ شہباز دیکھنا
اپنی زباں سے آپ کو مرشد کہیں تو کیا
اعمال و فکر و ذکر کے انداز دیکھنا
جیسا عمل کا بیج ہے ویسا ہی اس کا پھل
انجام دیکھنا نہیں آغاز دیکھنا
غمازی و حسد سے نہ بھڑکا بدی کی آگ
جل جائے خود نہ شعلہ میں غماز دیکھنا
انجام کار حضرت منصور کیا ہوا
آئے نہ لب پہ راز یہ ہمراز دیکھنا
دے منہ میں طفل نفس کے پستان ذکر و شغل
ہر دم ہے سوئے نار یہ پرواز دیکھنا
عرفاں کا شوق گر ہے تو پھر غور و فکر سے
اکثر کلام حافظ شیراز دیکھنا
مدت کے غور و فکر سے آیا ہمیں بھی ہے
باطن کا ہر لباس میں کچھ راز دیکھنا
مرشد کو دیں فریب وہ مکار ہے مرید
خلوت میں کار حضرت دمساز دیکھنا
تکتا اسی کی رخ کو ہے عالم بصد ادب
عاشق کا تیرے دہر میں اعزاز دیکھنا
آواز دے رہا ہے انا الحق کی نخل پر
انداز مرغ زمزمہ پرداز دیکھنا

جاتا ہوں بال عشق سے تا آسمان محبت
اس بازِ دست شاہ کی پرواز دیکھنا

عالم کو فنا جانا اور حق کو بقا جانا
کیا کفر کیا ہم نے گر بت کو خدا جانا
توحید کا دعوی ہے اور سرکشی دل و نفس نے
عالم کو جدا جانا اور حق کو جدا جانا
کعبہ سہی ہے کیا رغبت بتخانہ سہی کیا نفرت
اے شیخ تو کافر ہے گر حق کے سوا جانا
کیا شرک حقیقی ہے سمجھے نہ ذرا وحدت
کافر کو برا سمجھے مومن کو بھلا جانا

ہوتی نہیں سیری کچھ اس طالب بیت کو
بے پردہ مجھے صورت ہر آن دکھا جانا

آغاز میں ہوتے ہیں انداز یہی ان کے
حلقوں سے چھپا کر ہی عاشق کو دکھا جانا

پاتے ہیں بہت اپنے اغراض سے عالم
مشکل ہے مگر تیرا ہر نقش سے پا جانا

فاعل نہ کبھی سمجھا ہمنے تو کسی شے کو
ہر فعل کو دنیا کے اک حکم قضا جانا

کیا علم پڑھے تو نے کیا زہد و ریاضت کی
خود کو نہ اگر جانا اللہ کو کیا جانا

امراض یہ غافل کو بیدار جو کرتے ہیں
ہر درد کو پھر ہیں نے غفلت کی دوا جانا

وعدہ و پیماں نہ جا ہر گز عادت ہی یہ جھوٹوں کی
جب کام پڑے آکے تو منہ کو چھپا جانا

خس خانہ میں بیٹھے ہیں لیکن یہ خبر کیا ہے
کل گور میں مشکل ہے باہر سے ہوا جانا

کیا پا زنہار سخ ہے سمجھے تو کوئی اسکو
مرقد میں ذرا رہکر پھر پیٹ میں آجانا

جب عشق میں ہم ڈوبے اور ہو کے فنا نکلے
میثاق کا پھر ہمنے وہ عہد وفا جانا

کہتا ہے یہی سب سے خود اپنی خطا کر
ہر روز کا دنیا میں بے زور کو کھا جانا

ظالم تو گرا دیتے ہیں اور نیک بناتے ہیں
دیوار کو دنیا کی کچھ تم بھی بنا جانا

مرنے سے محبت پہلے اس عشق میں جل جاؤ
اشعار سے دنیا میں کچھ آگ لگا جانا

ان بتوں میں بتاؤں کیا دیکھا
ظاہر و باطن خدا دیکھا

دور دل سے ہوا جو وہم خودی
آپ کو میں نے خود خدا دیکھا

ہمیں معشوق کہتے ہیں عاشق
عاشقی میں یہ ماجرا دیکھا

جب خودی مٹ گئی تو وصل ہوا
مرگ میں زیست کا مزا دیکھا

حق کے اسما تمام حسنیٰ ہیں
جسکو دیکھا اسے بھلا دیکھا

جز ترے عاشقوں کے اور کس کا
جرم نا قابل سزا دیکھا

رات ہے نشر اور دن ہے حشر
روز یوم سزا جزا دیکھا

یار دنیا کے تیرے دوست نہیں — سب سے بیگانہ آشنا دیکھا
اہل دنیا کا ہے مزاج وہی — نہ بدلتے ہوئے ذرا دیکھا
عاشقی دل لگی سمجھتے تھے — ہر قدم دشت کربلا دیکھا
اہل دل کے قدم میں ہے یہ اثر — سنگ پر ہم نے نقش پا دیکھا
ترک دنیا ہے نسخۂ راحت — سو دفعہ اس کو آزما دیکھا
جب دیا دوسروں کو رزق آیا — یوں ہر آنا ہے مدعا دیکھا
با حضوری نماز پیش بت — بتکدہ میں ہوئی ادا دیکھا
عیش دنیا بھی ہے سئے معشوق — ... دیکھا
پھلا بتکدہ سے سوئے حرم — ... کو غلط نشا دیکھا

ہجر کا غم ہی جب محبت نہ رہا
یار کو آپ سے ملا دیکھا

خوب ہوتا جو میں مجنوں بنایا جاتا — مکتب عشق میں طفلی سے بڑھایا جاتا
نار دوزخ میں گنہگار نہ جلتے ہرگز — آتش عشق سے گر نقش جلایا جاتا
رنگ چہرہ کا چھپانے سے کہاں چھپتا ہے — ہم سے کیا راز محبت کا چھپایا جاتا
مجلس وعظ کی بکواس سے یہ بہتر تھا — قصہ لیلیٰ و مجنوں ہی سنایا جاتا
حرص سے خوب بچا ورنہ لگاتا اتنا — سیکڑوں سال نہ دو چار سے کھایا جاتا
جو نکتے حضرت موسیٰ نہ ابد تک غش سے — طور پر جلوۂ انور جو دکھایا جاتا
بڑھ بھی جائیں کسی اسلاف سے اخلاف مگر — نقش اول نہیں صفحہ سے مٹایا جاتا
ہوتے دنیا میں نہ یہ آلۂ جنگی کے فنون — فتنۂ روز قیامت نہ اٹھایا جاتا
کیا ملا عمر درازی سے بجز حسرت و یاس — کاش آتے ہی یہاں سے میں اٹھایا جاتا
ہوتا ہرگز نہ کبھی خوف و غم و یاس کا گھر — دل صد چاک خدا سے جو لگایا جاتا

آب و گل میں ہوئی سب صرف تری عمر عزیز
خوب ہوتا کہ جو گھر دل میں بنایا جاتا

جستجو شرط ہے دنیا ہی میں ملتا ہے خدا
ڈھونڈتا دل سے تو وہ دل ہی میں پایا جاتا

دہر میں شمع شب افروز جہاں ہو جاتا
آتش عشق میں گر دل کو جلایا جاتا

حرم و دیر کے جھگڑے وہ مٹے آن اٹھائی
دل کسی کی جو محبت میں لگایا جاتا

راہ تسلیم پہ چلتا نہیں خود نفس غبی
خوب ہوتا جو ریاضت سے گلایا جاتا

سیکھ پھر اس سے تو ہر کام میں ثابت قدمی
اپنی جا سے تو نہیں کوہ ہٹایا جاتا

کامیابی نہیں ہوتی متلوں کو محب
آب پر نقش نہیں کوئی جمایا ہوتا

جو پوچھے کوئی بت کیا ہے حرم کیا
خدا ہی ہے کہیں گے اور ہم کیا

محبت کا نہ جب تک سلسلہ ہو
کسی کی یاد آئے دمبدم کیا

عدم میں عین و دال و میم تو ہے
وجود شے بھی ہوتا ہے عدم کیا

ہوا مشکل سے گر اہل قلم بھی
خط تقدیر کاٹے گی قلم کیا

ہمیں دل میں شراب عشق گر ہو
تو پھر تخت سلیماں جام جم کیا

ولادت روز محشر پیٹ ہے گور
نہیں یہ قبر سے اوٹھنا جنم کیا

غریبی میں بھی ہوتی ہے سخاوت
تری ہمت ہے دینار و درم کیا

جدھر بھاگے اودھر دام قضا ہے
تری تدبیر و دینار و درم کیا

مراد دو جہاں دیدار حق ہے
ہوائے حور و غلمان و ارم کیا

زبان نرم سے آہن بھی ہے موم
زبان کے سامنے تیغ دو دم کیا

کہاں جاتی ہے تیرے ساتھ دنیا
زمیں سے اُٹھ سکے نقش قدم کیا

خدا کا راستہ تو بیخودی ہے
نماز و روزہ و طوف حرم کیا

خدا سے جو نہیں ڈرتے ہیں آسو
خلاف وعدہ کیا قول و قسم کیا

خود اپنے آپ کو ہر رنگ میں دیکھ
تصور شیخ کا کیا حبس دم کیا

ہوا جب عین شئے جاتا رہا خوف
ضرر دیتا ہے خود کو آپ سم کیا

زبان عشق خاموشی محبؔ ہے
یہ راز عشق ہوتے ہیں رقم کیا

گر سامنے زاہد کے بے پردہ وہ آجاتا
انکار وہ کر جاتا ایمان چلا جاتا

وہ فتنۂ محشر گر خود سامنے آجاتا
ایماں سے کہو یارو زاہد سے رہا جاتا

اچھا ہوا زاہد وہ غائب جو رہا ورنہ
مسجد کو گرا جاتا مصحف کو جلا جاتا

جھگڑا ہی نہیں ہوتا اثبات و نفی کا کچھ
پہلے ہی بتوں کو گر اللہ کہا جاتا

محمود سمجھتا گر تشبیہ کے کچھ معنیٰ
مسجد کو گرا جاتا بتخانہ بنا جاتا

یہ غیریت ظاہر سب عشق سے مٹ جاتی
وہ مجھ میں سما جاتا میں اس میں سما جاتا

اک دل میں نہ تھا ممکن دونوں کا بہم رہنا
آتی جو مرے دل میں دنیا تو خدا جاتا

یہ دست و قلم دونوں محکوم ہیں تیرے
کہتا نہ وہ گر دل کو خط کیونکہ لکھا جاتا

اس عقل سے عاقل نے کیا بھید ترا پایا
گر جست بھی وہ کرتی کب اس سے اڑا جاتا

گر فرق مراتب کو منصور سمجھ لیتا
کیا دار قتین میں حق خود کو کہا جاتا

تدبیر سمجھ کیا ہے تقدیر کی چالیں ہیں
ہر راہ سے یہ راہرو خود سوئے قضا جاتا

ہوتی جو زباں میری تفسیر مرے دل کی
واعظ نہ مرا کہنا بالائے ہوا جاتا

سب میل ملاپ اپنے دم سے ہیں تواضع کے
کب اہل تکبر سے ہے دل سے ملا جاتا

حق سے کہ جو ہیں غافل مردے ہیں وہی زندے
آگاہ خدا ہوتا مردوں کو جلا جاتا

حق بات تھی پردے میں منصور اسے کہہ گزرا
سچ بات کے کہنے میں ہے تن سے گلا جاتا

کیا زیست ہماری ہے مرتے ہیں تو ہم جیتے
اس عشق میں مرجاتے انکا تو گلا جاتا

عاشق کو کبھی ہم نے فربہ تو نہیں دیکھا
گر شیخ میں عشق آتا من تن کو گلا جاتا

اشعار محبؔ تیرے دیتے ہیں پتے کیا کیا

ہوتا جو فہیم اس جادہ بات کو پا جاتا

کہا زبان سے تعبیر عمل تو قال ہوا — خیال دل میں ہے اسکا اگر تو حال ہوا

وہی تو نور ہے خورشید و ماہ انجم میں — کہیں جمال ہوا اور کہیں جلال ہوا

نہ جا کتابوں پہ اور کثرت مدارس پہ — عوض کمال کے عرفان کو زوال ہوا

ملے نہ دین نہ دنیا سوائے حرص و ہوس — رواج علم مدارس کا یہ مآل ہوا

تمام عمر کتابیں پڑھیں بغیر عمل — ہوا نہ حال کوئی علم قیل و قال ہوا

گھٹا جو یاد میں اسکی تو تمام عید صوم — تمام خلق کا رخ جانب ہلال ہوا

جہاں کے عیش بھی خالی نہیں مصیبت سے — خدا کے کام میں لیکن کہاں ملال ہوا

اسی کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی ہے انکار — یہ وہم دیکھئے دیدار حق محال ہوا

جہاں میں آکے رہ حق سے جو ہے غافل — تو کار و بار جہاں ان کو سب وبال ہوا

سروں میں جنکے رہا زلف یار کا سودا — تو آسمان سے بھی ٹیڑھا ان کا بال ہوا

جہان کہتے ہیں جسکو وہ ہے طلسم خیال — ہو وہ سامنے جس کا تجھے خیال ہوا

خدا کو شان جلالی نہیں پسند آئی — گنہگار کے خود دل میں انفعال ہوا

کہا جو جھوٹ تو اللہ ہو گیا ناخوش — جو سچ کہا تو جہاں بر سر قتال ہوا

گرا جو ایک تو دنیا میں دوسرا اٹھا — زوال مہر ہوا ماہ کو کمال ہوا

لباس وضع شریفانہ پہ نہ جا ہرگز — پھنسے طیور جو ہم رنگ سبزہ جال ہوا

میں ساٹھ سالہ ہوں لیکن ہے عمر دس کی فہیم — شمار یوم تعشق سے ماہ و سال ہوا

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو تجھکو محب

جو مانگا عبد سے محتاج سے سوال ہوا

خدا خلق دونوں میں جدا کیا — سوا اوس کے نہیں کوئی تو لا کیا

بغیر بت حضوری غیر ممکن — کریں ہم فرض مسجد میں ادا کیا

جہاں کو چھوڑ کر بیٹھے ہیں جب ہم — نہیں ہوتی ہے پھر حاجت روا کیا

قضا بیمار کی آتی ہے جس دم — اثر سم کا نہیں کرتی دوا کیا

دوا ہوتی ہے سم حکم قضا سے — بچائے موت سے اب دیو کیا

کیا دنیا میں جو تو نے وہ پایا — کیا کرتا ہے اوروں کا گلا کیا

ہے بعد مرگ بھی پھر زندگانی — شجر کہنہ نہیں ہوتا نیا کیا

خموشی خود سوال جانور ہے — نہیں یہ آرزوئے دل دعا کیا

وہی تو جان ہے دونوں جہاں کی — ملا جب وہ تو عالم میں رہا کیا

دھری رہتی دوائیں اور پرہیز — جو وقت آئے تو رکتی ہے قضا کیا

شکایت کیجئے اپنے عمل کی — زمانہ کی عداوت کا گلا کیا

خودی کو چھوڑتا تو خود کو پاتا — زمیں پر سر رگڑنے سے ملا کیا

نہ رکھیں پاؤں گر نقش قدم پر — بتائے راستہ پھر رہنما کیا

خدا سے کی نہ جس نے آشنائی — وہ ہوگا خلق کا پھر آشنا کیا

ریاکاری اصول کافری ہے — کیا کرتے ہیں مومن بھی ریا کیا

خودی تیری ہی اصل پر خطا ہے — جو یہ مٹ جائے پھر جرم و خطا کیا

محبت بعد از فنا اس بیوفا کو
ہماری یاد آئے گی وفا کیا

نفس امارہ ہے رہزن کوچۂ دلدار کا — سب سے پہلے لازمی ہے مارنا اس مار کا

نفس کش فرہاد سا ہو کوہ کن اس راہ میں — توڑنا آسان نہیں ہے آہنی دیوار کا

ہر بلا میں لا الہ اور الا ہو پڑھو — وار خالی ہی نہیں جاتا ہے اس تلوار کا

عاشقی میں دیکھئے کیا جرم ہے افشائے راز — ہوگیا منصور مستوجب سزائے دار کا

یہ جنون عشق ہے امراض دنیا کی دوا — ہے ہوالشافی لقب تیرے ہی تو بیمار کا

میں کہوں اپنی حقیقت تم سے کیا اے زاہدو — مصحف ناطق ہے گویا میرے کچھ اسرار

اہل دیں کی حق پرستی کی حقیقت کھل گئی — ہو گیا منصور حق کہنے سے مورد دار

ترک خواہش واقعی مرض ہوس کا ہے علاج — کیا بھریگا عمر بھر تجھ سے وہاں اس غار

آتش دوزخ بھی گلزار جناں ہے عشق میں — پوچھ ابراہیم علیہ السلام سے احوال برد نار

اہل دنیا کو نظر آتے ہیں داغ اپنے بھی گل — دور کرنا سخت مشکل ہے دلوں کے خار کا

اس چمن میں خوف کیا تیر حوادث سے محب — غنچہ دل ہو گیا ہے زخم ہر سو خار کا

ہم عشق کے بندوں نے اس بت کو خدا جانا — زاہد تو بتائے کچھ اللہ کو کیا جانا

بتخانہ میں دیکھی ہے صورت تو تری دائم — کعبہ میں یہی زاہد کو اک بار دکھا جانا

شیرینی دنیا میں کچھ زہر بھی شامل ہے — لذات کی خواہش میں یہ زہر نہ کھا جانا

اس عشق کے رستہ میں ویرانہ بھی ملتا ہے — بتخانہ کے جانے میں کعبہ کو بچا جانا

اجڑے ہوئے دل پر بھی ہر اک کی نہیں قسمت — گنجینۂ مخفی کو ویرانہ میں پا جانا

مرکر تو کہیں جانا آنا نہ کسی جا سے — کچھ قبر میں دم لیکر پھر پیٹ میں آ جانا

ہیں قبر و شکم اس جا جاتے ہیں یہاں مرکے — کیا وہم کا چکر ہے دھوکا نہ تو کھا جانا

ہے رنج کا گھر دنیا بچ اس کی محبت سے — آتا ہے تو خود رونا جاتا تو رلا جانا

آیا ہے جو دنیا میں کر خلق کی کچھ خدمت — اس خانۂ ویران کو آباد بنا جانا

میں تو سے جو ہم چھوٹے اور حق پہ نظر جب کی — جانا نہ اسے اچھا اس کو نہ برا جانا

اسرار محبت سے ہوگا نہ محب واقف
معشوق کو عاشق سے گر تو نے جدا جانا

کہاں ہے دونوں عالم میں دل بیتاب اپنا سا — جو دیکھا رہ گیا منہ دیکھ کے خود سیماب اپنا سا

تجھی کو دیکھتے ہیں جاگتے ہیں اور سوتے ہیں — نہ دیکھا غار کے اصحاب نے بھی خواب اپنا سا

ہمارا عشق لاتا ہے خبر سات آسمانوں کی — مہندس تو دکھائے کوئی اصطرلاب اپنا سا

بتوں کی ابروں نے گوشۂ زاہد میں کہا جھک کر — کہاں بیت خدا میں ہے خم محراب اپنا

وہ عین ذات ہے سارے مراتب اس کے اندر ہیں — نہ سمجھیں عارف کامل کو شیخ و شاب اپنا

سمائے ہر دو عالم ایک مٹی کے پیالے میں — نہ تھا دارا و جم کے پاس جام آب اپنا

محب کچھ ہم سے پوچھو اشک ہجر یار کی قیمت — نہ پایا بحر عمان میں درنایاب اپنا

مرنے سے پہلے نیزہ حرص و ہوا کے مارا — تیشہ بقا کا ہمنے سر پر فنا کے مارا

بتخانہ میں تو اسکو جاتے ہی ہمنے دیکھا — برسوں سر ہوس کو در پر خدا کے مارا

حکم قضا کو ہر دم پیش نظر جو رکھتا — سنگ رضا کو ہمنے سر پر دعا کے مارا

آزاد ہو چکے تھے پھر زلف میں پھنسایا — پردے میں تو نے ظالم ہمکو وفا کی مارا

تیرے مریض غم کو صحت سے کیا غرض ہے — الٹا پیالہ منہ پر اس نے دوا کے مارا

سیئات ہو گئے سب حسنات سے مبدل — نیزہ جو ہو کا ہمنے دل پر خطا کے مارا

جب عاشقی میں مر کر ہمنے حیات پائی — تیر بلا جو آیا سر پر قضا کے مارا

سمجھے خودی کے کرتب سر پر بلا جو آئی — صبر و رضا کا پتھر جور و جفا کے مارا

نازک مزاج گل میں آتی ہنسی نہ گرتا — غنچے نے بھی چٹک کر تھپڑا صبا کے مارا

ہر حادثہ کو دم میں اللہ ہو کی زد ہے — چکر نے تو فلک کی سر پر بلا کے مارا

چھپنے میں بھی محب ہے ہر آن خود نمائی
پردہ سے اس صنم نے آنکھیں دکھا کے مارا

زمانہ ہے یہ آشنائی کا جھوٹا — ہے بھائی سے برتاؤ بھائی کا جھوٹا

جو بندے ہیں فرعون حرص و غضب کے — وہ کرتے ہیں دعوی خدائی کا جھوٹا

گیا شیخ کعبہ کو چھپکر بتوں سے — طریقہ ہے یہ رہنمائی کا جھوٹا

انا الحق کہے اور خود کو بھی رکھے — دوئی میں ہے دعوی خدائی کا جھوٹا

یہ چھوڑا ہے دنیا نے کچھ منہ لگا کر — پیالہ نہ پی پارسائی کا جھوٹا

نہیں بیغرض تو قو الزام تیرا — یہ دنیا پہ ہے بیوفائی کا جھوٹا
جو پہنچا ہے در کا نشاں کچھ بتاۓ — دگر نہ ہی دعوی رسائی کا جھوٹا
گداؤں کی تجھ میں نہیں خاکساری — مرقعہ ہے بر میں گدائی کا جھوٹا

خدا سے نہیں شرم جسکو محب ہے
خیال اوسکو ہے جگ ہنسائی کا جھوٹا

ق جاناں نے ہمیں روز ازل میں مارا — ہمنے بھی تیر بلا قلب اجل میں مارا
ر دو عالم کے متاعوں کو کیا ترک مگر — ایک الماس محبت کو بغل میں مارا
ں کو دنیا میں لگا نیسے پریشان ہیں خیال — سنگ کیا خانہ زنبور عسل میں مارا
وک سے پیاس ہے ہمنے بھی ہزاروں دفعہ سے — نفس سرکش کو بہت دشت و جبل میں مارا
نس سرکش سے تو ہیں رستم و سہراب بھی زیر — یہ ترا افضل تھا جو دیو کو پل میں مارا
شمن نفس تو برسوں میں نہیں مرتا ہے — کس نے دنیا میں کہو آج میں کل میں مارا
را بیمار محبت تو نہ مرتا برسوں — انتظاری نے تری آج میں کل میں مارا
ادتے حاملہ دہر سے پیدا یہ ہوۓ — ہمنے نالہ کو جو شب برج حمل میں مارا
دت جب آئی تو دم بھر کی بھی مہلت نہ ملی — آرزو نے ہمیں مکر و دغل میں مارا
بھو پڑوں میں گئے سو بار غریبوں کے مگر — پاؤں ہمنے نہ کبھی قصر و محل میں مارا

متوکل ہوۓ تدبیر کے چکر سے چھٹے
تیشۂ فقر محب پاۓ جبل میں مارا

ن ہے دنیا میں جو طالب نہیں دیدار کا — ہے وہی نظروں میں لیکن وہم ہے اغیار کا
ہ رہی غفلت ان آنکھوں پر بھی کیا اندھے ہے — دیکھتے تو ہیں لیکن آتا نہیں دلدار کا
نت و غلمان و حوران بہشتی مال و جاہ — تو نہیں گر پاس تو ساماں ہیچ ہے ادبار کا
ل و دولت حسن صحت پر عبث ہے تجھکو ناز — چھاؤں ہے بدلی کی یہ سایہ ہے یا دیوار کا

ہر نفس آتے ہیں دل میں غیب سے اسرار ہو — ہوسیت تک سلسلہ پہونچا ہے دم کے تار کا

زشتی و خوبی ہیں دونوں گلشن ہستی کے رنگ — دامن گل ہے یہاں اور ہاتھ ہے ہر خار کا

تارک شہوت حسینوں کے گلے کا ہار ہے — ڈر نہیں گر دانت زہریلا جو توڑا مار کا

کی عبادت تو بہت سمجھے نہ مکر نفس کچھ — موت تک چھوڑا نہ دانہ موش نے انبار کا

چشم بلبل ہو تو دیکھے جلوہ ہائے حسن گل — زاغ دیکھے کیا ان آنکھوں سے سماں گلزار کا

تابش خورشید وحدت ہر محل میں اور ہے — دیکھ لے شمس و قمر میں فرق نور و نار کا

کچھ عجب بیداری دنیا بھی آفت ہے محب
حال غافل سے بھی بدتر ہے یہاں ہشیار کا

گڑھا ہے سرزمین عشق میں اول قدم میرا — زمیں ہے تا فلک ہر زدہ ہے لوح و قلم میرا

بڑا ہے کیا خاک میدان حقیقت میں قدم میرا — زباں بشگافتہ سے پاشکستہ ہے قلم میرا

حقیقت خاک کے پتلے کی کیا اہل زمیں سمجھیں — کوئی پوچھے فلک کے رہنے والوں سے حشم میرا

مزہ کچھ برہنہ پائی کا پایا دشت الفت میں — کہ خارستان راہ عشق ہے باغ ارم میرا

کہیں ہستی بھی ہوتی نیست ہے کچھ غور کر دیکھیں — وجود رنگ ہائے مختلف ہے ہر عدم میرا

برنگ شمع راتوں کو جلا ہوں بزم الفت میں — چراغ راہ دشت عشق ہے نقش قدم میرا

رحم میں پانچ بدلیں صورتیں کیا ایک نطفہ سے — شجر میں سنگ میں حیواں میں تھا اول جنم میرا

تری در کی گدائی سے ملا وہ رتبۂ اعلیٰ — کہ شاہ ہفت کشور ہے غلام بے درم میرا

خدا و خلق دونوں میری ہستی میں سمائے ہیں — بنائے ہر دو عالم ہے جہاں میں ایک دم میرا

کہاں تک لے گیا یہ عشق مجھکو کوئی کیا سمجھے — فرشتے بھی نہیں پہونچے جہاں پہونچا قدم میرا

مجھے لیجائیگا جنت میں یا دوزخ کی آتش میں
محب اس زندگانی میں غضب میرا کرم میرا

برسا دہ ابر مہر خدائے لطیف کا — اچھا سماں ہے دل کی ربیع و خریف کا

ارض و سما سے بار امانت نہ اٹھ سکا
دیکھا یہ زور آپ نے عبد نحیف کا

اپنی خودی کو چھوڑ کے مٹ جائے غیریت
اس انجمن میں دخل نہیں ہے حریف کا

رہتی نہیں دلوں میں خلف کے سلف کی یاد
اگلوں کو گر خیال نہیں ہے ردیف کا

کیا خاندان نسل پہ کرتا ہے یہ غرور
اعمال میں رذیل کے نطفہ شریف کا

ہل من مزید نفس ہے ہیں غیر پُر شکم
حلق وہ وہاں بھریگا ابد تک عتیق کا

تن پروری سے آئینہ دل بھی ہے سیاہ
پڑتا ہے شمع عقل پہ پرتو کثیف کا

قدر گراں کوہ ثبات قدم سے ہے
کیا اعتبار خلق میں وزن خفیف کا

آفت زدہ بھی غیر ممالک کے کر مدد
محدود کر نہ ملک میں چندہ ریلیف کا

ہوتی محبت ہے سب طرف تو بہت پسند
لیکن ہے بار طبع کی رستہ ظریف کا

تحفہ ہے حسن حقیقی کے خریداروں کا
مول ذرہ کے برابر نہیں مہ پاروں کا

جو تری راہ میں ہو جاتے ہیں گھل کر تنکا
سر پہ رکھتے ہیں قدم پھول الغیض خاروں کا

اپنے مستوں کو پلاتا ہے وہ خود آپ شراب
زاہد و قرب فرائض ہے یہ میخواروں کا

اسکے ہیں یہ نوشاہ کے یا بستر گور
حال شادی و غمی ایک ہے ان ہاروں کا

سب خریدار اسی ایک کے ہیں شاہ و گدا
وہی یوسف ہے یہاں حسن کے بازاروں کا

قطب عالم ہے تو ہی دیکھ ذرا تو دل میں
ثابتوں کا تو ہی مرکز تو ہی سیاروں کا

نہ فلک ہی کی ہیں کچھ اور نہ زمیں کی خبریں
ہے وجود اور عدم ایک ان اخباروں کا

چار عنصر تھے رسالت کے یہ چاروں اصحاب
تھا مزاج ایک حقیقت میں مگر چاروں کا

یوں تو ہوتے ہیں زبانوں سے بہت دوست مگر
امتحان روز مصیبت ہے مگر یاروں کا

دردمندی سے جہاں میں ہے وجود صحت
سر پہ احسان مسیحا کے ہے بیماروں کا

مرض عشق سے جاتا ہے جنون دنیا
سر پہ رکھتے ہیں قدم سب ترے بیماروں کا

نارا فروختہ عشق ہے گلزار خلیل
خوف کیا دل میں محبّ لالہ کے انگارونکا

صنم کی یاد سے سارا جہاں بھلا دینا
جو دل دیا ہے تو الفت بھی اسے خدا دینا

طریق عشق بتاں راہبر سکھا دینا
حرم سے دیر کا رستہ ہمیں بتا دینا

نہ اپنی یاد رہے اور نہ سدھ پرایٔ کی
مجھے ہیج وہ بیہوش کن دوا دینا

نہ چونکے عشق سے گر مبتلائے درد فراق
تو اُس کے مصحف رخسار کی ہوا دینا

الٰہی طالب دیدار کو نہ رکھ محروم
دعا جو دے بھی تو درویش یہ دعا دینا

جو کچھ وہ شوخ کرے سب ہے حسن خوبی ناز
کہیں تو جان کا دینا کہیں دغا دینا

یہ مہر و قہر تھی کس کی جو ہو گیا آساں
ہمیں تو جاں کا دینا اسے دغا دینا

گداز سوز محبت ہوں آتش رُخ کا
بجائے دفن کے لاشہ مرا جلا دینا

ہم اسکی یاد میں سوتے ہیں یا دن بھلا کر
جو آئے صبح قیامت ہمیں جگا دینا

یہ خوب آپ نے سیکھی ہے آجکل تہذیب
بٹھانا اسکو ہمیں شرم سے اٹھا دینا

تجھے دیا ہے جو دل دوسرے کو کیا دینگے
جو دوسرا ہو کوئی اور تو بتا دینا

کیا تھا وعدہ جو روز ازل محبت کا
وہ اس چمن میں محبّ یاد انھیں دلا دینا

نہ حرم میں نہ عرش پر دیکھا
دل میں مسکن خدا کا گھر دیکھا

مہر کی سرو قامتوں سے امید
کس نے شمشاد میں ثمر دیکھا

انتہا عالموں کی کچھ نہ ملی
نظر غور سے جدھر دیکھا

عاشقوں پر ہے خلق پروانہ
سوزشں دل کا یہ اثر دیکھا

جس دنیا سے بھاگنے کے لئے
تیری الفت کا ایک در دیکھا

شمس وحدت ہوا جو دل میں طلوع
بحر ٹے ہوتے ہوئے قمر دیکھا

فخر شاہاں ہے ان کی پابوسی — تیرے قدموں پہ جنکا سر دیکھا
ایک جلوے نے کر دیا بیہوش — کس کو موسیٰ نے طور پر دیکھا
گر پڑے غش سے طور پر موسیٰ — جب اسے بھر کے اک نظر دیکھا
جس کو کچھ بھی خبر ہوئی اس کی — اس کو دنیا سے بے خبر دیکھا

جب خودی مٹ گئی تو خود کو محب
ذرے ذرے میں جلوہ گر دیکھا

پیکر شراب عشق میں فرزانہ بنگیا — سمجھے غلط ہیں لوگ کہ دیوانہ بنگیا
مستی کا بعد مرگ یہ باقی رہا اثر — میں خاک ہوکے ساغر و پیمانہ بنگیا
پابوسی صنم کی رہی مرکے بھی ہوس — میں سنگ آستانہ جانانہ بنگیا
بیت الحرم کی طرح سے جو دل تھا ہو کا گھر — عشق بتاں کے فیض سے بتخانہ بنگیا
دل ایک اور اس میں ہزاروں ہی جلوۂ حسن — کعبہ جو تھا خدا کا وہ بتخانہ بنگیا
وہ دیکھتا ہے طور کی ہر دم تجلیاں — جو شمع روئے یار کا پروانہ بنگیا
گذرا تھا حال دل پہ جو درد فراق میں — وہ اہل دل کیواسطے افسانہ بنگیا
خلوت میں وہ یگانہ تھا اللہ رے رشک غیر — دیکھا جو مجھکو بزم میں بیگانہ بنگیا
بویا زمین دل میں تیرے عشق کا جو بیج — صد خرمن حیات وہ اک دانہ بنگیا
دل میں جو اس پری کا تصور رہا مدام — اجڑا ہوا مکان پری خانہ بنگیا

آباد دل ہوا جو محب اسکی یاد سے
رشک جناں و خلد وہ ویرانہ بنگیا

ہو گیا آہ وہ جوش دل قاتل ٹھنڈا — حشر تک ہوگا نہ افسوس یہ بسمل ٹھنڈا
غم و شادی جہاں سے تو بری بھی اور طپش پر — دمبدم یاد سے تیری یہ ہوا دل ٹھنڈا
رخ جاناں کا تو جلوہ ہے سراپا لیکن — گرم ہے مہر فلک اور یہ مہ کامل ٹھنڈا

خاکساری سے بجھا آتشِ خشم و شہوت
کرۂ نار ہو جائے خم گل ٹھنڈا

لوئے عشق کی تاثیر تو دیکھا اے لیلیٰ
آہِ مجنوں سے ہوا دشت میں محمل ٹھنڈا

اتنے پردوں پہ بھی وہ تابِ رخِ جاناں ہے
کہ ہے خورشیدِ فلک جس کے مقابل ٹھنڈا

دیکھ لے چہرۂ خورشید میں ہیں داغِ سیاہ
گرمیٔ حسن سے رخ سرخ ہے اور دل ٹھنڈا

ہاتھ سے اپنے جو دے لطف سے پیتا ہی کبھی
گرم پانی بھی ہوا اے حور شمائل ٹھنڈا

جان بچتی ہے ذرا شربتِ دیدار پلا
ہو چلا ہے تیرے ابرو کا وہ گھائل ٹھنڈا

سرد مہری بھی تیری کام کیا کرتی ہے
کام تو خشک ہے لیکن لبِ ساحل ٹھنڈا

خوبروئی کی زکوٰۃ اس کو محبؔ دینی ہے
اپنے دیدار سے کردے دلِ سائل ٹھنڈا

عالم سے جو غافل ہے وہ ہشیار ہوں تیرا
مالک ہے جو کوثر کا وہ میخوار ہوں تیرا

پھولے ہیں جہاں کل گلِ اسمائے الٰہی
میں گلشنِ عالم میں وہ گلزار ہوں تیرا

کہتا ہے وہ بت دیکھ کے خود کو یہ خدا سے
تو مجھ میں ہے میں مخزنِ اسرار ہوں تیرا

دل لیکے وہ کہتے ہیں یہ کس ناز و ادا سے
کیا دل کی شکایت کریں دلدار ہوں تیرا

تو جان سے الطف ہیں گل و آب میں غلطاں
کس منھ سے کہوں طالبِ دیدار ہوں تیرا

زر دے کے تو یوسف کو زلیخا نے خریدا
میں نقدِ دل و جاں سے خریدار ہوں تیرا

کیا آج نیا دامِ محبت میں پھنسا ہوں
صیاد ازل سے میں خریدار ہوں تیرا

یہ دردِ محبت ہے دوائے غمِ دنیا
بھاگے جو طبیبوں سے وہ بیمار ہوں تیرا

عالم کے حوادث ہیں مری ذات میں مطبوع
ردّی نہ سمجھ مجھکو میں اخبار ہوں تیرا

اغیار سے امیدِ رفاقت کی کہاں ہے
جو غار میں ہمراہ ہو وہ یار ہوں تیرا

لکھا ہے محبؔ جامِ محبت کو یہ پیکر
اے چشمِ فسوں ساز میں سرشار ہوں تیرا

چڑھ گیا ہے زنگ دل پہ صحبت اغیار کا
کچھ نیا انداز ہے گفتار کا رفتار کا

مذہب و ملت ہیں نو ایک تقویم کہن
نام بھی باقی نہیں اب سبحہ و زنار کا

مسجدیں موجود ہیں لیکن نمازی ہیں کہاں
اس زمانہ میں جماعت نام ہے دو چار کا

کیا الوہیت رسالت بھی ہے کوئی چیستاں
پوچھنا انکا نہیں ہے کام دنیادار کا

نوجوانوں کو نہیں اعمال کا کچھ بھی خیال
مٹ گیا ہے خوف کیا دل سے عذاب نار کا

حق کو باطل اور باطل کو سمجھتے ہیں حق
یہ نتیجہ ہے غلط تعلیم کے معیار کا

مادہ کہتے ہیں جسکو وہ ہے باطن کا ظہور
آئینہ کا عکس ہے سایہ ہے یا دیوار کا

کونسی شے ہے نہیں جسکا کوئی باطن یہاں
جسم ظاہر ہے یہ آلہ روح کے اظہار کا

روح نامحسوس حاکم اور ہے محکوم جسم
ہاتھ کرتا ہے وہی جو حکم ہے مختار کا

مادے میں ہے کہاں افہام عقل و شعور
ہے اسی انڈے کے اندر خالق اپنے مردار کا

فلسفی کہتا ہے قوت جسکو وہ ہے ذات حق
مادہ کہتا ہے جسکو وصف ہے اس یار کا

باغ عالم میں اسی اک ذات کے ہیں رنگ و بو
تخم کی ہستی سے ہے نشو و نما اشجار کا

انتظار حشر زاہد کو محب کو دید ہے
فلسفی ہے سنگ جسکو حس نہیں دیدار کا

عشق جس دل میں نہیں کچھ بھی رخ دلدار کا
اس سرائے دہر میں گھر ہے وہی ادبار کا

زاہدا دنیا میں آکر مئے پرستی ہے ضرور
ہے یہی وقت آخر صوم کے افطار کا

دیکھتا تو ہے مگر تجھ کو نہیں پہچانتا
فلسفی اندھا ہے جو قائل نہیں دیدار کا

آتش نمرود سوز عشق سے ٹھنڈی ہوئی
پوچھ ابراہیمؑ سے حال آتشیں گلزار کا

اک حقیقت جلوہ گر ہے سارے عالم میں مگر
فرق ظاہر بین کے نظروں میں ہے نور و نار کا

لا الہ اور الا اللہ سے ثابت ہوا
ہے کہیں انکار کا مذہب کہیں اقرار کا

ہے ارادہ خلق کا حق کی مشیت کا پیام
سلسلہ اجسام سے تا ہویت ہے تار کا

گبر ہو قطب زماں منصور ہو مصلوب دار
دوست دشمن کا کبھی ہے اور دشمن یا

چھوڑ کر ساری کتابیں دیکھتا دلکو رہا
مل گیا مجھ کو پتہ جب مخزن اسرا

صاف کر اللہ ہو کے ذکر سے دل کو مدام
آئینہ ہے یہ محل خورشید کے انوا

خواہ بت کو پوج یا بیت الحرم کا کر طواف
ایک ہی رشتہ یہاں ہے سبحہ و زنا

اتنا کہنے پر کہ میں حق ہوں ہوئے منصور قتل
صم و بکم کا محل ہے یہ نہیں گفتا

چھوڑ دے اپنی خودی اور جا کر اسپر فدا
سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے یہ محبؔ ایثار کا

مشغلہ جنکو نہیں دنیا میں کچھ اخبار کا
کیا مزا آتا ہے ان کو صحبت و گفتار

بے عمل کے فائدہ اس وعظ سے کیا واعظو
ہے اثر گفتار میں ہر شخص کے کردا

رفتہ رفتہ ذاکر و مذکور ہو جاتے ہیں ایک
فائدہ یہ ہے خدا کے نام کی تکرا

قوم کی امداد سے کرتے ہیں رہبر کام سب
فتح کرتی فوج ہے اور نام ہے سرد

آپ ہی کے زیر فرماں ہیں سب ارض و سما
شاہ کرتا ہے وہی جو حکم ہے سرکا

نیک ہوتا ہی نہیں جس کی طبیعت ہی بری
صحبت گل سے بدلتا رنگ ہے کب خا

عاشقی ہے وہ مرض جسپر ہے یہ صحت نثار
خود مسیحا چومتا ہے پاؤں اس بیما

یہ مقابر ہیں گذشتہ زندگیوں کے نشان
فرض ہے اخلاف پر ابقا قدیم آثا

راہ گم کردہ ہیں رہبر اور ہادی اہرمن
پوچھتے ہو حال کیا اس قوم کے ادبا

پہلے اپنے نفس کے پنجہ سے تو دلکو چھڑا
نام پھر لینا زباں سے ملک کے احرا

اصل سب کی ایک ہے نظروں سے پوشیدہ مگر
فرق ہے اشجار میں برگ و گل و اثما

ہم نہیں کہتے نہیں اس ملک میں سچے مگر
کیا ہزاروں میں شمار ان بے غرض

تو چھپائے بھی تو چھپتا عشق کب ہے اے محبؔ
گفتگو سے تیری چلتا ہے پتہ افکار کا

قطعہ

پہلے حجر تھا بعد حجر سے ہوا شجر ‏ حیواں سے رفتہ رفتہ میں انسان ہو گیا
پہلے ملک تھا کرتے تھے طفلی میں پیار سب ‏ اعمال بد سے حیف میں شیطان ہو گیا
رکھا جو میں نے اس چمن دہر میں قدم ‏ ہر گل ہزار جان سے قربان ہو گیا
سر پہ مجھے بٹھایا کبھی گود میں لیا ‏ میں سب مکاں والوں کا ارمان ہو گیا
بے مانگے میری ہوتی تھیں سب حاجتیں روا ‏ بے میری جد و جہد کے سامان ہو گیا
بڑھنے لگے جو مجھ میں غضب شک حرص و ضد ‏ ہر شخص مجھ سے گھر میں پریشان ہو گیا
دوڑا میں جسکے پاس بہ امید لطف و مہر ‏ کترا گیا وہ راہ کہ انجان ہو گیا
مجھ کو نہ یہ سمجھ تھی کہ دشمن ہے نفس بد ‏ کہتے تھے لوگ طفل یہ شیطان ہو گیا
آخر کیا پدر نے جو مکتب میں مجھکو قید ‏ استاد کے ادب سے میں انسان ہو گیا
پڑھ لکھ کے مولوی ہوا اور حاجی بھی بنا ‏ علم و عمل کے فیض سے رحمان ہو گیا
پیری میں جو آئی پیر مریدوں کا میں ہوا ‏ فضل خدا سے حق کا بھی عرفان ہو گیا
اس کی مدد سے طے ہوئیں منزلیں کڑی ‏ دشوار جو سفر تھا وہ آسان ہو گیا

حاجت نہیں کسی سے کسی چیز کی مجیب
میں بینوا تھا غیب سے سامان ہو گیا

بے عشق یار کفر یہ ایمان ہو گیا ‏ دیر و حرم میں جا کے پریشان ہو گیا
زاہد کو کیا حقیقت و عرفان سے غرض ‏ جنت کے واسطے وہ مسلمان ہو گیا
دنیا میں آخرت کی مسافر کو فکر کیا ‏ پہلے سے آکے جا بجا سامان ہو گیا
آخر ہوا تصور دلدار دل نشین ‏ مالک ہمارے گھر کا یہ مہمان ہو گیا
میں باوجود نطق کے حیواں سے پست تھا ‏ لیکن تمہارے عشق سے انسان ہو گیا

دل میں کیا جو مصحفِ رخسار کا خیال
میں رفتہ رفتہ آپ ہی قرآن ہو گیا

جز وصل آئی اور اگر دل میں آرزو
پردہ یہ درمیاں میں ارمان ہو گیا

بسمل کی طرح ہم تو تڑپتے رہے ادھر
گزرا جو پاس سے بھی تو انجان ہو گیا

مارے گئے جہاد میں کافر ہوئے وہ پاک
دنیا کے حق میں مرگ یہ احسان ہو گیا

تیرے ہی نور کی تو تھی اس شمع میں جھلک
پروانہ گرد پھر کے جو قربان ہو گیا

وقتِ کشادِ چشم تھی جو غیر پر نظر
ہر گل کا چاک خار سے داماں ہو گیا

ہے بعد مرگ وعدۂ دیدارِ روئے یار
مرنا ہمارے واسطے آسان ہو گیا

نکلا نہ خارِ غیرتِ حق جو آنکھ سے
ہنستے ہی چاک گل کا گریبان ہو گیا

ہر گل میں دیکھتا ہوں مصحف صاف روئے یار
یہ خار زار مجھ کو گلستان ہو گیا

دشمن ہمارے دل کا یہ ارمان ہو گیا
دنیا کی کشمکش سے پریشان ہو گیا

زرخیزیوں کا علم معادن کی کیا شمار
معمور کان زر سے بیابان ہو گیا

مسدود باب صنعت و حرفت جہاں ہوئے
وہ ملک چند سال میں ویران ہو گیا

دنیا قبول عام کی یہ جوش ہے خیر
برپا مخالفت کا جو طوفان ہو گیا

کیا اختیار آئینِ جانبین دخل کیا
خود زیست اور مرگ کا سامان ہو گیا

قسمت خلاف ہو تو بنے کام کوئی کیا
ہر خار دشت جسد کا پیکان ہو گیا

نیستی میں کیا عروج ہے گرنا محال ہے
دم میں ملک بھی کفر سے شیطان ہو گیا

اڑنا ہوا میں کیا ہے زمیں آسماں پہ جا
جس کو محال سمجھے تھے امکان ہو گیا

دنیا میں آ کے بھول گئے اس کو حیف ہے
کیا آج وہ الست کا پیمان ہو گیا

ہم روز و شب بدلتے ہیں سو رنگ دم بدم
ثابت ہماری شان میں فی الشان ہو گیا

جھگڑے بہت خدا سے فرشتوں نے کیا علی
آخر خلیفہ حق کا یہ انسان ہو گیا

کل یوم ہو فی الشان

تعلیم و تربیت سے ہوئیں عورتیں درست
وحشت سرِ امکان بھی پرستان ہو گیا

ہر رنگ و بو کے ہیں گل مضمون یہاں محبّ
رشک چمن یہ آپ کا دیوان ہو گیا

گھر خدا کا ہو گیا جب دیر ویرانہ ہوا
یہ کرامت ہے بتوں کی کعبہ بتخانہ ہوا

نام سے ہے آشنا صورت سے بیگانہ ہوا
زاہد اللہ اللہ کہتے کہتے دیوانہ ہوا

اس پری کے عشق میں جو شخص دیوانہ ہوا
عاقلان دین و دنیا سے بھی فرزانہ ہوا

تخم مردہ خاک میں گر کر اٹھا یہ حشر ہے
آخرت یہ ہے کہ پھر مر کر وہی دانہ ہوا

کچھ خدا کو زاہدو! یہ مے پرستی ہے پسند
مسجدیں ویراں ہوئیں آباد میخانہ ہوا

اس تکدو سے بھرا کاسہ نہ تیرا اے فلک
اسکے رندوں کا مگر خالی نہ پیمانہ ہوا

ترک دنیا کرکے جب سے کی فقیری اختیار
کلبۂ احزن مرا شاہوں کا کاشانہ ہوا

گنج مخفی عشق کا اسوقت دل ہی میں ملا
جب یہ گھر آباد تیرے غم سے ویرانہ ہوا

نام کو ہے یہ فقیری اصل میں شاہی ہے یہ
تھا گدایانہ جو دل پہلے وہ شاہانہ ہوا

محو حیرت آئینہ ہردم تھا اسکے سامنے
اور اس کے سر پہ چڑھ کر دست رس شانہ ہوا

منھ لگایا جسنے تو ہردم روبرو تھا آئینہ
سر چڑھایا جسنے بہت معزز یہ شانہ ہوا

اس پری کے عشق میں دیوانگی اتنی بڑھی
سارا عالم میری نظروں میں پریخانہ ہوا

کلفت ہر دو جہاں سے تب میں چھوٹا اے محبّ
عقل والوں کی نظر میں جب میں دیوانہ ہوا

اے بے خبر بتا تو کب تک یہاں رہیگا
ٹھہرا سرا میں کبتک یہ کارواں رہیگا

کرتا ہے عمر اپنی کیوں صرف آب و گل میں
کیا مال کیا عمارت کیا خانداں رہیگا

کیا گھر بنایا پکا اپنی نہ پختگی کی
تیرا نشاں نہ ہوگا لیکن مکاں رہیگا

مٹی میں ملکر آخر ہو جائیگا یہ مٹی
معبود تیرا کب تک یہ جسم و جاں رہیگا

کبتک پڑا رہیگا چکر میں تو دوئی کے — ہستی سے اپنی کبتک تو بدگماں رہیگا

سمجھا ہے خود کو مالک بھولا ہے میزباں کو — مہماں سرا میں کبتک تو میہماں رہیگا

تجھکو عمارتوں کی ہے پختگی کا سودا — کیا یہ زمیں رہیگی کیا آسماں رہیگا

جبتک ہے عشق اسکا آباد ہے یہ عالم — ٹھنڈی ہوی جو آتش پھر کیا دہواں رہیگا

ہے تیرے اور اس کے مابین نفس حایل — گر تو نے اس کو توڑا پردہ کہاں رہیگا

جنگ و وبا سے ہر دم ستھراؤ ہو رہا ہے — ان سخت آندہیوں میں کیا گلستاں رہیگا

یہ جوش نفس کبتک یہ بزم عیش کبتک — بوڑھا کبھی نہ ہوگا کیا تو جواں رہیگا

آئیگا ٹھوکریں کھا جب موت کا فرشتہ — کس بل پہ اپنے نازاں کیا پہلواں رہیگا

یہ سب محجب ہیں اس کے نام و نمود ہستی
سمجھا غلط ہے تیرا نام و نشاں رہیگا

دل سے شیخی کا شیخ بل نہ گیا — خود پرستی کا یہ خلل نہ گیا

حیف اس عشق کی تجلی سے — طور کی طرح دل یہ جل نہ گیا

ان گلوں بلبلوں کے میرنسے — رنگ گلزار کچھ بدل نہ گیا

وقت گریگا آگیا جب دم — دستگیری سے بھی سنبھل نہ گیا

نہیں توبہ کا وقت ساعت مرگ — کچھ عذاب لحد تو ٹل نہ گیا

بندشوں سے عمل کے چھٹ جاتا — سرحد نفس سے اچھل نہ گیا

وہی کرتا یہاں ترقی ہے — جس کا بیکار ایک پل نہ گیا

گردش آسیا سے وہ نہ بچا — جو ہر اک کالبد میں ڈھل نہ گیا

اُٹھ کے گر پڑنے سے وہ رہا محفوظ — مثل فوارہ جو ابل نہ گیا

ہر مسافر سرائے دنیا سے — آج تو جائیگا جو کل نہ گیا

مہر اور قہر کے ہیں وقت جدا — پیش سلطان بر محل نہ گیا

عمل بد کے دیکھ کر انجام — کیا کلیجہ تیرا دہل نہ گیا
صحبت یار میں تھے کچھ اغیار — دل سے میں نے کہا کہ چل نہ گیا

اے محب فلسفہ کی بستی میں
اب عرفاں کا کوئی نل نہ گیا

ورد زبان خلق ترا نام ہوگیا — بیماریوں سے نفس کی آرام ہوگیا
مرتے ہی اس جہان سے پیدا ہوا نیا — آغاز زیست مرگ کا انجام ہوگیا
دنیا کی نامرادیاں اسباب وصل ہیں — ناکام جب ہوا تو مرا کام ہوگیا
سمجھا نہ تھا دروغ کی دنیا ہیچ خواں — میری ہستی سے مورد دشنام ہوگیا
اٹھے تو اسکا ذکر ہے سوئے تو اسکی یاد — عاشق کا شغل یہ سحر و شام ہوگیا
دنیا کی خواہشوں نے کیا آخرش ہلاک — سمجھے تھے جسکو دانہ وہی دام ہوگیا
وہ ہاتھ ہے دماغ خدائی سے بھی بلند — عرش استوں کی بتوں کا لب بام ہوگیا
اللہ رے ضیا رخ ساقی کے عکس سے — دم بھر میں آفتاب مرا جام ہوگیا
آیا عدم سے اور گیا رہ کے چند روز — پختہ سفر کے تجربہ سے خام ہوگیا
دولت ملی تو صرف گناہوں میں ہوئی — قہر و عذاب بخشش و انعام ہوگیا
رسوائے جہاں ہے ہدایت کا راستہ — جب نام کی ہوس ہوئی بدنام ہوگیا
آخر جو کفر تھا وہ ہوا ملت جہاں — کہنے سے راز عشق بھی اب عام ہوگیا

رہتا محب ہے اس گل خنداں کا جا بجا
میں زشت رو تھا عشق سے گلفام ہوگیا

داغ حسن میں ہے ناز کبریائی کا — بتوں کو کیوں نہ ہو دعوی یہاں خدائی کا
مئے طہور قصور بہشت وصل حور — یہی مآل ہے زاہد کی پارسائی کا
ہزار پردوں کو حسن ازل نے چاک کیا — کمال جوش ہے ہر گل میں خودنمائی کا

خدا کی راہ میں کر جہد چھوڑ دنیا کو
اگر ہے شوق تجھے قسمت آزمائی کا

خزاں میں ہو گیا میں اُس کے اب گل سبز
ملا یہ پھل مجھے اس گل کی آشنائی کا

برنگ سرو ہیں باد خزاں سے ہم آزاد
ثمر بہار ہے اس گل کی آشنائی کا

ہزار رنگ میں آئے بلبلو نہاں ہے عجب جو
وہ ایک داغ گلوں میں ہے بیوفائی کا

خدا کے سامنے بھی جو جھکے نہ سر عشق
اسے ہے فخر ترے در پہ جبہہ سائی کا

جہاں خدا کی پہنچ بھی نہ تھی وہ بت پہونچا
یہ حال پوچھ لے جبرئیل رسائی کا

ازل سے عاشق و معشوق ایک جان و جسم
خیال خام ہے آپس میں پھر جدائی کا

خدا و خلق خدا سے ہو جس کو استغنا
نبی کو فخر ہے اس فقر و بینوائی کا

یقیں سمجھ کہ ہیں جنت کے اس مقام میں لوگ
جہاں کے نام بھی آتا نہیں برائی کا

زباں کو روک محب کر نہ راز عشق کو فاش
کہ یہ مقام دوئی کا ہے اور جدائی کا

عاشق شیدا نے جتنا راز دل اخفا کیا
اتنا ہی رنگ رخ بیمار نے افشا کیا

تھی سر منصور سے وابستہ دنیا کی نجات
دی صدا اس نے انا الحق کی تو کیا بیجا کیا

جب نہیں موجود غیر حق تو کیا الزام ہے
کیا انا الحق کا غلط منصور نے دعوی کیا

عشق کے بندہ کو اپنی بندگی سے کام ہے
جو کیا بندہ کے حق میں اس نے وہ اچھا کیا

ہیں اوسی اولاد آدم میں بہت شیطان و جن
آدمی نے آدمی کو اس جگہ اغوا کیا

ہمت عالی آدم نے اوٹھایا بار عشق
جو نہ گردوں سے ہوا وہ کام خود تنہا کیا

ہیں کہاں جن و ملک ارض و فلک میں سوز عشق
آدمی کو آدمی کے عشق پر شیدا کیا

جز مسلمانوں کے دنیا میں نہیں ہے قوم اور
جس نے وقت جنگ پاس خاطر اعدا کیا

اس انا الحق کی صدا نے کر دیا افشائے راز
کیا ہوا منصور کو گر دار پر رسوا کیا

اہل غیرت تو اپنوں کو بھی کرتے ہیں جدا
ہے موحد وہ کہ جس نے غیر کو اپنا کیا

ہیں وہی فرہاد شیریں دہر زنا میں مگر کون جانے کس نے پہلے عشق کا چرچا کیا
عمر بھر رکھا مجھے غفلت میں یاد یار سے وائے حب زر زمین و زن یہ تو نے کیا کیا

گرم دایم ہے محب عالم میں یہ بازار عشق
ایک مجنوں اٹھ گیا تو دوسرا پیدا کیا

دل سے جب غیریت کا بار اٹھا تنگی قبر کا فشار اٹھا
ہو نہ بندہ کسی کا اور نہ خدا یہ تقید پھر اعتبار اٹھا
ہے قیامت یہی کہ مردہ تخم آتے ہی موسم بہار اٹھا
جب وہی فاعل حقیقی ہے خلق سے جبر و اختیار اٹھا
خود وہ آ جائیں گے کبھی گھر میں صبر کر بار انتظار اٹھا
جو ملے راہ عشق میں کانٹا اپنے پلکوں سے تو یہ خار اٹھا
پھر نہ منصور کوئی ہو مصلوب یا الٰہی زمیں سے دار اٹھا
بحث جہاں ہے فساد کی جڑ سنگ ٹکرائے تو شرار اٹھا
ہو گیا ایک چرخ سرگرداں دشت وحشت سے جب غبار اٹھا
دیکھنا ہے تجھے جو عالم قدس جمع کر خاطر انتشار اٹھا
حرص دنیا سے بڑھ گئی تکلیف دل سے صبر و سکوں قرار اٹھا
دیکھ یہ اسپ نفس ہے سرکش جو گرا پھر نہ وہ سوار اٹھا

خاکساری سے ہے سرافرازی
خاک ہو کر محب غبار اٹھا

پایا نہ نشاں دہر میں آسودہ دلی کا کیا گردش افلاک پہ قابو ہے کسی کا
دولت میں حکومت میں تو دل کو نہیں آرام ہے فقر کے پردہ میں رخ آسودہ دلی کا
جاری ہوا سینے سے مرے علم کا دریا عرفاں جو ہوا مجھکو خدا اور نبی کا

دنیا کی روش کے ہے مخارہ الفت
گمراہ کہاں پائیں نشاں حق کے ولی

کر ذکر خدا چھوڑ من و تو کے یہ جھگڑے
کام آئیگا کچھ فضل عمر کا نہ علی

ہوتی ہے تجھے صحبت اللہ میسر
یہ فائدہ ہے ذکر خفی اور جلی

کچھ دیر سے مطلب ہے نہ کعبہ سے غرض ہے
ہر دم ہے طواف اس بت کافر کی گلی

کھلتا ہے خوشی سے کبھی مرجھاتا ہے غم سے
یہ حال کنول کی ہے طرح دل کی

ملتے ہیں دکانوں میں بہت صوفی خوش خو
کمیاب ہے واقف مگر اسرار خفی

جو واقعہ گزرا تھا ہزاروں برس آگے
معلوم ہوا خواب میں مجھکو وہ ابھی

ہے دھر میں موجود عمل کی تری تصویر
یہ عکس ہے دنیا تری نیکی و بدی

آتے ہیں ترے سامنے ہر رنگ میں اعمال
آئینہ ہے عالم تری نیکی و بدی

یہ عشق مجازی یہ زر و سیم کی خواہش
سایہ ہے محب سر پہ ترے جن و پری کا

زاہد کو اگر عشق ہے دلدار جہاں کا
مسجد سے طواف آکے کرے دیر بتاں کا

زاہد سے نبھے گی نہ کبھی صحبت رندان
میں یار کا طالب وہ طلبگار جناں کا

دونوں ہیں سرا عالم دنیا ہو کہ عقبیٰ
میں ہوں متوطن نہ یہاں کا نہ وہاں کا

رہتا ہوں کبھی ارض پہ اور گاہ سما پر
ابتک نہ کھلا مجھکو کہ ساکن ہوں کہاں کا

میخانے میں ہوتی ہے ہمیں حق کی زیارت
کرتے ہیں طواف آکے جو ہم پیر مغاں کا

ہے باغ جہاں اک شجر تخم حقیقت
جو کچھ ہے یہاں سامنے نقشہ ہے عیاں کا

طفلی و جوانی و ضعیفی کی وہ شکلیں
دیتی ہیں پتہ روز نئے جسم کا جاں کا

دل ایک ہے اس میں نہیں خرخشہ دوئی
اس عشق میں کچھ فرق نہیں پیر و جواں کا

ہستی تری باطل ہے کہ خود ہست نہیں ہے
پھر اسپہ بھی سودا ہے تجھے نام و نشاں کا

دم سے مرے آباد ہے یہ عالم ہستی
مالک ہوں میں اس ارض و سما کون و مکاں کا

برسوں محبّ اردو کی زباں داغ سے سیکھی
ماہر نہ ہوا تیس برس میں بھی زباں کا

حق یاد جو دمبدم رہیگا
دنیا کا نہ کوئی غم رہیگا

جبتک نہ ہو دل میں گنج تجرید
اندیشۂ بیش و کم رہیگا

ہر ظلم بصورت مثالی
گرد اہل ستم رہیگا

جبتک کہ ہے دل میں حبّ دنیا
تب تک لیتا جنم رہیگا

سر جائے تو جائے عاشقوں کا
پیچھے نہ کبھی قدم رہیگا

دل میں ہے اگر محبت دوست
لبریز یہ جام جم رہیگا

ہے غیب کبھی کبھی حضوری
دایم یونہی زیر و بم رہیگا

جس نے کہ نہ دیکھا اس کا چہرہ
شیدائے رخ عدم رہیگا

خالی نہ رہیگا شیشۂ دل
گر خمر نہیں تو سم رہیگا

ارحام یہاں ہیں لوح محفوظ
لکھتا اپنا قلم رہیگا

اس اوج پہ یہ محبّ سرچرخ
قدموں پہ زمیں کے خم رہیگا

راز وحدت کھلے تو کیا ہوگا
ہر بت سنگدل خدا ہوگا

جب وہ پردہ سے رونما ہوگا
زاہدو حشر تب بپا ہوگا

آئیگی تب خدا کی شکل نظر
جب یہ وہم دوئی فنا ہوگا

نفس کا سحر توڑنے کے لئے
ذکر ہو موسوی عصا ہوگا

دیکھتا ہے مگر نہیں ہے شناخت
نام اس کا کہیں سنا ہوگا

اپنی قدرت کو آپ خود دیکھے
یہی خلقت سے مدعا ہوگا

دل کی لبیک جو سنیگا کبھی
وہ نہ پھر طالب دعا ہوگا

تم تو پورا کرو الست کا قول — وعدۂ یار بھی وفا ہوگا
حق کے کہنے میں کر نہ یہ وسواس — ہوگا کیا گر جہاں خفا ہوگا
ہوگا جب بندگی میں تو ممتاز — خلعت خاص پھر عطا ہوگا

عاشقوں کو محبّ تیرا ہر شعر
نسخۂ درد لا دوا ہوگا

اٹھا پردہ تعین کا تو وحدت کا سما نکلا — جسے سمجھے تھے ہم بت وہ حقیقت میں خدا نکلا
خدا جانے کہ اس منزل کے ہم کیسے مسافر ہیں — ہر اک رستے میں سمندر کی ہمارا نقش پا نکلا
شکایت کیا ہے غیروں کی جب اپنے ہی مخالف ہوں — ہر عضو تن بھی تو روز جزا نا آشنا نکلا
درخت خار بوئے تھے تو کانٹوں میں پھنسے آخر — نتیجہ خوب خوبی کا برائی کا برا نکلا
یہ مال و زر یہ کر و فر یہ عز و جاہ دنیا کا — جسے ہم نے ٹٹولا اس کے اندر سے دغا نکلا
کہاں اس باغ میں بے رنج محنت کی ہے عشرت — نہاں ہر پہلوئے گل میں یہاں خار جفا نکلا
کیا ہے تربیت برسوں میں نفس دوں کو محنت سے — جسے سمجھے تھے ہم سرکش غلام باوفا نکلا
یہاں سے مر کے پہنچے عالم امثال میں تو کیا — وہاں بھی اے گرفتار اجل دم میں فنا نکلا
یہ ذکر و فکر میں اکسیر شرط قابلیت ہے — بہت کھودی زمیں شور جز پتھر کے کیا نکلا
لطافت اور کثافت حالتیں ہیں ذات واحد کی — سما میں سے زمیں نکلی زمیں میں سے سما نکلا

نکالا بھی جو جنت سے نہ چھوڑا دامن اس گل کا
وفا میں بھی محبّ تو افسر اہل وفا نکلا

دوئی کی رات میں جلوہ تھا لاکھوں ماہ و اختر کا — جو نکلا شمس وحدت آ گیا دن روز محشر کا
قل اعوذ کو ہم پڑھتے رہے پانچوں نمازوں میں — خیال یار جو آیا تو شیطاں پاس سے سرکا
عدوئے نفس پر ہم فتح پائیں تو رسائی ہو — پڑا شہ زور شیطاں سے محافظ پا کے در کا
دوئی کو چھوڑتے ہی منزل لاہوت تک پہنچے — زمیں سے تو فلک تک راستہ سالک ہے دم بھر کا

مقامِ غیبت میں پرسش اعمال ہر جا ہے　　نشاں باقی نہیں لاہوت میں کچھ خیر کا شر کا
جو نکلا آفتاب عشق محشر ہو گیا برپا　　جسے کہتے ہیں وجہ اللہ وہ چہرہ ہے دلبر کا

محب ہے فرق اطلاق و تقید کا فقط اس میں
وگرنہ آب تو یکساں ہے کوزہ کا سمندر کا

جمال یار سے اتنا بڑا ہے نور آنکھوں کا　　کہ ہر ذرہ نظر آتا ہے مجھکو طور آنکھوں کا
وہی تن ہے وہی جاں ہے وہی مشہود دنیا ہے　　سرور دل وہی ہے اور وہی ہے نور آنکھوں کا
چھپے بیٹھے اس پری کے گوں بہ نقش گل نرگس　　نیا دیکھا ان آنکھوں سے لباس حور آنکھوں کا
اسی کے عشق میں سارے جہاں کو بیخبر پایا　　کوئی مسحور چتون کا کوئی مخمور آنکھوں کا
نہ دیکھے اسکو جو دیکھے تو اس کے غیر کو دیکھے　　وہ احول چشم ہے یا کور یا معذور آنکھوں کا

جن آنکھوں نے محب اکبار بھی دیکھا جمال اسکا
نہیں جاتا کبھی ان سے ابد تک نور آنکھوں کا

ہر نفس ہے تار مو اس زلف عالمگیر کا　　سارا عالم ہے گرفتار آہنی زنجیر کا
اپنی تدبیروں سے جب دام ہلاکت میں پھنسا　　تب ہوا قائل گرفتار بلا تقدیر کا
جسطرف دیکھو ادھر آتا ہے وہ چہرہ نظر　　جملہ عالم آئینہ ہے یار کی تصویر کا
کیا عذاب گور سے محفوظ رکھے گی تجھے　　ہے خیال خام پختہ قبر کی تعمیر کا
صبر و تسلیم و رضا ہے سب بلاؤں کی سپر　　پہلوانی سینہ پر کیا ہے اثر شمشیر کا
عمر بھر تو نے چلائے تیر سایہ پر تو کیا　　مرغ تو اوپر بیٹھا اور نیچے نشانہ تیر کا
جب اسی کے ہاتھ میں ہے یہ ہماری عقل و رائے　　سود ہے پھر تو سراپا ہر زیاں تدبیر کا
معتقد جسکا ہو اسکو حق سمجھ کر پوچھ تو　　والسجدوا لآدم بیاں ہے مرتبہ ہر پیر کا
دلکی مشغولی خیال یار میں آساں نہیں　　اس زمین شور میں لانا ہے جوئے شیر کا
دیکھ آئینہ میں پہلے اپنے بھی تو خال و خط　　گر ارادہ ہے ترا قرآن کی تفسیر کا

ایک نکتہ عشق کا میں نے جو سیکھا ہے محب
ہے وہی تحریر کا منشا وہی تقریر کا

غم بہت ہے یہاں سے جانے کا ۔ کیا نہیں ہے یقین آنے کا
تو ہی موجود ہر جگہہ ہے مگر ۔ ہے یقیں کس کو تیرے پانے کا
ہے وہی شاد باغ ہستی میں ۔ ذوق ہے جس کو غم کے کھانے کا
جل کے مرنا ہے کار پروانہ ۔ شمع کا کام ہے جلانے کا
یہ شفق ہے کہ جل رہا ہے فلک ۔ دیکھ انجام خوں بہانے کا
سچ ہے ثم یحیی ثم یمیت ۔ سلسلہ ہے یہ آنے جانے کا
ملکے مٹی میں تخم پھر اوٹھا ۔ غم نہیں خاک میں ملانے کا
اس کی صورت کو آنکھ سے دیکھیں ۔ تھا یہ مقصد ہمیں بنانے کا
ڈوب کر بحر عینیت میں نکل ۔ کیا کنارے مزا نہانے کا
قال سے عاشقی نہیں آتی ۔ بیخودی حال ہے دوانے کا

اس فریب نظر چمن میں محب
خوف ہر جا ہے دام ودانے کا

بہشت اپنی سقر اپنا زمیں آسمان اپنا ۔ دو عالم میں بتاؤ تو نہیں کس جا مکاں اپنا
زمیں اپنی فلک اپنا مکان و لامکاں اپنا ۔ ہم ہی ہر جا ہیں لیکن ڈھونڈتے ہیں پھر نشاں اپنا
پکڑ مضبوط دامن عشق کا اور چھوڑ دنیا کو ۔ جو وہ جان جہاں اپنا تو پھر سارا جہاں اپنا
جنھیں اپنا سمجھتے تھے وہ غیروں سے بھی کم نکلے ۔ جو دیکھا خوب دنیا کو غلط پایا گماں اپنا
ہمیں کیا خوف ہو میزان عدل و روز محشر کا ۔ لیا کرتے ہیں ہم خود آفتوں میں امتحاں اپنا
نہ کھاتے دانہ گندم کبھی شیطاں کے اغوا سے ۔ سمجھتے حضرت آدم اگر سر نہاں اپنا
جو بوتے دل میں تخم عشق تو شیریں ثمر پاتے ۔ ہوا باغ جوانی مفت میں صرف خزاں اپنا

جو سمجھے ہیں ہیں سیدھے سوئے دوزخ ایک رستہ ہے — زباں وہ بند کرتے اور سیتے ہیں دہاں ا

ہمارے شعر میں بھی رنگ ہے گلہائے مغرب کا — نہ یہ اپنی زباں ہے اور نہ یہ طرز بیاں ا

بہار آئی تو آئے باغ میں کیا ہم کو مطلب ہے — نہ بزم اپنی نہ مے اپنی نہ یار مہرباں ا

محب وہ داغ ہائے عشق ہیں دل پر اگر دیکھے
تو رضواں بھول جائے آسمانی گلستاں اپنا

کبھی تھا صلب میں گاہے رحم میں ماں کے گھر میرا — سما سکتا یہ ارض اللہ واسع ہے سفر م

لحد کے بعد دو راہیں ہیں سوئے دوزخ و جنت — خدا جانے کہ کس رستہ سے ہوتا ہے گزر م

پریشاں حال رکھا الفت گیسوئے دنیا نے — نصیب دشمناں بھی ہو نہ یارب دردِ سر م

دردِ دل سے ہیں پیچ و پیچوں اس طرف تو اس طرف آئے — جو کھل جائے تصور سے تیرے یہ ایک سر

جنان و خلد دیکر یار جسکو مول لیتا ہے — ہر اک قطرہ ہے خون اشک وہ لعل و گہر

ادا و ناز میں تو مست میں بیخود تیرے غم میں — خدا حافظ حقیقی ہے اُدھر تیرا اِدھر م

زباں سے دعوئے الفت ہے دل دونوں کے خالی ہیں — نہ مجھ پر ہے اثر اس کا نہ انپہ ہے اثر م

مجھے ہے معنوی بیعت جو مولانائے رومی سے — وظیفہ آجکل ہے مثنوی شام و سحر م

کبھی میں خاک تھا گاہے تھا نطفہ اور کبھی مضغہ — ہوا ہے ان مقاموں سے بحمد اللہ گذر م

مقام ہو پہ میں پہونچا وہ پہونچا عرش اعلیٰ تک — پر جبریل سے بڑھکر قوی ہے بال و پر

محب کیا فکر ہے داغ محبت دل میں کہتے ہیں
اندھیرے میں لحد کی روشنی دیگا قمر میرا

جو اس خورشید طلعت نے نقاب رخ سحر الٹا — نظر آیا ہے کتنا اس کے مقابل میں قمر ا

دماغ الٹا ہے دل الٹا نظر الٹی جگر الٹا — نہ دیکھا ہو کسی نے دیکھ لے یہ گھر کا گھر ا

نہیں ہے غیریت وحدت ہی شخص و عکس میں ظاہر — کہ ہو جاتا ہے سیدھا آئینہ میں دست سر ا

دلوں میں کج نہادوں کے ہے سیدھی بات بھی الٹی — کہ جیسے شیشے میں عکس آتا ہے نظر ا

نظر آئیگی کیا اصل حقیقت چشم ظاہر کو
کہ پڑتا ہے آنکھ کی پتلی پہ ہے عکس شجر الٹا

لڑائی میں عدوئے نفس سے ہرگز جائز ہے
کہ اہل حرب کرتے ہیں ارادہ سے سفر الٹا

بلندی سے گرا کرتے ہیں اہل نار سر کے بل
کہ جیسے پھل چھتری میں اٹھ کے گرتا ہی شرر الٹا

اگر سونے میں راحت اور بیداری میں محنت ہے
تو پھر کیوں تجھکو مرنے سے ہے یہ خوف خطر الٹا

الٹ دے تو بھی محنت سے طبیعت نفس بدخو کی
علیؑ نے جسطرح سے جنگ میں خیبر کا در الٹا

دماغوں میں کجی ہے اور پھر الٹی سمجھ بھی ہے
نہ دیکھا ہو کسی نے دیکھ لے یہ بام و در الٹا

خدا محفوظ رکھے خلقتا صدہا معذب ہیں
دماغ الٹا ہے دل الٹا نظر الٹی جگر الٹا

ہدایت اور ضلالت اے محب دونوں مقدر ہیں
کوئی آتا ہے سیدھا پیٹ سے کوئی پسر الٹا

کڑی منزل ہے رستہ دور ساماں سفر اتنا
قیامت اسپہ سونا ہے ترا وقت سحر اتنا

خبر بھی ہے کہ ہو جائیگا گھٹ گھٹ کر ہلال اک دن
نہ ہو نازاں عروج چند روزہ پر قمر اتنا

جو دیتا ہی نہیں پھل اسکو چولھے میں جلاتے ہیں
نہ ہو مغرور تو اس باغ میں اے بے ثمر اتنا

نہ ہو جائے کہیں درماں بھی آخر ایک بیماری
مداوا کر نہ میرے درد کا اے چارہ گر اتنا

ہوئے برباد لاکھوں کثرت اولاد و دولت سے
گریں خود ٹوٹ کر شاخیں جو لائے پھل شجر اتنا

جو دیکھا رنگ باغ دہر بلبل نے کہا گل سے
نہ ہو مغرور اپنے حسن پر اے بے خبر اتنا

خیال یار پختہ ہو تو نکلے ہر بن مو سے
ٹپکتا شاخ سے ہے خود جو پکتا ہے ثمر اتنا

جتاتا صوم باہر ہے تو گھر میں خوب کھاتا ہے
خدا سے تو نہیں ہے خلق سے خوف خطر اتنا

محب ساقی ہے وہ باقی شراب عشق ظاہر ہے
مے و معشوق سے زاہد کو ہے پھر کیوں حذر اتنا

بڑھایا عمر کو صبح و مسا تار نفس کھینچا
زمین و جسم و جاں کے آب پینے کو جریں کھینچا

ہزاروں سال کا رستہ خدا کا دم میں طے ہوگا
جو بار خدمت مخلوق تو نے دس برس کھینچا

پھنسایا لذتوں نے اسطرح دام محبت میں
ظروف شہد سے جسطرح سے پا مگس کھینچا

دکھایا زور اپنا بعد مردن عشق جاناں نے
اُڑا جب شمع جیا دو ہا گلشن سے قفس کھینچا

جگایا ضعف پیری نے سفر کے وقت سے پہلے
بحمداللہ کہ ہمنے بار احسان جرس کھینچا

نکلجاتے ہیں پھنسکر لذتوں میں عاشق صادق
اڑا شہباز دست شاہ جب دام ہوس کھینچا

حیات دوستو دو نو اک نفس سے کٹ یاد ہیں
کبھی باہر کو چھوڑا اور کبھی اندر نفس کھینچا

علوم نو بہ نو پڑھ پڑھ کے باندھے شعر میں مضمون
کھلا جو علم و فن کا پھول اس کا ہمنے رس کھینچا

جو آیا دل میں گذرے امید فضل رحمت پر
خدا کا شکر ہے ہمنے نہ بار پیش و پس کھینچا

ہزاروں دزد و سارق ہیں محافظ مال و دولت کے
سگاں کو دے دیا نے نہ دامان خسس کھینچا

محب یہ مہرتاباں کرہ ناری ہوا آخر
جگر سے نالۂ آتش فشاں ہمنے زبس کھینچا

جسقدر یہ نفس تیرا عیش سے موٹا ہوا
اسقدر اللہ کی نظروں میں تو چھوٹا ہوا

کیا ملا جو قوتیں اعمال بد میں صرف کیں
عمر کھوئی اور تجارت میں تجھے ٹوٹا ہوا

ہے نجاست شرک کی تو دامن دل پر بھری
ڈھیر کے چھونے سے صاحب کیا نجس لوٹا ہوا

جب سے زشت و خوب کی اصل حقیقت ہے کھلی
تب سے کانٹا بھی نظر میں میری گل بوٹا ہوا

بے ہنر سے سخت نقش کو نہیں دیتا کبھی
اوستاد خرمن و میموں ہاتھ میں سوٹا ہوا

سکۂ زر کی محک سے اور بڑھ جاتی ہے قدر
جب گیا بازار میں لے آبرو کھوٹا ہوا

بات سچی جھوٹ کے ٹانکے سے بالکل ہار کر رکھ
مس کی آمیزش سے سکۂ زر کا بھی کھوٹا ہوا

کچھ عجب نیرنگ خیالی نے دکھایا انقلاب
لیس کی عزت ہوئی بے آبرو گوٹا ہوا

لذت دنیائے فانی میں ہوے پڑھکر خراب
روح تو دبلی ہوئی اور جسم کیا موٹا ہوا

ہمت عالی سے ہے انساں کی قدر و منزلت
کیا ہوا اگر قد جاناں سرو سے چھوٹا ہوا

کی تجارت ہمنے بھی شعر و سخن کی اے محب

نفع سمجھے ہم اسی کو جو نہیں ٹوٹا آیا

کہتا ہے یہ شعر یہ نقطہ نام خدا کا — اس شعر سے کہتا ہو بیاں کام خدا کا

دنیا کو ملا کرتی ہے مزدوری محنت — ملتا متوکل کو ہے انعام خدا کا

ہر روز ازل صبح ہے اور شام ابد ہے — آغاز نہ اسکا ہے نہ انجام خدا کا

قدروں میں نیازوں میں یہی راز نہاں ہے — مخلوق کے کاموں میں ہے ہر کام خدا کا

کر دے نہ جدا حق سے یہ مشغولی دنیا — کچھ ذکر کیا کر سحر و شام خدا کا

مستوں کو پلاتا ہے وہ خود ہاتھ سے اپنے — مٹی کا پیالہ ہے مرا جام خدا کا

سب کام ترے غیب سے ہو جائینگے غافل — تو اپنی غرض چھوڑ کے کر کام خدا کا

ہے استوی اس ذات کا ہر ذرہ عالم — کچھ عرش میں محدود نہیں بام خدا کا

صیاد ازل نے جسے تاکا اسے پھانسا — گردن میں ہر اک صید کے ہے دام خدا کا

دو ہاتھ بلند اڑ کے خدائی سے نکلجا — وحدت میں جو پہونچا وہ نہیں رام خدا کا

پہچاننا مشکل ہے محب اس کا جہاں میں
لیتے ہیں زبانوں سے تو سب نام خدا کا

بتائیں کیا تجھیں اس شوخ کو کہاں دیکھا — نظر جدھر کو گئی اس طرف عیاں دیکھا

تجھی کو دیکھتے ہم تو تمام عمر رہے — گلوں کو دیکھا نہ خورشید و آسماں دیکھا

وہی ہے ظاہر و باطن وہی ہے خود بیں خود — ثمر میں تخم ثمر بیج میں نہاں دیکھا

ہوا ہے خانہ دل جس کا تیری منزل گاہ — اسی کا عرش بریں سے پرے مکاں دیکھا

مکاں وہ سعد ہے جسمیں ہو اسکی مہمانی — محل وہ نحس ہے جس نے نہ مہماں دیکھا

کھلی کلی ہے کہیں گل کہیں ہیں پژمردہ — حیات موت کا ہر آن یہ سماں دیکھا

تمھارے عشق کو دل میں چھپائے رکھتے ہیں — یہ آگ وہ ہے کہ جسمیں نہ کچھ دھواں دیکھا

یہ وہم وسوسے کو اے دل کے ہیں آثار — کبھی نہ اہل بصیرت کو بدگماں دیکھا

محب نے دیکھا جو اس گل کا رنگ پردہ سے
نظر اٹھا کے نہ پھر سوئے گلستاں دیکھا

جسکو دیکھا مبتلائے غم رہا
شاد اس دار فنا میں کم رہا

یاد میں تیری نہ گذرا جو نفس
غم رہا جبتک کہ دم میں دم رہا

کیا جئے ہم بے وصال یار آہ
عمر بھر اس زیست پر ماتم رہا

کیا جئے ہم اس حوادث گاہ میں
خوش تو ایک دن اور دس دن غم رہا

تھی گھڑی بھر کی نمود ظاہری
طاق کسریٰ اور نہ جام جم رہا

آرزوئے گندم کی جب اسکو ہوئی
مطمئن جنت میں کب آدم رہا

عشق تیرا جب ہوا رہبر مرا
راستہ کا پھر نہ پیچ و خم رہا

مر کے بھی چھوٹے نہ شور زیست سے
زندگی کا سلسلہ پیہم رہا

واری قسمت اس آہو چشم کو
عمر بھر سایہ سے میرے رم رہا

اس چمن میں ہے وہ شاد آخر محب
مثل شبنم جو کہ چشم نم رہا

تو ملا تو سارا عالم مل گیا
خاک کو اس خاتم مل گیا

دم ترا جو خواب غفلت میں کٹا
جان لے وہ خاک میں دم مل گیا

کھائی جو میں نے غذائے یاد یار
اس میں ذوق طبع کا سم مل گیا

ہیچ بلبل شادی گل سے ہے خوب
شاد وہ ہے جسکو یہ غم مل گیا

پی شراب عشق جس سے ہو نجات
کیا ملا گر کاسہ جم مل گیا

کیوں نہ دل سے جوش زن ہو سیل علم
بحر کامل سے سر یم مل گیا

دیکھئے اس خاک کے پتلے کی دوڑ
خود خدا میں جا کے آدم مل گیا

وہ ملا دم بھر بھی گر مجھکو محب

زندگی کا لطف پیہم مل گیا

جو صید گاہ میں وہ یار آیا تو صید بہر نثار آیا
ہوا پہ از خود سوار آیا قضا کی تہ میں شکار

بپا ہے محشر جہاں میں دیکھو ہے حکم خالق کہ صور پھونکو
اٹھے قبور شکم سے مردو کہ سر پہ روز شمار

یہ بزم عشرت ہے اتفاقی ہے شب جوانی کی تھوڑی باقی
پلا دے ایک جام اور ساقی کہ نشہ اترا خمار

پھٹینگے شاخوں کے سخت پردے کھلینگے غنچوں کے پیرہن
اٹھینگے قبروں سے دم میں مردے کہ چمن پہ ابر بہار

ہوا جو نفس لعین کا پیدا تو گرگ نے اسکو پھٹا کھایا
غضب کو شہوت کو جسنے مارا وہ شیر نر ہوا

جہاں کا ہر حال میں نے دیکھا سکون دل کو کہیں نہ پایا
لیا زباں سے جو نام تیرا تو دل کو اسدم قرار

بڑی تمنا سے باغ پہنچے گلوں کے آخر یہ تھے نتیجے
عروج پر اپنے پھول پہنچے گلے میں الہ کے ہار

محب بہت قسمت آزمائی ہوئی اس تک کبھی رسائی
جو دل میں تقصیر اسکی پائی ہزار جاں سے پیار آیا

گئے حرم میں تو سنگ پایا صنم میں خاک ہوا کو دیکھا
جو دل کی آنکھوں میں نور آیا تو جسکو دیکھا خدا

جو زخم تیری نگہ کا کھایا ہزار جاں سے وہ دلکو بھایا
عجب مزہ عاشقی میں پایا جفا کو دیکھا وفا

ہوا جو میں اس صنم کا عابد تو عین حق کا ہوں میں ساجد
بتوں کے ناز و ادا میں شاہد خدا کے جور و جفا کو

کسی کو مژگاں سے تیر مارے کسی کو گلوں سے ڈستے
تمہاری ناز و ادا میں ہم نے قدر کو دیکھا قضا

نہ کھاتے گندم اگر جناں میں تو آتے عرفاں کے کب جہاں میں
رہے جہنم میں گلستاں میں صواب دیکھا خطا کو

ہزار باندھے خیال تم نے مگر نہ معنی حشر کے سمجھے
اٹھے جو قبر شکم سے مردے مقام روز جزا کو

نہ دیکھے آنکھوں سے حق کے جلوے ہمیشہ کھائے دوئی کے دھوکے
رہے غرض و ریا میں شیخ کے مخالفت میں ہوا

میں ہی ہوں باطن میں ہی ہوں ظاہر میں ہی حقیقت میں ہی مظاہر
ہوا جو ہستی کا اپنی ناظر فنا کو دیکھا بقا کو

محب یہ دولت ہی بوجھ سر پر کھلا غنی ہوں کہ پیٹ بھر کر
نہیں خلو سے ہے نفع بہتر غنی کو دیکھا گدا کو دیکھا

کچھ عجب بدلی ہوئی ہے شہر کی آب ہوا
دن کو گرمی رات کو سردی جو برسا مینہ ذرا

جنگ انساں ہے وہاں جنگ عناصر ہے یہاں
گلستاں الٹا ہوں کی ہیں تو پوں کے گولے سوا

اک وبا جاتی اگر ہے دوسری موجود ہے
کچھ عجب جنگ عناصر کا بندھا ہے سلسلا

علم و حکمت زور زر سب پا یا پھر وسے بچے
بس نہیں چلتا کسی کا جب کہ آتی ہے قضا

بو علی سینا بھی ہو جاتا ہے احمق وقت مرگ
زہر ہو جاتی ہے جو دیتا ہے وہ حکمی دوا

کچھ نہیں کرتا کوئی لقمان ہو یا پیر و شہید
ہاتھ میں اللہ کے بندہ کی ہے موت و شفا

اپنی ہستی کو نہ سمجھا تا کہ ہو جاتی نجات
اس حیات و موت کے چکر میں نا حق تو رہا

بت بھی جاتا نہیں ہے پھر کیوں ہے خوف مرگ
تو وہی ہے گرچہ بیتیں جا لیتیں تیری سدا

تھا شکم میں ماں کے تو قطرہ مگر اب پیر ہے
روز آتی موت تجھ پر اور پھر زندہ ہوا

زندگی کا سلسلہ اس موت سے ہوگا نہ ختم
تخم مردہ گر کے زیر خاک ہوتا ہے ہرا

اس حیات و موت کے وسوسوں سے جلدی نکل
ہر نفس دل میں یہ شب کر ادا ذکر خدا

کعبہ سے بت کدہ کی طرف سر کے بل گیا
اس راستہ سے ارض و سما نکل گیا

تیرے کرم سے طے ہوئیں ہستی کی منزلیں
چاہ بلا میں نفس کی گر کر سنبھل گیا

سیتی ہے موت جامۂ ہستی کو کاٹ کر
گیا روح کا بگڑ گیا قالب بدل گیا

اپنی خودی کو چھوڑ کے ہو عین آفتاب
پروانہ گر کے شمع پہ دم بھر میں جل گیا

تیری طرف سے خوف نہ پھر وقت حشر بھی
دریا کا رخ بدل گیا اور کوہ ٹل گیا

غافل حیات حشر ہے اور موت نشر ہے
کیوں نام حشر سن کے کلیجہ دہل گیا

کچھ تو ہے حسن و عشق میں روز ازل سے لاگ
دیکھا ادھر حسین کوئی اور دل مچل گیا

دوزخ میں جل کے نار کی طینت رہی یہی
جلنے کے بعد بھی نہیں رسی کا بل گیا

قالب بغیر روح کو اک دم نہیں قرار
تیار دوسرا ہوا جب اک محل گیا

دیکھا نہ پھر کے سوئے خدا وقت مرگ
شیطاں کا سحر حضرت آدم پہ چل گیا

حکمت بغیر قدرت کامل کہاں محب
ناکے میں کسطرح سے سوئی کے جبل گیا

پیری میں ہے خیال کسی گلعذار کا
فصل خزاں میں آ رہا ہے موسم بہار کا

کر اجتناب نشۂ دولت میں ہو مست نہ
وہ چند ہے سرور سے عرصہ خمار کا

آتا نہیں ہے کام کچھ اہل قبور کے
گنبد فلک سے بھی ہو جو اونچا مزار کا

آتا پیام یار اِدھر سے ہے دمبدم
ہر دل میں سلسلہ ہے اسی ایک تار کا

اعداد میں بھی رکھتے ہیں اُس ایک پر نظر
دو چار کا خیال نہ دس کا ہزار کا

کرتے ہیں تیری راہ میں جو خود کو خاک پا
ہر ذرہ مہر و ماہ ہے اُن کے غبار کا

عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے منصور عین حق
دونوں کو افتخار تھا مصلوب دار کا

دیدار یار پر ہے قیامت کا اٹھا
ہر روز انتظار ہے روز شمار کا

دن کو تپش ہے مہر کی اور شب کو چاندنی
باہم مقابلہ ہے یہاں نور و نار کا

سب کو عروج عام ہے اچھا ہو یا برا
سر ہے مقام گل کا تو آتش ہے خار کا

کثرت گلوں کی قبر پہ ہر وقت ہے محب
جوبن بہار پر ہے دل داغدار کا

دیکھا جو بت کو اللہ بھولا
وہ کعبہ بھولا وہ راہ بھولا

عیش و طرب کی کی جس نے عادت
شہر و رعایا وہ شاہ بھولا

حرص و ہوا کی کی جس نے طاعت
وہ شاہ حق کی درگاہ بھولا

آئی جوانی شیطاں نے گھیرا
راہ ہدایت بیگاہ بھولا

گذری جوانی عاشق کی ساری
کیا نالہ بھولا کیا آہ بھولا

ناگاہ آیا جب وقت رحلت
سب مال چھوڑا سب جاہ بھولا

اعمال بد کی ٹھوکر جو کھائی
ساری عداوت بدخواہ بھولا

جس نے کہ دیکھی درگاہ دل کی
دیر و حرم کی وہ راہ بھولا

دیکھی محب نے جب اسکی صورت
اپنی خودی کو ناگاہ بھولا

خاک ہوا تو جب ملا۔ مرتبہ بوتراب کا
فرش سے عرش تک گیا۔ اوج ہی کیا سحاب کا

غیر ہے یار کا کہاں۔ خلق ہی وہم اور گماں
کہتے ہیں جسکو یہ جہاں وہ ہی طلسم خواب کا

مست کا تیرے مرتبہ۔ ساتوں فلک سے ہے سوا
جسکے لئے ہیں بوس پا حال ہے یہ خراب کا

سب میں اسی کی ہے جھلک۔ مہر ہو ماہ یا فلک
جملہ عدد کی جان ہے یک گرہ ہی حساب کا

عشق نے تیری جان جاں۔ کر دیا پیر کو جواں
بزم شراب و مہوشاں شغل ہے یہ شباب کا

لوح صفا پہ دہر کے سب کے عمل ہیں چھپ رہے
حشر کے دن ہے سامنے ہر ورق اس کتاب کا

زاہد خشک بے خبر۔ صوم سے مے ہے خوبتر
سر ہے سجود میں مگر دل ہے کہاں جناب کا

نور سحر کے روبرو۔ ظلمت شب کی جستجو
دل کو بنا جوان تو۔ شوق سحر خضاب کا

شیخ جو چاہے سو کرے۔ کعبہ سے عرش تک پھرے
وہ تو محب ہے سامنے وہم نہ کر حجاب کا

وہ قمر آیا جو کعبہ میں تو بت گر چمکا
گھر خدا کا ہوا بت خانہ کا اختر چمکا

ذبح کرنے سے مرے ظلم ستمگر چمکا
فلک صبر پہ مظلوم کا اختر چمکا

سر بالیں جو مرے خواب میں آیا وہ قمر
رات خورشید قیامت مرے سر پر چمکا

جلوۂ یار سے تھا خانہ دل برج فلک
ذرہ ذرہ جو ہوا مہر تو سب گھر چمکا

کھل گیا فرش سے تا عرش وہ سب عالم خلق
خانہ دل میں جو عکس رخ انور چمکا

آتش عشق نے پیدا کئے خورشید فلک
آہ سے چرخ بنا سوز سے اختر چمکا

تابہ رخسار سے ہے جرم قمر نورانی
اوسی چاندنی میں وہ تیرے کان کا گوہر چمکا

نفس بدخو کے بگڑنے سے نہ گھبرا سالک
جب کیا قصد سواری کا تو یہ خر چمکا

شرم سے چھپ گیا خورشید فلک زیر سحاب
ضو سے رخسار کے جب کان کا گوہر چمکا

ظلمت نفس گئی صبح قیامت آئی
شمس وحدت جو محبؔ جسم کے اندر چمکا

ساقی پلا دے جام مئے عشق ذات کا — مٹ جائے دل سے نام حیات و ممات کا
اپنی خودی کو چھوڑ کہ آئے نظر خدا — پردہ پڑا ہے ذات کے رخ پر صفات کا
دن کثرت ظہور سے ہنگام حشر ہے — وقت خفا ہے وصل ہے پردہ ہے رات کا
پروا نہیں ہے ہم کو عذاب جہنم کی — پروانہ ہے یہ عشق ہماری نجات کا
روشن ہے داغہائے جگر سے تمام گھر — ہر رات پر گمان ہے یہاں شب برات کا
سجدہ کریں خدا کو کہ پوجیں بتان دیر — رشتہ ہے ایک عشق ہماری نجات کا
رندوں کی مجلسوں میں مئے و مے کا ذکر کر — کر وعظ زاہدوں میں صوم و صلوٰۃ کا
والنون والقلم سے جو کھینچی ہیں صورتیں — اعزاز پھر نہ کیوں ہو قلم اور دوات کا
کہتا ہے سالک میں مالک کے راز عشق — بھاری ہے دو جہاں سے بھی مول ایک بات کا
اللہ اور خلیفہ اللہ دو نہیں — مالک ہے جانشیں خدا کائنات کا

ہم اس مقام عشق میں پہنچے ہیں اے محبؔ
نام و نشان نہیں ہے جہاں شش جہات کا

وہ عاقل ہے جو دور گل میں بھی خنداں نہیں ہوتا — خزاں آنے پہ بلبل کی طرح نالاں نہیں ہوتا
زمیں سے خود بخود آتا ہے باہر دانۂ مدفون — چھپانے سے بھی راز عاشقی پنہاں نہیں ہوتا
ثبوت عصمت یوسف یہی دست زلیخا ہے — گریباں چاک ہوتا ہے مگر داماں نہیں ہوتا
یہ کوہ و دشت و صحرا عاشقوں کا توشہ خانہ ہے — گھروں میں بیٹھو اون کے مگر ساماں نہیں ہوتا
محبت دل میں پیدا کر کہ ہے وہ وصف انسانی — غرور و خشم و شہوت سے کوئی انساں نہیں ہوتا
کہیں کیا آدمی ان کو جو محو فکر دنیا ہیں — غلام حرص و شہوت اس قدر حیواں نہیں ہوتا
گدا کا شکر کر غافل کہ ہے وہ خیر کا باعث — جو دنیا لوٹ آتا ہے تو کچھ احساں نہیں ہوتا

نظر اسوقت صورت خیر و برکت کی نہیں آتی
کہ جب گھر میں ہمارے ایک بھی مہمان نہیں ہوتا

جو نعمت کی ہیں چیزیں کچھ انھیں کی قدر ہوتی ہے
مگر الماس نادر کا کوئی پرساں نہیں ہوتا

نہیں کچھ کھیل لڑکوں کا محبت جانبازئ عشق
جسے کہتے ہیں آساں لوگ وہ آساں نہیں ہوتا

ابد تک اے صنم مر مر کے جاؤنگا پھر آؤں گا
نہ ہوگا وصل جب تک میں ترے گھر سے نہ جاؤنگا

مری آنکھیں جو روشن ہونگی عشق ذات احمد سے
تو اس خورشید کو ہر ذرہ عالم میں پاؤں گا

کبھی چھوٹا جو میں اس نفس امارہ کے پنجے سے
تو گلہائے مضامیں جنت اعلی سے لاؤں گا

جو دیکھوں گا کبھی میں اس گل خوبی ہستی کو
تو میں گل کی طرح پھولا نہ جامہ میں سماؤنگا

غریبی میں امارت کے مزے اسوقت آئینگے
پلاؤ کی طرح نان جویں کو جب میں کھاؤنگا

جو سمجھونگا محبت حق ہے اور شیطان نفرت ہے
میں بھاگوں کو بلاؤنگا وہ روٹھوں کو مناؤنگا

خودی کو چھوڑ کر نکلا جو امارہ کے چکر سے
تو اپنے گھر میں میں خود مرشد کامل کو پاؤنگا

جو اس کے عشق کی دل میں محبت تیز آگ رکھتا ہو
تو اس آتش سے دل کی خانہ ہستی جلاؤنگا

ردیف ب

چھوڑ جہاں سراب عمر نہ کر تو خراب
وقت کو کر صرف خواب اور نہ کھا پیچ و تاب

مئے سے بچا متقی دل میں ہے لیکن دوئی
شرک عبادت ہوئی کچھ نہ ملا جز عذاب

عشق ہے پیری میں زور ورنہ جوانی ہے گور
اب تو ہے مستی و شور پیتے ہیں ہر دم شراب

پھرتے ہیں کیا بیقرار اہل جہاں بیشمار
حرص و ہوس کے شکار دونوں جہاں میں خراب

رنج و خوشی و ممات وہم کی ہے کائنات
زندگی بے ثبات خواب ہے یا ہے سراب

آئی جو حالت گئی تھی وہ بری یا بھلی — صدمہ و رنج و خوشی سب ہیں یہاں نقش آب

ترک اضافات کرو ہم دوئی سے گذر — ایک سمجھ خیر و شر اور عذاب و ثواب

آتش بحر حسین نعمت دنیا و دین — قابل خوردن نہیں خام ہے جبتک کباب

دیکھتا ہوں جا بجا منھ میں اسی کا سدا — ہوگیا محشر بپا اٹھ گیا رخ سے نقاب

نشہ غفلت میں چور فکر و تردد سے دور — دل میں ہے ہر دم سرور اور ہے قائم شباب

بحر سے موجیں اٹھیں اٹھ کے اسی میں گریں — ایک ہی دریا ہیں یہ دیکھ تو لاکھوں حباب

فکر کی اور ذکر کی دل میں جو کثرت ہوئی — برق چمکنے لگی جھوم کے آیا سحاب

شغل تصانیف سب چھٹ گئے بجز ذکر رب
دل ہے محب طور اب چشم میں آیا ہے آب

گرچہ پیری میں عشق ہے نایاب — وقت ہے عاشقی کا عین شباب

اس کے ملنے کے ہیں یہی اسباب — کہ کریں ہم خودی کو اپنی خراب

کیا خدا کے سوا ہے اور کوئی — اسکا دیتا ہے کون ہم کو جواب

ہوگیا کل من علیہا فان — روئے جانان سے اٹھ گیا جو نقاب

برتر از عرش جب چلے احمدؐ — تھامی اللہ نے خود انکی رکاب

تیری ہستی ہے عین ہستی حق — جسطرح سے کہ بحر میں ہے حباب

زندگانی ہے بحر تو غواص — اور اللہ ہے دُر نایاب

پار بیڑا ہوا خدا جو ملا — بحر عرفان حق نہیں پایاب

فکر دنیا و دین ہے غم آور — دافع غم ہے شغل عشق و شراب

اس کی جانب جو کردے منسوب — نہ ہوا حشر میں عمل کا حساب

بے عمل کو ہے علم ناکارہ — گر پڑھیں بھی تمام عمر کتاب

پیروئے ابو تراب ہے یہ — خاکساری سے ہوگیا بوتراب

ایک بالذات ہے خدا کی ذات — اور سارا جہان ہے نقش بر آب

مئے وحدت سے ہے دلونکو سرور — اور دنیا کے سوز و غم سے کباب

علم توحید ایک نکتہ ہے — سب علوم جہاں کا لب لباب

عمر بھر گر پڑھیں خدا نہ ملے — ان کتابوں کو دور سے آداب

عاشقی کی سند ہے یہی

کہ ہو مجنون یار جنگ خطاب

زاہد پیئے گا گوشۂ مسجد میں گر شراب — روح الامیں کے دم میں لگا دیگی پر شراب

دیر و حرم کو توڑ کے میخانہ کو بناؤ — اے زاہد ان خشک خدا کا ہے گھر شراب

ہے عشق و خمر دونوں میں مستی و بیخودی — اس عشق عقل سوز کا ہے جسم و سر شراب

قائم شراب عشق پہ بنیاد دہر ہے — دراصل ہے حقیقت ایزد گہر شراب

طوفان بے تمیزی دنیا سے ہو نجات — ہو جاؤں عقل چھوڑ کے میں غرق در شراب

پھرتے ہیں اس کے گردش روز بدحواس — کیا پی گئے ہیں عشق کی شمس و قمر شراب

پیتے ہی اور بڑھتی ہے قوت سرور و عقل — کرتی نہیں خراب دماغ و جگر شراب

خطرات نفس سے دل میخوار پاک ہے — کرتی ہے دور دل سے ہمارے خطر شراب

پڑھتے ہی نشہ ہو گئے بغض و حسد ہرن — ہے نفس بدخصال کو تیغ و تبر شراب

آتا ہے مدتوں میں کہیں میکشی کا فن — رسوائے خلق ہوں جو پئیں بے ہنر شراب

رنفس کو ضرر ہے تو دل کو سرور ہے — دنیا میں دیکھ لیجئے ہے خیر و شر شراب

ل میں جو ہو سرور تو کیا ہے تکان رہ — منزل کڑی ہے پی کے چل اے نامبر شراب

اعظ کو کیا سرور مئے عشق کی خبر — انسان پی رہے ہیں کہ پیتے ہیں خر شراب

شہ چڑھا جو مئے کا تو اسرار کھل گئے — ہفت آسمان کی دیتی ہے مجھکو خبر شراب

ل صاف و پاک چاہئے ساقی کا کیا قصور — ناپاک جام ہو تو کرے کیا اثر شراب

زاہد بُرا نہ مان کہ ہر جائے ذوق و شوق
گر ہے مئے طہور ادہر تو ادہر شراب
ڈھونڈینگے روز حشر محب شفاعتیں
مانگیں گے تیرے عاشق شیدا مگر شراب

ہے طلسم عالم ہستی بھی اے ہشیار خواب
دیکھتے ہیں عین بیداری میں اکثر خواب
دیکھتے ہی دیکھتے جاتی ہے کیا حالت بدل
رنج و شادی خواب ہیں اور درہم و دینار خواب
دم کے دم میں منگئی اکبر کی سب شاہنشہی
تھا مرقع نورتن کا اور وہ دربار خواب
جاگتا ہے یا کہ سوتا ہے خبر کچھ بھی نہیں
کیا نہیں ہے یہ مکاں یہ یا یہ گلزار خواب
شب عروسی کی تو گذری کس خوشی سے عیش میں
صبح کو تھی بزم وہ دولہا دلہن کے ہار خواب
غافل اس دنیا سے تھے اور حق سے تھے آگاہ
تھا خلیل اللہ کو وہ نار کا گلزار خواب
بیچ میں اربعہ عناصر اصل ان کی ہے وہی
ہے ہوائے گلشن دنیا و آب و نار خواب
دلمیں کانٹے ہوں تو پھر پھولوں کی سیجیں خاک ہیں
ہو گیا ہے غیرت سے چشم میں کیا خار خواب
اہل دنیا چونک پڑتے ہیں پریشان خواب سے
دیکھتے ہیں اہل دل پُر لطف پُر اسرار خواب
اہل دل بیدار ہیں اور اہل دنیا خواب میں
خواب کو بھی جانتا ہے خواب میں بیدار خواب
روز کے اعمال آجاتے ہیں شب پیش نظر
ہے خیال و وہم کے اشکال کا دیدار خواب
بعد مرنے کے رہیں گے زندگانی کے خیال
دیکھتا ہے بزم مئے کے رات بھر میخوار خواب
تیرے ہی اعمال کی صورت ہے دوزخ اور بہشت
دیکھتے ہیں قتل و خون کے رات بھر اشرار خواب
فکر دنیا کا بجز مستی مئے کے کیا علاج
دور کر دیتا ہے رنج و فکر کا آزار خواب
عالم دنیا سے سوئے آخرت ہے دم کی راہ
موت سے آگاہ کرتا ہے ہمیں ہر بار خواب
زندگی کی راہ ہے خوف و رجا کے بیچ میں
دیکھتا اکثر ہے صحت مرگ کے بیمار خواب

رات دن رہتا ہے تیری ہی تصور میں محب
عین بیداری میں کہتے ہیں اسے ہشیار خواب

عشق میں تیرے جو ہیں خانہ خراب | ہیں وہی دونوں جہاں کے آفتاب
چشم دل سے دیکھ ہر دم روئے یار | کھا نہ دھوکا ہے یہ سب عالم سراب
چشم حق بیں سے رخ دلدار دیکھ | آفتاب آمد دلیل آفتاب
تو بہ تو جلوے ہیں حسن یار کے | ہر ادا میں رنگ لاکھوں لاجواب
دیکھکر آئینہ خود وہ دنگ ہیں | عکس باطل ہے حقیقت کا جواب
تیرے رخ کے نور سے اے شعلہ رو | ہیں یہ روشن آفتاب و ماہتاب
دیدۂ حق بیں میں اے احول لگا | ایک ہیں دونوں یہ تاب آفتاب
عشق میں کچھ بھی مزا آتا نہیں | دل جگر دونوں نہ ہو جبتک کباب

تاب نظارہ ہے کس کو اے محب
دیکھ عکس مہر خاور زیر آب

ردیف پ

یہ عالم جسم ہے اور جان ہیں آپ | خدا کی سر سے تا پا شان ہیں آپ
میری آنکھوں سے دیکھے کوئی صورت | حسینان جہاں کی جان ہیں آپ
ہر اک شئے آپ کی خاطر یہاں ہے | یہ دنیا میزبان مہمان ہیں آپ
جو دایم روح ہے اور جسم حادث | تو واجب آپ میں امکان ہیں آپ
جو او بہر قہر ہے تو مہر اس پر | کہیں شیطان کہیں رحمان ہیں آپ
جو غیروں کے ہیں آپ اسباب شادی | تو مایوسوں کے بھی ارمان ہیں آپ
یہاں ہے کون حق کی مردم چشم | ذرا تو دیکھئے انسان ہیں آپ
سراپا ہیں کلام و آیت حق | قسم قرآن کی قرآن ہیں آپ

بتوں کو چھوڑ کے کعبہ کو جائیں — جناب شیخ بے ایمان ہیں آپ
جسے کہتے ہیں عالم عین حق ہے — اگر سمجھیں جدا نادان ہیں آپ
بدلتے ہیں دمبدم ہیں رنگ و صورت — کہ یوم کل ہو فی الشان ہیں آپ

محبؔ دیکھی ہے کس کی دلنشیں صورت
مثال آئینہ حیران ہیں آپ

ظاہر عالم اور خفا ہیں آپ — بت بھی ہیں آپ اور خدا ہیں آپ
سارے عالم میں آپ ہی کے صفات — ذات ہر شئے سے کب جدا ہیں آپ
آپ ہی ہیں عناصر عالم — کہیں آتش کہیں ہوا ہیں آپ
آشنائی ہے آپ کی مطلق — کس و ناکس کے آشنا ہیں آپ
دونوں اوصاف آپ میں ہیں عیاں — بے وفا بھی ہیں باوفا ہیں آپ
سارے افعال آپ کے ہیں حسین — ہر خطا پر بھی بے خطا ہیں آپ
مختلف ہیں عجیب آپ کے رنگ — خود بنی اور خود نما ہیں آپ
بینوا ہیں کہیں کہیں قارون — ہیں سلیماں کہیں گدا ہیں آپ
کہیں عیسیٰ ہیں دار پر مصلوب — کہیں چنگیز پر خفا ہیں آپ
کہیں عثمانؓ عمرؓ علیؓ صدیقؓ — کہیں سردار مصطفےٰ ہیں آپ
دم میں لاکھوں ہی رنگ لاتے ہیں — کیا ریاکار بے ریا ہیں آپ
شخص ہیں آپ آئینہ عالم — اپنے ہی آپ خود نما ہیں آپ
خود یزید اور خود ہیں شمر لعین — خود حسینؓ اور کربلا ہیں آپ
آپ شیطان آپ ہی رحمان — کون جانے کہ اور کیا ہیں آپ
آپ ہی ہیں ملک پری جن دیو — دشت میں غول پر دغا ہیں آپ
آپ آدم ہیں اور حوا ہیں — شجر جنت اژدہا ہیں آپ

جو کہیں آپ کو محبؔ ہے بجا۔
بندۂ عاجز اور خدا ہیں آپ

ردیف ت

پوچھ منصور سے بام وحدت
سب سے مشکل ہے مقام وحدت

کچھ بھی سمجھتے نہیں توحید ہے کیا
سن لیا ہے کہیں نام وحدت

آیا خورشید قیامت کا یقیں
دیکھ کر رند کا جام وحدت

دمبدم دل میں گذرتے ہیں خیال
ہر تجلی ہے پیام وحدت

دلمیں تیرے ہے خیالات کا تانا
حق سے آتے ہیں پیام وحدت

دم میں اکبار گی دشمن کو ترے
کاٹ دیتی ہے حسام وحدت

بھاگ گئے خود آپ خیالات دوئی
جب ہوا دل میں قیام وحدت

رات کی طرح سے بھاگی کثرت
آیا گردش میں جو جام وحدت

تا کہ مٹ جائے تیرے دل سے دوئی
کان سے سن یہ کلام وحدت

بچکے جاتے نہیں مرغان الست
عین کثرت میں ہے دام وحدت

کر خدا جان کے ہر بت کو سلام
یہی ہوتا ہے سلام وحدت

اسقدر تو ہو رخ یار میں محو
خواب ہو جائے مقام وحدت

سب رسولوں سے بڑھے آگے دو گام
تھا محمدؐ کا مقام وحدت

مل گئے اللہ سے معراج کی رات
لائے بندوں کو پیام وحدت

پی لئے عشق رات دن جو ملے
حوض کوثر ہے یہ جام وحدت

حق ہی سنتا ہے محبؔ شعر ترے

ہے یہ مقبول کلام وحدت

محمدؐ جان ابدان رسالت — محمدؐ سرو بستان رسالت
نہوتا گر وجوب ذات احمدؐ — کبھی ہوتا نہ امکان رسالت
ہزاروں یوں تو گذرے انبیا ہیں — محمدؐ ہیں عجب شان رسالت
ہوے پیدا شکم سے آمنہ کے — امید خلق وارمان رسالت
انہیں کے نور سے روشن ہوئے ہیں — چراغان شبستان رسالت
بچایا عشق کے ہاتوں سے کس نے — گریبان اور دامان رسالت
خلیلؑ و عیسیٰؑ و موسیٰؑ و احمدؐ — یہی تھے چار ارکان رسالت
ولایت بندۂ عشق احد ہے — شریعت ہے یہ سامان رسالت
محمدؐ پر ہوی تھی ختم توحید — نہ کیوں خاتم ہو پایان رسالت
ولایت اور نبوت میں ہے یہ فرق — ولی ہے زیر فرمان رسالت
عدالت نفس پہ ہوتی نہ قائم — نہوتی شرع ایوان رسالت
تفاسیر و حدیث و فقہ و قرآن — یہ ہیں سامان ایوان رسالت
رسولان سلف نکلے ہیں سے — زمین شام ہے کان رسالت
در نایاب ہے بلفظ قرآن — حدیثین بھی ہیں اعیان رسالت
ہوے ہیں مدعی کاذب لاکھوں — نہیں ہر شخص شایان رسالت
ہر ایک دور زمانہ میں مذور — دیا کرتے ہیں اعلان رسالت

محب قرآن میں ہیں روحی لذائز
بچھا ہے سامنے خوان رسالت

یہی دنیا تو ہے دار محبت — یہیں ہوتا ہے اظہار محبت
کہاں معشوق کوئی باوفا ہے — بزیر گل ہیں کچھ خار محبت

انا الحق کہہ کے نا حق ہو نہ رسوا — نہ کر اظہار اسرار محبت
الست ربکم سے یہ غرض تھی — لیا تھا ہم سے اقرار محبت
ہوا مردود عالم وہ حسد سے — کیا شیطاں نے انکار محبت
نہ یاد حق نہ خدمت خلق حق کی — نہیں ہرگز یہ اطوار محبت
نہ اٹھا جو زمین و آسماں سے — اٹھایا ہم نے وہ بار محبت
جسے دیکھو وہ ہے دنیا کا طالب — نہیں ملتے طلبگار محبت
عمل پیچھے ہے پہلے کر تو پیدا — خیالات اور افکار محبت
نظر کے سامنے ہو عالم غیب — جو آئیں دل میں انوار محبت
نیاز نذر طاعت خدمت یار — یہی ہوتے ہیں آثار محبت
بتاتا کون اس دنیا کے گھر کو — نہ ہوتا گر یہی معمار محبت
ہوا جب رشتۂ الفت دلوں میں — تو آتے خود ہیں اخبار محبت
غرض رکھتے نہیں ہر دو جہاں سے — وہ مستغنی ہیں سرشار محبت
محبت ہے غرض سے بوالہوس کو — نہیں رکھتے غرض یار محبت
عمل تکذیب کرتا ہے زباں کی — موثر کیا ہو گفتار محبت

محب خود جل کے پروانے ہوا خاک
جو بھڑکی شمع کی نار محبت

نالوں نے خوب سیر دکھائی تمام رات — چھوٹا کیئے انار ہوائی تمام رات
گذری تمام رات تصور میں یار کے — آنکھوں میں میری نیند نہ آئی تمام رات
کرتے ہی فکر یار ہوئی چشم دل جو وا — پیش نظر تھی ساری خدائی تمام رات
پردے میں عشق مجنون و لیلی کے یار کو — اپنی ہی سرگذشت سنائی تمام رات
جاگا نہ یاد حق میں کہ ہوتا نہ جہاں — ہر روز خواب خوش میں گنوائی تمام رات

اس شمع رو کے عشق نے کس کس کے جی [illegible]
مرقد پہ میری شمع جلائی تمام رات

افکار دنیوی نے جو دل پر کیا ہجوم
دم بھر بھی مجھکو نیند نہ آئی تمام رات

اپنے ہی حسن و ناز میں مصروف وہ رہے
آئینہ دیکھا زلف بنائی تمام رات

رونے نے دوستوں کے پریشان کر دیا
راحت بوقت مرگ نہ پائی تمام رات

جل جل کے خاک ہو گئے پروانے بزم میں
کس شمعرو نے آگ لگائی تمام رات

تھا یار دل میں اور سمجھتے تھے اسکو دور
کیا بند ہو گیا تھا وہم جدائی تمام رات

وہ شمعرو تھا پاس مانع حجاب تھا
لڑتا رہا میں دل سے لڑائی تمام رات

بیٹھا رہا میں بستر غم پر جھکائے سر
لذت جو اس کی یاد میں پائی تمام رات

غربت پہ ان کی ہنستی ہیں دانت چکیاں
کرتی ہیں روز جو کہ پسائی تمام رات

یاروں کی یاد کا جو بندھا رات کو خیال
پائی نہ بندشوں سے رہائی تمام رات

کل رات کو پڑوس میں مولود تھا یہاں
مولودیوں نے دھوم مچائی تمام رات

شب رت جگے کی رسم میں آیا جو رشک ماہ
کرتا رہا محب کی برائی تمام رات

کونسا کام ہے جس میں نہیں نام بہت
کیا نہیں عشق دلارام میں بدنام بہت

سارے پیشوں سے جہاں کے ہے تصوف بہتر
اس میں نقصان ہے کم اور ہے انعام بہت

یوں تو دستار کے جتنے کہ ہیں صوفی لاکھوں
پختہ کاران میں بہت کم ہیں مگر خام بہت

طالب صادق و مردان خدا ہیں کمیاب
یوں تو صیاد بہت مرغ بہت دام بہت

اسم اللہ نہیں فرضی وہ ہمی ہے ہرگز
تو ہی ہو جائے مسمیٰ جو رٹے نام بہت

صبح اور شام وہ ہے جس میں کہ تو آئے نظر
ورنہ ہوتے ہیں یہاں صبح بہت شام بہت

اک مسلماں نہیں آتا ہے نظر لاکھوں میں
لوگ سمجھے ہیں کہ ہیں پیرو اسلام بہت

قابلیت جو طلب کرتی ہے دیتا ہے خدا
پہلے میخوار تو ہو ساقی گلفام [illegible]

طاعت نفس سے راحت نہیں ملنے کی کبھی ۔ ترک کرتے ہیں مگر اس کے ہے آرام بہت

دل سے دل کو جو ہوئی راہ تو کیا حاجت خط ۔ بوالہوس بھیجتے ہیں نامہ و پیغام بہت

بڑھ گئی اور تکلف سے ہماری تکلیف ۔ عیش و آرام کے دنیا میں ہیں آلام بہت

حسن سیرت کے مقابل نہیں حسن صورت ۔ کم ہیں خوش خلق یہاں اور گل اندام بہت

چاہتا گر ہے کہ دنیا میں ہو عزت حاصل ۔ بخل کو چھوڑ کے کر بخشش و اکرام بہت

خاتمہ اچھا ہو قا. ہو میں کسی کے نہیں ۔ نیک انجام ہیں کم اور بد انجام بہت

خدمت خلق وہی ہوتی ہے مقبول خدا ۔ جسمیں تعریف ہوں کم اور ہوں دشنام بہت

جا محب اونچی دکانوں کی نہ تو شہرت پر
مال اچھا نہیں مشہور ہے گو نام بہت

ذات ہے بحر و آب کی صورت ۔ خلق موج و حباب کی صورت

دیکھا احمد نے کیا شب معراج ۔ کیا خدا تھا جناب کی صورت

سبق عشق جب پڑھا میں نے ۔ پھر نہ دیکھی کتاب کی صورت

غافلوں کے دلوں میں وقت سزا ۔ آئی روز حساب کی صورت

خود کو سمجھے نہ ہم خدا افسوس ۔ ہے یہی تو حجاب کی صورت

جسنے دیکھی تجلی رخ یار ۔ دیکھے کیا آفتاب کی صورت

کور چشماں دل تو ہیں معذور ۔ دیکھیں کیا آفتاب کی صورت

دیکھ تو دل میں بند کرکے آنکھ ۔ رات بھر ماہتاب کی صورت

دیکھ اہل غضب میں وقت ضرر ۔ سانپ کے پیچ و تاب کی صورت

عین ثروت میں فکر دولت دول ۔ یہ بھی ہے اک عذاب کی صورت

یہ صفات اور عالم محسوس ۔ ذات پر ہیں نقاب کی صورت

ہے یہی عشق یار و شغل شراب ۔ رنج و غم سے نجات کی صورت

خدمت خلق کر کے خود سے چھٹے — غم سے یہ ہے برات کی صورت

عاشقوں میں کہاں تغیر جسم — ہے بوڑھا یا شباب کی صورت

جز ترے کل من علیہا فان — ہے جہاں نقش آب کی صورت

کور زاہد کبھی نہ دیکھیگا ٭ ٭ — مئے معشوق شباب کی صورت

میٹ دل سے محب نہ کر تو فکر
سب عذاب و ثواب کی صورت

بحر ہے ایک اور حباب بہت — کیوں نہو کثرت حجاب بہت

اس تغیر سے ہے ظہور جہاں — کیوں نہو دل میں انقلاب بہت

تب بنے کام دل کے حسب مراد — جب ہوئے عشق میں خراب بہت

شمس ہستی کا ہے جواب کہاں — ذہن میں گو ہیں آفتاب بہت

ہیں کہاں عاشقاں بادہ پرست — ساقی و ساغر و شراب بہت

پہلے کس کو وہ منہ لگاتے ہیں — مہر کم اور ہے عتاب بہت

چھوڑ لذات فانی دنیا — ان میں ہے رنج و پیچ و تاب بہت

یہ تو شایاں نہیں کریمی کے — دے کے بندوں کو لے حساب بہت

بے ترے عشق کے نہ علم آیا — ہم بھی پڑھتے رہے کتاب بہت

کھل گیا جن پہ ہے مثال کا دار — دیکھتے ہیں وہی تو خواب بہت

زیست کا اعتبار کس کو ہے — دم میں بگڑے ہیں نقش آب بہت

نہ ملا ایک مرشد کامل — یوں تو ہیں حضرت و جناب بہت

کیا سمجھتا ہے دہر خالی ہے — ہر قدم پر ہیں بوتراب بہت

جنگ و دولہ ہوئے تو کیا حاصل — زر و جاگیر کم خطاب بہت

رند و زندیق و ملحد و مجنوں — تیرے عاشق کے ہیں خطاب بہت

رائے ذاتی نہیں کوئی اپنی ۔۔۔ ہیں کتابوں کے انتخاب بہت

عشق کی راہ کیا محب طے ہو

صبر کم ہے مگر شتاب بہت

دیکھ ہر شئے میں یار کی صورت ۔۔۔ ہے یہ دل کے قرار کی صورت

دیر میں بت ہے یار کی صورت ۔۔۔ کعبہ خالی ہے دار کی صورت

عشق اس کا شباب پیری میں ۔۔۔ یا خزاں میں بہار کی صورت

عہد طفلی سے اور عشق صنم ۔۔۔ ہے یہی ہونہار کی صورت

کر باطن کی کیا زیارت وعرس ۔۔۔ دیکھتے ہیں مزار کی صورت

زنگ دل ذکر و فکر دنیا ہے ۔۔۔ آئینہ پر غبار کی صورت

دل میں ہر دم پیام آتا ہے ۔۔۔ تیرا دم ہے یہ تار کی صورت

ذکر سے بھاگتے شیاطین ہیں ۔۔۔ ہے دلوں میں حصار کی صورت

وہ جو آجائیں زندگی ہو جائے ۔۔۔ موت ہے انتظار کی صورت

نشہ عشق کا سرور نہ پوچھ ۔۔۔ ہے یہ دنیا خمار کی صورت

شب عجب تازگی تھی چہرہ پر ۔۔۔ خاک ہے صبح ہار کی صورت

آخرت ہے گل امید حیات ۔۔۔ اور دنیا ہے خار کی صورت

چار عنصر ہیں اور پانچ حواس ۔۔۔ خلق ہے پانچ چار کی صورت

وہ بھی شان جلال ہے اسکی ۔۔۔ جسکو کہتے ہیں مار کی صورت

غضب و کینہ و عداوت و حقد ۔۔۔ ہیں یہ سب مار و نار کی صورت

ہر طرف پنبہ زار ہے تیرے ۔۔۔ اور سخن ہے شرار کی صورت

عمل زشت سے ہوئی ہے مسخ ۔۔۔ ایک کی کیا ہزار کی صورت

بیقراری محب جو حد سے بڑھی

ہوگئی خود قرار کی صورت

جہاں میں سیکھہ دیوانے کی عادت　　کسی ایک دھن میں لگجانیکی عادت

نہ کھلائیگا وہ حجاب ناز عاشق　　نہیں ہے جس میں پروانیکی عادت

زمیں میں چھپکے خود آتا ہے باہر　　یہی ہے راز اور دانیکی عادت

پڑی ہے جب سے پاتا ہوں عجب لطف　　ہر اک شے میں سے پانیکی عادت

شکر سے کم نہیں کچھ تلخی زہر　　ہوی جب زہر کے کھانیکی عادت

قیامت ہو جو وہ بے پردہ ہو جائے　　بہت بہتر ہے شرمانیکی عادت

ہر اک معشوق میں پاتے یہی ہیں　　جھپک دکھلا کے چھپ جانیکی عادت

محبت اور کرتی ہے زیادہ　　تحائف کچھ نہ کچھ لانیکی عادت

فراوان گنج مخفی دل میں رکھنا　　یہی ہوتی ہے ویرانیکی عادت

دیا کرتا ہے کیا حوروں کی ترغیب　　پڑی واعظ کو بہکانیکی عادت

بدی سے بد کہیں بھی چوکتے ہیں　　تجھے ناحق ہے سمجھانیکی عادت

بچائیگی تہیدستی سے تجھکو　　یہی دینے کی دیوانیکی عادت

نہیں اچھا ہے سر چڑھانا کسیکو　　بلائیں لائیگی ستانیکی عادت

قطعہ

یہ سینہ ہے کوئی نقارۂ صبح　　یہ نے کے شور چلانیکی عادت

کہا کرتے ہیں دونوں غافلوں سے　　کہ چھوڑو صبح سو جانیکی عادت

محب بکتا ہے کیا کیا شاعری میں
کہاں جاتی ہے دیوانیکی عادت

ہے نظر میں جو یار کی صورت　　کم نہیں گل سے خار کی صورت

ما سوا کا خیال ہے دل میں　　آئینہ پر غبار کی صورت

آتش کی شکل ہے دل مردہ — اور سینہ مزار کی صورت

شہر کی شکل ہے غضب تیرا — اور ہے کینہ نار کی صورت

حسب اعمال صورتیں ہیں سب — دیکھ روز شمار کی صورت

پوچھ منصور سے مقام انا — ہے یہ معراج دار کی صورت

کھا نہ دھوکا پری کی نالش سے — ہے یہ دل وہ نار کی صورت

دل وحشت زدہ کو ذکر حبیب — ہے یہی ایک قرار کی صورت

اس حصار فلک سے عاشق کو — نظر آئی فرار کی صورت

دہر کی کشمکش سے کیا نکلیں — آسماں ہے حصار کی صورت

عیب مشہور کے ہنر میں محب
چاند ہے داغدار کی صورت

ردیف ٹ

ہمدم نام اوسکا دل میں رٹ — کھل ہی جائیگا دل کے در کا پٹ

ٹڑے آتا ہے راہ الفت میں — ہے یہ شیطان بھی نرا نٹ کھٹ

پکڑ لو ان رہ گئے ہیں سست قدم — دوڑ اس راہ عشق میں سرپٹ

ساتھ دشمن کا راہ پیچیدہ — ہر قدم پر ہے نفس کی کھٹ پٹ

جان جائے ہزار دشمن ہوں — ایک قدم راہ عاشقی سے نہ ہٹ

دل میں رکھ دمبدم خیال اسکا — پھیر تسبیح کو نہ تو کھٹ کھٹ

پختہ عشق میں قدم کو جما — دین و دنیا کے راستوں سے پلٹ

رہ یہ خون عاشقاں سے ہے تر — پاؤں اس راہ میں نہ جائے رپٹ

قبر عاشق پہ بعد مرنے کے
گل خوں کے ہزار ہیں جھرمٹ

چھوڑ اہل جہاں کا تو پیچھا
سایہ کی طرح اہل دل سے لپٹ

بزم مستاں میں شکر ہے کہ ملی
کچھ بقیہ شراب کی تلچھٹ

تو کسی کو جھڑک نہ غصہ سے
اپنے ہی نفس بد کو ڈانٹ ڈپٹ

تنگدستی میں ہو نہ تنگدلی
پھیل دریا کی طرح اور نہ سمٹ

جب سے ہے دوستئ روح لطیف
رات دن نفس بد سے ہے کھٹ پٹ

رحم کر اسپہ جب آئے غضب
شیر کی طرح نفس بد پہ جھپٹ

بدر گھٹنے سے عید کا ہے ہلال
خاکساری سے تو بھی اتنا گھٹ

دیکھ بچھی ہے ہر طرف بارود
کہہ نہ دل میں جو آئے سب جھٹ پٹ

میں یہ سمجھا محب کہ وہ آیا
کان میں آئی جب کوئی آہٹ

جاتا کدھر ہے کعبہ کو لیکر گناہ کی پوٹ
گر چاہتا خدا کو ہے بت کے قدم پہ لوٹ

ہوتی نہیں صفائی دل صدق کے بغیر
جبہ سے تو ریا کے ہے بہتر فراک کوٹ

دنیا ہے اعتبار و توہم کا ایک نام
چلتے ہیں سیم و زر کے مقابل میں آج نوٹ

ہمدردی زبانیہ نہ جاتا کہ خود غرض
روتے تو مجلسوں میں ہیں دل پر نہیں ہے چوٹ

زیبا نہیں فقیر کو شاہوں کا کر و فر
گدڑی میں فاقہ مست کی کیا بادلے کی گوٹ

گھوڑوں کو کھائیں وہ کہ جو ہیں اسپکے سوار
اصحاب فیل کھاتے ہیں عشرہ میں غم کا روٹ

جنت نظیر ثانی کشمیر کیوں نہ ہو
موتی کے گرد باغ ہیں اور بیچ میں ہے کوٹ

ہاتھ آیا کچھ نہ حسرت و ارمان کے سوا
دنیا کی طمطراق پہ ہیں جو کہ دل سے لوٹ

کھلتے مراقبہ سے ہیں شیطاں کے داؤ پیچ
دشمن سے کیا لڑیگا کہ سیکھی نہیں بنوٹ

کرتے ہیں مجلسوں میں موافق کو انتخاب
لیتے نہیں ہیں اپنے مخالف سے کوئی ووٹ

ف۱ ندی۔

ملتی نہیں ہے مفت کہیں دولت وصال　　عشاق پہلے رکھتے ہیں دل کو بہا دھروٹ

گرچاہتا ہے دوستی روح پاک ذات　　اس نفس بدشعار کی گردن کو پہلے گھوٹ

پرکھیں گے جوہری تیرے اشعار کو مجیب
جاتی نہیں ہے بج سرالی سے زر کی کھوٹ

اس کے دل پر میرے آہوں کا اثر سچ ہے کہ جھوٹ　　دل یہ کہتا ہے کہ ہے لیکن خبر سچ ہے کہ جھوٹ

عاشقوں کا حشر ہوگا اپنے معشوقوں کے ساتھ　　کچھ تو سوچو دل میں اپنے یہ خبر سچ ہے کہ جھوٹ

جب وہی جان جہاں ہر رنگ میں ہے جلوہ گر　　غور کر دل میں رخ شمس و قمر سچ ہے کہ جھوٹ

رنج و راحت تجھکو آئی ہے کہاں سے دل میں سوچ　　نیک و بد اعمال کا تیرے ثمر سچ ہے کہ جھوٹ

گندم شہوت کے کھانے سے نکالے ہم گئے　　خشم و شہوت کا جہاں میں شجر سچ ہے کہ جھوٹ

وقت سرمایہ ہے تیرا کھو نہ مال و جاہ میں　　اس خریداری میں سرتا پا ضرر سچ ہے کہ جھوٹ

نفس کے بندوں کو توڑ اور روح کو آزاد کر　　خانۂ زندان دنیا تیرا گھر سچ ہے کہ جھوٹ

فرش سے تا عرش اوڑتے ہیں ہزاروں اولیا　　آدمی میں جبرئیلی بال و پر سچ ہے کہ جھوٹ

عشق دائم چھوڑ کر ہیں مبتلائے رنج دہر　　اہل دنیا کے سروں میں مغز بھر سچ ہے کہ جھوٹ

دین و ایماں مال و جاہ و آبرو جائے سب　　عشق کے رستے میں خوف و خطر سچ ہے کہ جھوٹ

کچھ خبر بھی ہے تجھے اے بےخبر تیرا مجیب
یاد میں تیری ہے وہ آٹھوں پہر سچ ہے کہ جھوٹ

ردیف ث

خلق سے آرزوئے وانہ عبث　　سایۂ مرغ ہے نشانہ عبث

زال و دنیا سے کیا محبت و عشق　　اس کے پیچھے ہے تو دیوانہ عبث

کیا بنایا زمانہ سازوں نے
دہر بیکار ہے زمانہ عبث

خلق سے ہے امید و بیم عبث
اسپ عکسی پہ تازیانہ عبث

اس کے در پر رگڑ یہ پیشانی
بادشاہوں کا آستانہ عبث

مالک الملک کی اطاعت کر
شاہ سے خلق خادمانہ عبث

جنہیں کوئی نہ سوز ہو نہ گداز
ایسے اشعار عاشقانہ عبث

خود نہ جب دل میں عشق و مستی ہو
مئے و معشوق کا ترانہ عبث

جائیں کیا بت کدہ سے کعبہ کو
جب نہیں اہل خانہ خانہ عبث

بتکدہ جا کے دیکھ صورت یار
اور کعبہ کو شیخ جانا عبث

اہل دولت ہیں اپنے مطلب کے
ان کی تعظیم خادمانہ عبث

کیا نصیحت کا سنگ دل پہ اثر
ڈال پتھر پہ تو نہ دانہ عبث

حال دل سے ہوئے نہ وہ واقف
ہم سنایا کیے فسانہ عبث

اپنی بیتی کہیں تو کچھ ہو اثر
لیلیٰ مجنوں کا ہے فسانہ عبث

بلبلو فصل گل ہے دو دن کی
کیا بناتے ہو آشیانہ عبث

کون مرتا ہے کون جیتا ہے
خون آنکھوں سے تو بہانا عبث

خود پرستی نہیں ہے جب جس جا
کو توالی عبث ہے تھانہ عبث

ردیف ج

عشق جو کل تھا وہ شرار ہے آج
روشنی بر سر مزار ہے آج

دے مئے عشق مجھ کو تھوڑی سی
ساقیا بے پستی خمار ہے آج

دفن کتنے حسین ہوئے ہیں یہاں — سارا میدان لالہ زار ہے آج

کیا برے تھے عمل حسینوں کے — گل نازک کا جفت خار ہے آج

بیقراری میں عمر سب گذری — جب خودی مٹ گئی قرار ہے آج

جانے کل نفس کسطرف پٹکے — اسکے زیر راں سوار ہے آج

تھے جوانی میں موت سے غافل — اور پیری میں انتظار ہے آج

واہ ری قدر دانی دنیا — ناصح غمگسار خوار ہے آج

گل نہ دیکھو گے خار و خس کے سوا — گرچہ ہر جا گل ہزار ہے آج

کیا الٹ پھیر ہے زمانے کا — لیل کل تھی تو پھر نہار ہے آج

ذکر اسکا درخت طوبی ہے — باغ جنت اسی کا یار ہے آج

دوزخی کہہ رہے ہیں دوزخ میں — آتش غیظ سخت نار ہے آج

دیکھ زاہد یہ عشق کے ثمرات — مے ہی ساقی گل عذار ہے آج

آنکھ وہ ہے جو تیری بینا ہو — یوں تو نرگس بھی چشم دار ہے آج

جی اٹھے بعد مرگ اہل فنا — باغ ہستی میں کیا بہار ہے آج

ذکر ہر دم انا کا کرتا ہوں — سارے عالم پہ اقتدار ہے آج

اس کی رحمت سے کیا عجب ہے عجب
پاک ہو جو گناہ گار ہے آج

ردیف ج

رو جنت کے لئے کفر پہ تلوار نہ کھینچ — جاہ و دولت کیلئے آپ پہ ادبار نہ کھینچ

لع کر ترک لذائذ ہے یہ سب طول عمل — نقد و زر کی محبت کا کبھی بار نہ کھینچ

سخت الفاظ سے شمشیر کھچا کرتی ہے
سلسلہ بحث کا اور رشتۂ تکرار نہ کھینچ

کچھ سوا گور و کفن کے نہ ملا دولت سے
رنج دنیا کبھی بھولے سے بھی زنہار نہ کھینچ

کر نہ مستوں سے کبھی بھول کے بحث عقلی
ہاتھ زر آئیگا کیا دامن گلزار نہ کھینچ

لکھ نہ مضمون برانگیختۂ شہوت نفس
خلق کو دام تنزل سے سوئے نار نہ کھینچ

جس سے زر ہاتھ نہ آئے وہی فن ہے منحوس
صنعت شعر کی محنت پئے ادبار نہ کھینچ

ایک کوڑی کو بھی بکتا نہیں بازار میں شعر
ذلتیں بہر سرائی سر دربار نہ کھینچ

گر عیادت کو کہیں جائے تو کر غم کو غلط
آہ پُر درد کبھی بر سر بیمار نہ کھینچ

علم دنیا نہیں دیتا غم دنیا سے نجات
دیکھ پچھتائیگا تو محنت بیکار نہ کھینچ

آگ لگ جاتی ہے دنیا میں دل آزاری سے
آپ خود اپنی طرف برق دل آزار نہ کھینچ

ناسخن فہم سے کیا قدر سخن کی امید
کسمپرسی کی خجالت سر بازار نہ کھینچ

اپنی رفتار سے چیونٹی کی بھی نہ دلکو نہ دکھا
جانب خود غضب عادل جبار نہ کھینچ

شعر وہ خوب ہے جس میں کہ ہو بے ساختہ پن
لفظ گھڑ گھڑ کے کبھی ذہن سے اشعار نہ کھینچ

صورت اصل بھی بننے سے بگڑ جاتی ہے
اتنا خود آپ کو لوگوں میں طرحدار نہ کھینچ

رنج نہ کر نفس کو ہر دم کی ریاضت سے کبھی
اسپ کی باگ زیادہ دم رفتار نہ کھینچ

پھر میاں چھوڑ کے کب ہیں جو بتا الٰہی کی
آرزو چھوڑ اگر منت اشرار نہ کھینچ

عشق کی بحث کبھی شیخ و برہمن سے نہ کر
ٹوٹ جائیگا محب رشتۂ زنار نہ کھینچ

ردیف ح

عشق ہے دل میں تخم جاں کی طرح
سارا عالم ہے بوستاں کی طرح

ف ۔ شیخ صدر الدین عرف شیخ صدد ۔

بتکدہ تو ہے عرش کی جاں کی طرح — اور کعبہ ہے لامکاں کی طرح

روح تیری ہے آسماں کی طرح — جسم تیرا اگر جہاں کی طرح

دل میں رہ کر نہ سامنے آیا — کیا کہے کوئی ہے کہاں کی طرح

کیا بنا تا محل ہے دنیا میں — تو تو آیا ہے مہماں کی طرح

بے سوالی سوال ہے میرا — رزق پاتا ہوں بے زباں کی طرح

رکھ زباں تیر کی طرح سے راست — دل ہر ایک شخص سے کماں کی طرح

کچھ تو شیطان کو ہے اس سے لگاؤ — جو وہ بیٹھا ہے پاسباں کی طرح

پیر ہو یا مرید یا کوئی اور — رکھ نظر سب پہ بدگماں کی طرح

تخم حق اور ہے شجر عالم — ہو بہو ہے عیاں نہاں کی طرح

عشق ہے تخم اور فکر شجر — اور عمل حور اور جناں کی طرح

ہے زبان وہ کہ جس سے غیر ہوں دوست — ورنہ سوسن بھی ہے زباں کی طرح

مختصر ہو مگر فصیح و بلیغ — ہو نہ تقریر داستاں کی طرح

ہے مضامین عشق آب حیات — اور زباں ابر درفشاں کی طرح

سارے عالم کی جان انساں ہے — اور انساں میں عقل جاں کی طرح

ہے کبھی فصل گل کبھی ہے خزاں — ہے یہ انسان بوستاں کی طرح

زاہد خشک گر پیے مئے عشق — پیر بھی ہو تو ہو جواں کی طرح

رزق پہونچا محب بغیر سعی
ناگیا گھر بھی آشیاں کی طرح

ردیف خ

اک اور بھی دنیا ہے جہاں شمس و قمر سرخ — ہر بحر وہاں سرخ ہر اک موج گہر سرخ

پیری میں لیا شیخ نے کس شوخ کا یہ رنگ ‏ لالہ کی طرح ریش و بروت ابرو ہے سرخ

گلزار ہے اس سرخی رخسار کا پرتو ‏ ہے عکس پری لال تو آئینہ کا گھر سرخ

سرخی نہیں جچتی سو زش ہے تو سبزی میں ہے تہ تک ‏ دیکھا نہیں گل لال ہو اور برگ شجر سرخ

ہر رنگ میں ہے شان جمالی و جلالی ‏ پہلے تو ہرا بعد میں ہوتا ہے ثمر سرخ

ہے آتش غیظ و غضب و نار جہنم ‏ گر غور سے دیکھو تو ادھر سرخ ادھر سرخ

گل حوض میں اترا ہو وہ رنگ گل احمر ‏ تھا عکس سے سرخی کے وہ خود تا بہ کمر سرخ

آنکھوں پہ چڑھی سرخ تعصب کی جو عینک ‏ سب ابیض و اسود بھی تو آتا ہے نظر سرخ

دولا سے کہتے ہیں کہ جامہ نہیں کچھ سرخ ‏ ہیں ہاتھ بھی پاؤں بھی لب و ریش بھی سر سرخ

جرأت کوئی دیکھے کہ ہزاروں میں کہیں جھوٹ ‏ تلواریں وہ بیہ نہیں لیکن ہے سپر سرخ

دیوانگی رنگ ہے یہ خونریزی دنیا ‏ کیا فخر ہے گر ہو بھی گئے تیغ و تبر سرخ

چہرہ ہی آئینہ ہے احساس دلی کا ‏ باتیں تو بہت نرم ہیں چہرہ ہے مگر سرخ

کر ذکر خدا تا کہ ہو دل نور خدا کا ‏ کیا آگ وہ آہن نہیں ہو جائے اگر سرخ

پیتے ہیں مئے عشق کے ہر دم جو پیالے ‏ مستوں کے رہا کرتے ہیں کیا دیدۂ تر سرخ

بیرنگ جو بارنگ نظر آئے عجب کیا ‏ آئینہ جو ہے سرخ تو ہے شمع کا سر سرخ

ظاہر کی صفائی سے مصفا نہیں باطن ‏ گل سرخ ہے لیکن ہے کہاں داغ جگر سرخ

اس گل کی جبیں پر ہیں محبت عرق کے قطرے
دیکھے نہوں آنکھوں سے تو لے دیکھ گہر سرخ

ردیف د

حمد آسان ہے پر مشکل ہے ثنائے احمد ‏ آپ اللہ ہے خود مدح سرائے احمد

بھیجتا خود ہے خدا اسپہ درود اور سلام — دونوں عالم میں نہیں کوئی سوائے احمد
نبی نہ محبوب خدا اور خدا میں جو دوئی — عین اجابت تھی جو تھی حق سے دعائے احمد
ذات احمد میں احد میں نہیں جب فرق کوئی — عین اللہ کی الفت ہے ولائے احمد
تھا جو مقصود کہ ہو باطن وحدت کا ظہور — ہر دو عالم ہوئے مخلوق برائے احمد
نور وحدت تجلی ہے زمیں سے تا عرش — دیکھتے ہم تو ہیں ہر شے میں لقائے احمد
ہم مخلوق کا تھا ایک ہی پردہ حائل — جب وہ اٹھا تو احد میں ہے فنائے احمد
واجب امکان کا جو فرق تھا جب دور ہوا — پھر تو ہے ذات احد عین بقائے احمد
کونسی جا ہے جہاں نور نہیں احمد کا — ارض سے تا بہ فلک ملجا ہے جائے احمد
جسکو سمجھے ہیں خطا وہ تو ہے در اصل ثواب — مدعی ڈھونڈھتا ناحق ہے خطائے احمد
وہ خورشید کی ہو اصل حقیقت معلوم — بے نقاب اپنا جو رخسار دکھائے احمد
ورد ہر شب جو کیا میں نے درود اور سلام — بخت بیدار ہوئے خواب میں آئے احمد
سر پر عاشق شیدا کے برائے تسکیں — کون کہتا ہے کہ تشریف نہ لائے احمد
ہے یہی کلمہ توحید شفاءٌ للناس — ہر مرض میں ہے مجرب یہ دوائے احمد
تھا احمد کا ید اللہ ہے شک اس میں نہیں — جام کوثر کا پیوں گا جو پلائے احمد
رتبہ کون محمدؐ کا بھلا جانے گا — سر پہ جب عرش معلی کے ہی پائے احمد

ہے محمدؐ کی محبت فرض محبت سب کی
خلق کے واسطے وہ خلق برائے احمد

یہ ہے محبوبیت آن محمدؐ — کہ ہر عاشق ہے قربان محمدؐ
نہ جائیگا سقر میں کوئی مومن — یہی ہے عہد و پیمان محمدؐ
مقام احمد مرسل ہے وحدت — خدائی بھی ہے قربان محمدؐ
بچائی کشتی عالم بھنور سے — یہی کیا کم ہے احسان محمدؐ

محمدؐ ظاہر و باطن احد ہے — یہ اوس کی جان وہ جان محمدؐ
جواب اسکا ہوا ہے اور نہ ہوگا — وہ ہے بےمثل قرآن محمدؐ
کریگا فرق کیا نیکی بدی میں — نہ دیکھا جس نے فرقان محمدؐ
بظاہر عبد اور باطن میں حق ہے — خدا کی شان ہے شان محمدؐ
مدینے اور کعبہ میں ہے یہ فرق — یہ حجرہ ہے وہ ایوان محمدؐ
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ — یہ چار عنصر تھے اعیان محمدؐ
غذائے روح کے طالب کہاں ہیں — بچھا ہے ہر جگہہ خوان محمدؐ
نہیں موجود کوئی جز خدا کے — یہ ہے توحید ایمان محمدؐ
وہ اپنی ذات سے واجب ہے لیکن — تعین سے ہے امکان محمدؐ
کہاں گلزار ایماں میں خزاں ہے — تر و تازہ ہے بستان محمدؐ
یہ کسکا مرتبہ ہے دو جہاں میں — کہ ہیں جبریل دربان محمدؐ

لکھیگا کیا محب تو نعت احمد
خدا ہے خود ثنا خوان محمدؐ

قدم قدم ہے رہ عشق میں نہاں صیاد — خدا کا فضل جو ہو ساتھ پھر کہاں صیاد
وہ مرغ چھوٹ گیا دام اور دانے سے — بنایا جس نے کہ طوبی پہ آشیاں صیاد
بر بر سبزہ و گل صد ہزار دام نہاں — در چمن پہ ہے افسوس پاسباں صیاد
نکلنا اس قفس عنصری سے مشکل ہے — زمین دام نہادہ ہے آسماں صیاد
میں دست حضرت حق کا ہوں باز پروردہ — مکان میرا ہے دراصل لامکاں صیاد
ہزار حیف یہاں آکے میں اسیر ہوا — دگر نہ دام کہاں اور تھا کہاں صیاد
خدا ہی دام سے لفظوں کے بلبلوں کو بچائے — کہ آج بر سر منبر ہے خوش بیاں صیاد
قفس میں رہ کے پر و بال عشق پیدا کر — نہ کہہ یہ راز کسی پاس بدگماں صیاد

خودی کو توڑ دیتا دل کو سب کی الفت سے — کہ گل ہے دام نہاں اور باغباں صیاد
زمیں سے تا فلک ایک دام پھیلا ہے — ہوا و آب و گل و آتش جہاں صیاد
قفس میں نالۂ بلبل سے آگ ہو نہ لگی — کہ اٹھ رہا ہے سر باغ سے دھواں صیاد
لگا رہا ہے بڑے فکر و فن سے جال وہاں — کہ عقل صید کا لیتا ہے امتحاں صیاد
نہیں ہے سہل جہاں اب یہ فن صیادی — کہ پہلے دیتے ہیں اس فن میں امتحاں صیاد
ہزار حیف کہ پیری میں صید عشق ہوا — ضعیف بلبل نالاں ہے اور جواں صیاد
خزاں کے آتے ہی وحشت سرا ہوا گلشن — نہ گل کا نام نہ بلبل کا ہے نشاں صیاد
قفس ہے گنبد افلاک جس میں در ہی نہیں — کشش زمین کی ہے دام اور انس و جاں صیاد

عجب کئے ہیں مضامیں شکار ہم نے بہت
ہمارا ذہن رسا بھی تو ہے نہاں صیاد

ہر نفس دل میں کر خدا کو یاد — چھوڑ کر فکر جہان بے بنیاد
ہے بنائے فساد دیر و حرم — اور جھگڑے ہیں ملت ہفتاد
ہم ہوائے جہان فانی میں — مفت کرتے ہیں عمر کو برباد
غم و شادی جہاں میں توام ہیں — یار غمگیں و گورکن دلشاد
لے نہ جلسوں میں نام آزادی — پہلے تو خود ہو نفس سے آزاد
صید گاہ چمن میں دام ہیں گل — مرغ دل صید باغباں صیاد
دل کو مصروف ذکر یار کیا — پڑ گئی آ کے سر پہ جب افتاد
مر گئی قوم عاد و ہود پیچھے — جانتی ہے خدا کے دوست کو یاد
لاکھ تعلیم و تربیت ہو کہیں — کیا بدلتی ہے آدمی کی نہاد
رنگ آمیزی جہاں پہ نہ جا — ہیں ہر اک رنگ میں نہاں صیاد
نہ سنا داد کی غرض سے کلام — مرض قلب و روح ہے یہ داد

ہے مقید کا عشق آفت جاں — مر گیا سر کو پھوڑ کر فرہاد
چھوڑ آبادی جہاں کی فکر — سیکڑوں جس سے ہوگئے برباد
سنگ دیر و حرم ہیں کیوں نہ بچیں — اقرب حق ہیں مرتبہ میں جماد
ہے دو رنگی اصول ہر مذہب — جس سے پیدا ہوے ہزار فساد
گل بھی ہنستے ہیں عشق بلبل پر — شکل صورت پہ نالہ و فریاد

عشق خانہ خراب ہے وہ محب
جس سے دل عاشقوں کے ہیں آباد

ردیف ذ

پی بھی جا دیر نہ کر عشق کا اک جام لذیذ — خشکی زہد نہیں زاہد ناکام لذ
مبتدی کو بھی رہ عشق میں ملتا ہے مزا — ہے اسی باغ کے اشجار کا پھل خام لذ
قہر آلودہ نظر یار کی رحمت ہے مجھے — شہد سے بھی ہے سیوا تلخی بادام لذ
کاہلوں کو نہیں راحت میں بھی کوئی لذت — بعد محنت کے ہے بیکاری و آرام لذ
مرغ پابستہ دنیا کی رہائی ہے محال — ہوگیا ہے اسے دانہ یہ تہ دام لذ
دل جو خوش ہو تو ہر اک شے میں ہے دنیا کے مزا — غم میں ہوتا نہیں کھانا سحر و شام لذ
ذکر کی تیری حلاوت کوئی دل سے پوچھے — چاٹتی لب ہے زباں وہ ہے تیرا نام لذ
خدمت خلق جو کرتے ہیں وہی واقف ہیں — کتنے ہوتے ہیں رہ عشق میں دشنام لذ
توڑنا نفس کا مقصود عبادت ہے مگر — نفس والوں کو نہیں روح کے احکام لذ
کھانا نہ دھوکا کہ ہے تسلیم و رضا تیرا مقام — ہوں نہ جبتک کہ تجھے نفس کے آلام لذ
کامیابی ہے رہ عشق میں ثابت قدمی — ابتدا تلخ ہے اور آخر انجام لذ
مال و زر عزت و شہرت سے ہوا کیا حاصل — نشۂ جینے سے ہوی تلخی ایام لذ

بادۂ عشق کا قسمت میں کہاں ساغر ہے — اس کی تلچھٹ بھی تو ہے ساقی گلفام لذیذ

اہل دنیا کو نہیں صرف خوشی شادی میں — ہے طعام اور دلیہ کا بھی پیغام لذیذ

میوۂ جنت اعلیٰ میں سمجھتا ہوں عجب

لب شیریں سے نکلتے ہیں جو دشنام لذیذ

ردیف ر

مہر و وفا سے بدلے انکا عتاب کیونکر — لے تابش محبت یم ہو سحاب کیونکر

کیا عشق نے دکھایا [illegible] کر اثر کو — پیری میں ہم نے پایا لطف شباب کیونکر

جو غرق [illegible] ہو کے [illegible] — ہوتا ہے بحر و گرداں قطرہ حباب کیونکر

[illegible] دل سے پوچھ بیٹھے اسرار عشق ہم یا — [illegible] خوں عاشق ہوتا ہے [illegible] کیونکر

ناقل [illegible] جو [illegible] — دیکھا کبھی [illegible] آتا ہے [illegible] کیونکر

جو پوچھتے ہیں خود کو [illegible] — [illegible] میں [illegible] خدا میں آیا حجاب کیونکر

[illegible] قفس سے جو چھوٹے [illegible] زمین سے [illegible] — ہوتا ہے [illegible] شراب کیونکر

ہر فعل [illegible] فاعل — پھر روز حشر مجھسے [illegible] حساب کیونکر

غلبہ سے نفس [illegible] آیا جو [illegible] — ظلمت میں آپ نے دیکھا ہے آفتاب کیونکر

وہ ذات [illegible] ہے [illegible] — پوچھیں [illegible] جواب [illegible] کیونکر

پہنچے [illegible] — [illegible] کیونکر

ہجر بتاں [illegible] برسوں جلائیں دل کو — [illegible] کباب کیونکر

غالب [illegible] بدلنا ممکن اگر نہیں ہے

بارش کی شکل میں پھر آیا سحاب کیونکر

کاٹا ہے زندگی کو عشق صنم میں رو کر | حاصل صفا یہ کی ہے داناں دل کو دھو کر

تنزیہ کو تو سمجھا تشبیہ کو بھی دیکھوں | آیا ہوں بتکدہ میں راہ حرم سے ہو کر

آتا نظر وہی ہے سمجھا نہیں سمجھتا ہوں | آخر رہا یہ دیدہ سارا جہاں ڈبو کر

گر چاہتا ہے نار قہر خدا سے بچنا | اس زندگی میں سب پر خشم و کرم کی خو کر

ملتا نہیں وہ اسکو جو ایک سے نہ ہووے | پایا ہے اس صنم کو دنیا و دین کو کھو کر

یہ ظلم وہ نہیں ہے ہمت اپنا ہو جسکی | لاتا ہوں ہو نیوں کو رحمت سے دیر پٹا کر

ہوتا ہے جب خطا سے وانا روح میلا | کرتی ہے تیری رحمت پاک اسکو آب ہو کر

یہ زندگی ہے سونا اور موت صبح اٹھنا | مرنے کو سمجھ یہ ہا ہے گویا اٹھا ہوں سو کر

چھوٹا بڑا سبھی سے سمجھا جو بات تن کی | سب قتل میرا اسکے جی جا ہے تیرا جو کر

اعمال شر سے کسکو ہے خیر کی توقع | کھاتا ہے سیب کس نے حنظل کا بیج کو بو

آخر اسی نے دیکھا روز وصال جاناں | کاٹی ہے رات جس نے ہجر صنم میں رو کر

انساں کا مارنا ہے کس دین میں گوارا | نفس لعین کو اپنے تیغ احد سے دو کر

گر چاہتا ہے عشق جاناں ہے صحبت تو پہلے
تسبیح و خرقہ پہلے میخانہ میں گرو کر

مصیبت آپڑے جب تیرے سر پر | تو کر لطف و کرم بے بال و پر پر

خدا و بت ہیں دو نو نام اس کے | یہی اسکا تو ہیں پردے نظر پر

تری ہے کون سی شے اس جہاں میں | کیا ہے تو نے قبضہ کس کے گھر پر

خدا کا مال تو مالک بنا ہے | وبال اس جھوٹ کا ہے کس کے سر پر

اگر ہے جوہر ذاتی کسی میں | لگا دیتے ہیں یہ علم و ہنر پر

جو مارے نفس کو پہنچیں خدا تک | کہ بیٹھے شیطان وہاں اسکے در پر

صداقت آبروئے آدمی ہے | کہ جیسی آب ہوتی ہے گہر پر

جو ان اللہ معکم پر یقیں ہے — تو پھر غالب ہے تو خوف و خطر پر

نہ اٹھینگے کبھی بیٹھے سو بیٹھے — مثال نقش پا اس رہگذر پر

جسے کہتے ہیں سب انسانِ کامل — حکومت ہے اسی کی خشک و تر پر

ہوا عالم مگر جاہل خدا سے — کتابیں بار ہیں سب پشت خر پر

چلے دنیا سے لیکر علم دنیا — کبھی سر پر کبھی پشت و کمر پر

پس از مردن جہاں کی حسرت و یاس — نمک چھڑکا کیے زخم جگر پر

ثمود و لوط کی امت تھی واقف — کہ رکھتے ہیں نہاں سنگ و شرر پر

خدا کو چھوڑ کر امید ان سے — نہیں قادر ہیں جو نفع و ضرر پر

ضرر بھی نفع ہو جب بغرض ہو — نہیں الزام کشتی کا خضر پر

مقدم گرچہ ہیں حالی و غالب
فضیلت کیا محب گل کو ثمر پر

ہے وہ سودائے زلف کی زنجیر — جس کا آزادہ جہاں ہی اسیر

تیرے کانوں سے تیری آنکھو سنئے — ہے وہی ذات اک سمیع و بصیر

یاس ہے کفر اسکی رحمت سے — کیا وہ مجبور ہے خدائے قدیر

میرا دیوان اور عوام الناس — ڈھیر آٹے کا اور ذرا سا خمیر

وہی پاتے ہیں اہل دل کو کبھی — جو سمجھتے نہیں کسیکو حقیر

تو ہے بے مثل اس کی ہے یہ دلیل — کہ کسی گل کی ہے محال نظیر

مفلسی پردہ دار اسرار احد — دام شہباز ہے نشان حصیر

ایک دانے پہ نکلے جنت سے — اور کیا تھی ابوالبشر کی تقصیر

ہم نہ جائیں گے ایسی جنت میں — کہ جہاں سخت تر ہے جرم حقیر

اس جنان سے تو یہ جنان بہتر — گیہوں کھاتے جہاں ہیں روز کثیر

نہ کوئی جرم ہے یہاں نہ سزا — کون مجرم کبھی ہوا تشہیر
سن کے ہاتف نے یہ کہا مجھ سے — اہبطوا کی ذرا تو سن تفسیر
شیر خواری و عہد طفلی بس — ہے یہی جنت و بہشت قدیر
نفس تیرا شجر ہے ممنوعہ — ہیں ثمر جسکے شہوت اور سعیر
جب یہ کھایا تو پھر کہاں جنت — پھر تو ہے خواہش جہاں میں اسیر
بیاہ ہوتے ہی فکر دنیا ہے — یہی گندم کے پھل کی ہے تاثیر
روح سے آ کے نفس میں ٹھہرا — ہے نگاہ فرشتگاں میں حقیر

یہ اشارے محب بیان نہ کر
دے نہ دے کوئی فتوے تکفیر

وہ ہر جا ہے جہاں دیکھو وہیں پر — نہیں کچھ منحصر عرش بریں پر
خدا کے فضل سے بے کوشش و رنج — گئے پائیں سے دم میں شہ نشیں پر
اسی اک خاک کے پتلے کے دم سے — یہ آبادی یہ رونق ہے زمیں پر
نفی کر سب کی اور اثبات حق کو — مدار علم دیں ہے ہاں نہیں پر
بتاتے ہیں عمل انساں کا باطن — نشاں ہوتا ہے ساجد کی جبیں پر
ہر اک جا طالب دنیا بہت ہیں — نہیں ہے طالب مولا کہیں پر
یہ دو دل کا ہے سارا حسن صورت — جو عاشق ہو تو ہو ذات حسیں پر
وہی ہے ظاہر و باطن پس و پیش — نجات دو جہاں ہے اس یقیں پر
سم آلودہ جہاں ہر گز نہ ایسے — مگس گرتے ہیں جیسے انگبیں پر
دلوں میں سب کے الفت ہے خدا کی — کھدا ہے نام اسکا ہر نگیں پر
اسی کا ہاتھ ہے جو کاٹتا ہے — نہ دھر الزام خالی آستیں پر
جسے دیکھو مکاں کو دیکھتا ہے — نظر کرتا نہیں کوئی مکیں پر

نہ چھپتا ہا تجھ سے ردی کتابیں یقیں ہوتا جو قرآن مبین پہ
وہ رحماں ہیں جو عاشق رحم پر ہیں وہ شیطاں ہیں جو ہیں مفتوں کمیں پہ
محب مرتے ہیں جو دنیا پہ نادان
تو عاقل جان دیتے ہیں دیں پر

فلسفی کو ہے غیب سے انکار — عقل پر اس کی ہے خدا کی مار
ایک کو دیکھتا ہے احول دو — اس نظر کی کجی پہ ہے پھٹکار
وہ سمجھتا ہے خلق و حق کو جدا — سخت نافہم ہے کہاں ہشیار
خر سے بھی آدمی ہوا بد تر — عقل پر نفس ہو گیا جو سوار
وہم ٹوٹے دوئی کا جب وہ ملے — بیچ میں اپنی ہے یہی دیوار
نفس امارہ کے بغیر قتل — دل مضطر کو آئے کیونکہ قرار
دار ہو جائیں گے جہاں کے رد — باندھ کلمہ کا اپنے گرد حصار
واعظ اس دور کے بہت سے ہیں — زشت کردار اور خوش گفتار
آسماں و زمین و شمس و قمر — ہیں یہ ذات احد کے سب آثار
ہے وہ اللہ نور ارض و سما — ہیں اسی نور کے تو سب انوار
گر ہے منظور دار پر چڑھنا — کہہ علانیہ عشق کے اسرار
حق سے منہ موڑتے نہیں ہرگز — ہیں جو با الذات بے غرض اخیار
لا الہ سے پہلے خود کو مٹا — کھینچ بعد اس کے غیر پر تلوار
غیب تاریک اور ظہور ہے نور — جسطرح سے کہ لیل اور نہار
اس پہ پردہ کا جو ہے دیوانہ — غافلاں جہان سے ہے ہوشیار
گرد اسی کے تو پھر رہے ہیں نجوم — ہے وہی ایک ذات قطب مدار
شاعری سے محب نہیں مطلب

ہے غرض یہ کہ ہوں مفید اشعار

دیر و کعبہ میں رہے آپ جو پنہاں ہوکر / ڈھونڈتی آئی یہاں خلق پریشاں ہوکر

انس انساں کا مصدر ہے جو ہے حب الٰہ / حیف دشمن ہو کسی کا کوئی انساں ہوکر

دل میں نا خوش نہ ہو مہماں کے آنے سے کبھی / خود وہی آتا ہے گھر میں ترے مہماں ہوکر

ذرے ذرے سے زمیں کے ہے وہی نور عیاں / آسماں پر ہے وہی مہر درخشاں ہوکر

خاک میں مل گئے تھے وقت خزاں جو گلزار / وہ بہار آتے ہی آئے ہیں گلستاں ہوکر

کیا یہ ممکن نہیں انسان ہو مر کر پیدا / حشر اور نشر کا منکر ہو مسلماں ہوکر

کیوں یحیی اور یمیت کی ہے تکرار یہاں / شیخ سمجھا نہیں کچھ قاری قرآں ہوکر

قبر لب بستہ میں میری گل خود رو جو کھلے / میرے ارماں نکل آئے تھے گلستاں ہوکر

مل گیا قطرہ جو دریا میں تو قطرہ نہ رہا / عین واجب ہوا آخر کو میں امکاں ہوکر

آدمی میں وہ محبت نہیں جو جنس میں ہے / بڑھ گیا انس میں انسان سے حیواں ہوکر

اہل دنیا کو تو ہر گام پہ ہے خوف و رجا / آ رہے ہیں قبر میں گلزار و بیاباں ہوکر

شیر دل ہمت مردانہ جو رکھتا ہو بڑھے / ہے رہ عشق سر خار نیستاں ہوکر

ہم نہ کہتے تھے کہ اے شیخ نہ جا کعبہ کو / آخر آیا سوئے بتخانہ پشیماں ہوکر

راز عشق اہل ہوا سے نہیں کہنا اچھا / وہ رہا دل میں چراغ تہ داماں ہوکر

جس طرف دیکھیے اس سمت اسی کے جلوے / وہی ظاہر ہے ہر اک رنگ میں پنہاں ہوکر

کتنے مدفوں ہیں محب گیسوؤں والے اس جا
کہ اٹھے خاک سے پھر سنبل و ریحاں ہوکر

ہے وہی سب کی جان کے اندر / شمع جیسے مکان کے اندر

کون منکر ہے وہ محیط نہیں / ہے زمین آسمان کے اندر

ہے وہ باطن ہر ایک ظاہر کا / وہی باہر جہان کے اندر

عقل کل ہے وہی وہی ہے نفس　　وہ ہی وہم و گماں کے اندر
اپنے ہی آپ میں ہے محویت　　کل یوم ہے شان کے اندر
ہے وہی لفظ اور وہی معنی　　ہے وہی ہر بیان کے اندر
نہ سمجھ اس کو غیر حضرت حق　　آرہے جو کچھ دھیان کے اندر
پیر میں ہے جو عقل اور سا کچھ　　وہ کہاں ہے جوان کے اندر
تیر سے کم نہیں ہے تیری زباں　　تیرے منھ کی کمان کے اندر
بد تمیز دل کو کیا حلال و حرام　　جو ملا وہ دہان کے اندر
دہر سب کو مٹا ہی دیتا ہے　　کیا ہے نام اور نشان کے اندر
گر نہیں جلنس کیوں کہ جان نہیں　　جان تیری ہے نان کے اندر
صاف کہتی ہے یہ کہ جان ہو نہیں　　وہ جو سرخی ہے پان کے اندر
تن خاکی میں ہے وجود مثال　　جیسے چاول ہے دھان کے اندر
جہل قدمی نہ سیر دنیا کی　　عورتیں ہیں مکان کے اندر
کام لے اسپ تن سے تو ہر روز　　رکھ نہ بیمار تھان کے اندر

سیر اپنی ہی کر محب ہر دم
کیا دھرا ہے جہان کے اندر

چل زیر فلک فرش زمیں پر نہ اکڑ کر　　پیسے نہ تجھے گردش افلاک پکڑ کر
کر آئینہ دل کو صفا ذکر سے ایسے　　جس طرح سے مانجھے کوئی برتن کو رگڑ کر
کچھ سبزہ پامال کا آزار ہی ہے نہ گرا　　اونچے جو شجر تھے وہ گرے جڑ سے اکھڑ کر
احوال پہ پیچ اور درختوں کے نظر کر　　مردے نہیں اٹھتے ہیں مگر خاک میں گڑ کر
تا دل میں ہے صورت جانان کا تصور　　رکھ سامنے تصویر کو آئینہ میں جڑ کر
ہے حشر کہیں نشر کہیں دیکھ جہاں میں　　بستی ہیں یہاں بستیاں آن اجڑ کر

رکھ ہاتھ میں باگ اس فرسِ نفس کی ہر دم — خندق میں گرا دیتا ہے اسوار کو اڑ کر
افلاس کی گدڑی کو نہ دے شال کا ابرہ — وہ ٹاٹ کا جامہ نظر آئیگا اُدھڑ کر
پردے کی ہے یہ رسم کہ ہے نفس کی غفلت — پھیلائیگا یہ زہر مکانات میں سڑ کر

اب وقت نہیں ہے جو کریں جنگ تنازع
مارا ہے محب دیو کو پردے کے تو لڑ کر

دل صاف کیا سروِ جاناں یہ رگڑ کر — کعبہ ہوا آخر یہی بتخانہ اجڑ کر
پائی ظفر آخر کو رہ عشق میں اڑ کر — کھولا ہے دربار کو اس نفس سے لڑ کر
دنیا سے چلا چھوڑ کے سب دولت و حشمت — کیا تجھکو ملا کشمکش دہر میں پڑھ کر
آئیگا نظر آئینہ میں عکس رُخ یار — کر دل کو صفا جہد و ریاضت سے رگڑ کر
کہتا ہے فلک اس سے جھکا دیں گا ترا سر — چلتا ہے بہت فرش زمیں پہ جو اکڑ کر
کیا اس کی پرستش سے خدا تجھکو ملیگا — ہو جائیگا مٹی یہ بدن قبر میں سڑ کر
رجعت کا نہ قائل ہو اگر آنکھوں سے دیکھا — ہوتا ہے وہی تخم ثمر باغ میں گڑ کر
ہے پیٹ سے ماں کی یہ سعادت یہ شقاوت — کیا کوئی بتاتا ہے یہ سر ہاتھ سے گھڑ کر
یہ رسم یہ عادات تقید کے ہیں پھندے — باندھا ہے تجھے نفس نے رسوں میں جکڑ کر
خود الٰہی یہ فطرت کی تصاویر ہیں اشعار — ہم پیش انھیں کرتے ہیں آئینہ میں جڑ کر
قابو میں نہ رکھا فرس نفس کو ہر دم — آخر یہ گرا چاہ ہلاکت میں بگڑ کر
کیا جبہ و دستار ریائی سے چھپیں عیب — استر کو دکھانے لگے دو دن میں ادھڑ کر
اتار گی نفس سے پہلے ہے لڑائی — پھر بعد عبادات ہیں جھگڑو دل سے نبڑ کر

کہتا تھا محب اس سے نہ کر چاہ خدارا
دلدل میں پھنسایا مجھے اس نفس نے اڑ کر

عمر برباد نہ کر حرص کے کاشانے پر — نام کندہ ہے ہر اک شخص کا ہر دانے پر

بعد پژمردگی گل ہے ثمر کی آمد | باغباں رنج نہ کر پھول کے مرجھانے پر

گلشن دہر میں اس گل کو نہ دیکھا آکر | لاکھ افسوس ہے اس آنے پہ اس جانے پر

راز ہستی سے جو واقف ہیں ترے دیوانے | خوش نہ آنے پہ ہیں ناخوش وہ نہیں جانے پر

گر خدا کے تجھے ملنے کی ہوس ہے اے شیخ | دین و ایمان کو چڑھا پہلے تو بتخانے پر

پردۂ عشق میں ہے راز حقیقت پنہاں | غور کر دل میں کبھی قیس کے افسانے پر

راز سربستۂ عالم نہ کھلا حکمت سے | کھل گیا عشق سے آخر ترے دیوانے پر

خون ناکردہ گناہوں کا نہ ہوتا ایسا | کاش پاتے نہ تری بزم میں پروانے پر

موت لائیگی کوئی زیست کی بہتر حالت | خاک میں گرا کے ملا لینگے یہی پروانے پر

گل و بلبل ہے کہیں وحشت و عشرت ہے کہیں | ہم تو قربان ہیں آبادی و ویرانے پر

کیا درختوں سے بھی اسفل ہے اشرف مخلوق | زندگی اور کوئی پائینگے مرجانے پر

پردہ وہ ہے کہ بنے قبر بھی تہ خانے میں | نہ چھٹیں اہل قفس قید سے مرجانے پر

پردہ داری یہی کہتی ہے کہ تعلیم نہ دے | اڑ نہ جائیں کہیں صیاد وہ پر آنے پر

عاشقوں کو ترے زیبا نہیں فکر دنیا | شمع پر گر کے جلا دیتے ہیں پروانے پر

اہل خانہ نہیں کچھ آلۂ شہوات فقط | ہر تمدن کی ہے بنیاد اسی خانے پر

مرد عورت نہیں ہر کام میں گر دوش بدوش | بار سب قوم کا پڑ جائیگا اک شانے پر

ہے کہاں پرسش اعمال محبت میں حجاب
جرم عائد نہ ہوا یار کے مستانے پر

ردیف ڑ

بند کر حسن ظاہری کے کواڑ | پردہ ہائے خیال غیر کو پھاڑ

دور کر دل سے وہم غیریت ہے یہی ایک درمیاں میں آڑ
شغل باطن ہے راحت دل و جاں ابتدا میں اگرچہ ہے یہ پہاڑ
ذکر اللہ ہو ہے وہ پُر زور ڈال دیتا ہے آسماں میں دراڑ
عشق کا راستہ بہت ہے کٹھن قدم صبر اس مقام میں گاڑ
زال دنیا عجیب ہے مکار پہلوئے شر کو کار خیر میں تاڑ
آئے شیطاں کیا مجال اسکی باندھ گرد اپنے لا الٰہ کی باڑ
گر تجھے حق کا وصل ہے منظور دل کو جاروب لا الٰہ سے جھاڑ
کیا جمے عشق میں قدم تیرا پہلے شیطان نفس کو تو پچھاڑ
گر ہے منظور خار غم سے نجات شجر غیریت کو دل سے اکھاڑ
عمر تن پروری میں صرف نہ کر خانۂ تن ہے ایک دم میں اجاڑ
دل میں کہہ لا الٰہ الا اللہ جب بلاؤں کی سر پہ ہو بوچھاڑ
مے و معشوق کو غنیمت جان روز کی ہے یہاں لکھاڑ پچھاڑ
چھوڑ امیروں کے گھر کا لقمۂ تر پیٹ بھر اپنا روز بن کے تواڑ
گل حسینوں کے سر پہ چڑھتے ہیں خار کا ہے مقام آخر بہاڑ

گر محبت تجھکو ہے خیال وصال
اپنی ہستی کو اور خودی کو بگاڑ

ردیف ز

حرم و دیر میں ادھر کے نہ جانا ہرگز برہمن شیخ کی باتوں میں نہ آنا ہرگز
دیکھ پچھتائیگا وہ پھر نہ ملیگا تجھ سے راز معشوق زباں پر بھی نہ لانا ہرگز

...نار بہلیں گے شجر زہر کا پھل لائیں گے — ...بو بدی کا تخم زمیں میں کبھی دانا ہرگز

...ت نیچی کوئی فطرت کی ہو جس میں مظلوم — کبھی ہوتا نہیں وہ شعر پرانا ہرگز

...یک جھونکے سے خزاں کے وہ بگڑ جاتا ہے — ہو نہ تو رنگ پہ پھولوں کے دوانہ ہرگز

...لہہ چکے شیخ سے سو بار کہ وہ بت ہے خدا — وائے غفلت کہ کہا اس نے نہ مانا ہرگز

...یل کھولو کا بنا کر یہ تجھے چھوڑے گی — زال دنیا سے کبھی دل نہ لگانا ہرگز

اپنے اعمال پلٹ آتے ہیں اپنے اوپر — ایک چیونٹی کے بھی دل کو نہ دکھانا ہرگز

جو مٹاتے ہیں کسی کو وہ یہاں مٹتے ہیں — اثر خیر کسی کا نہ مٹانا ہرگز

چھیڑ جھگڑوں کو نہ مذہب کے کہ ہوتے ہیں فساد — سوتے فتنوں کو نہ ٹھوکر سے جگانا ہرگز

لذت موت سے واقف نہیں جو زندہ ہے — قم باذنی سے نہ عاشق کو جلانا ہرگز

عقل سے دور ہے اطفال کو دینا تلوار — عشق کا راز نہ ناداں کو بتانا ہرگز

...لمہ وہ باتیں کہ اٹھیں خواب عدم سے مردے — غافلوں کو نغمانوں سے سلانا ہرگز

مردہ کب جانتا ہے اسکو کہ میں وہ ہوں — شور یالیتی نہ مردے کے مچانا ہرگز

جس سے آرام ہو لوگوں کو بنا تو وہ مکاں — قبر پر قبہ و گنبد نہ بنانا ہرگز

ہر قدم پھونک کے رکھتا ہو پامال کوئی — دم رفتار نہ فتنوں کو اٹھانا ہرگز

دل حسینوں کو نہ دے توڑ ہی ڈالینگے محب

بے بہا مال نہ بچوں کو دکھانا ہرگز

عمر کوتاہ راہ عشق دراز — راہزن نفس حیلہ جو دم باز

طور پر جا کے کیا سنا موسیٰ — ہر جگہ ہے کلیم کی آواز

قم باذنی سے جو اٹھے مردے — تیرے عشاق کا ہے یہ اعجاز

ہر دم اپنی خودی کو دور کریں — عاشقوں پر یہی ہے فرض نماز

دم بدم ذکر یار کر غافل — بجتا جبتک رہے یہ دم کا ساز

کونسی چیز ہے یہاں تیری
جس پہ کرتا ہے تو یہ فخر و ناز

کہنا جو کچھ تھا کہہ گیا منصور
اب چھپاتے ہیں عشق کا کیا راز

لگیا مردہ خوار زاغوں میں
بیٹھتا تھا جو دست شاہ پہ باز

جسنے ڈالا ہے ہم کو محنت میں
ہے وہی اپنی ایک حرص و آز

کیجئے کس سے راز عشق بیاں
ایک بھی تو نہیں یہاں دمساز

عاشقی ہے غلامی معشوق
دیکھ محمود تھا غلام ایاز

عاشقوں پر ہیں ظلم جور وجفا
ناز ادہر سے ہے اور ادہر سے نیاز

عشق نے پر لگا دئے میرے
عرش سے بھی بلند ہے پرواز

اوسکو معراج اور اسکو ہبوط
دیکھ دنیا کے یہ نشیب و فراز

وہی کھاتے ہیں گھاس آہو و خر
ہے ادہر مشک اور ادہر سے براز

عشق کے ساتھ زیست کا ہے مزا
ورنہ تکلیف دہ ہے عمر دراز

تو ہی سعدی ہے اس زمانہ کا
طرز تیرا محبّ ہے سحر طراز

ردیف س

جا کے کعبہ کو شیخ اب کے برس
پی مئے عشق تو ہر ایک نفس

کچھ عجب حسن کی ہے صیادی
جسکو دیکھو وہ ہے اسیر قفس

تیرے اندر بھی سلطنت ہے ایک
عقل سلطان اور نفس عسس

بند رکھ انکو ذکر حق سے مدام
در ہیں شیطان کے جو تجھ میں حواس

ابر رحمت ہمیں سے ہے امساک
خشک کھیتی پہ میری کچھ تو برس

قدر کیا ایسے نفس بدخو کی
ہر قدم پر اڑے جو مثل فرس

نشۂ مئے میں ہم رہے سرمست — کان میں آئی بھی نہ بانگ جرس
زندگی میں نہ مئے پرستی کی — اب مئے و مہ کو تا بہ حشر ترس
لذت دنیوی پہ گرتے ہیں — جسطرح شیرنی پہ مور و مگس
رحمت و حرص دونوں ہیں بیحد — کون کہتا ہے اپنے منھ سے کہ بس
کیا جھکیں ہم سوال کرنے سے — تیری رحمت کہیگی کیا بن بس
جب ہوا نفس عقل پہ غالب — کیا نظر آئے ہم کو پیش و پس
دیکھ ہر شے میں ہے وہی محیط — دایرہ میں کہاں ہے پیش و پس
خاص جنت میں ہے مقام ترا — گر مٹے دل سے تیرے حرص و ہوس
ایک پاگل بھی ہے یہاں مجذوب — بڑ لگائے جو خوب پی کے چرس
اس مریدی سے کچھ تو آئیگا — قابل عشق گر نہیں ہر کس

یا و معشوق میں ہو صرف محب
بے بہا زیست کا ہر ایک نفس

ردیف ش

تھا نہ منصور واقعی مدہوش — تھے انا الحق کے سامعین خرگوش
تھا انا الحق کا اسطرف سے جوش — رہتا منصور کس طرح خاموش
غیر سے ہر جگہہ ہے اسکو حجاب — عاشقوں سے نہیں ہے وہ روپوش
فخر و ناز و غرور دنیا پر — چار دن کا ہے سب یہ جوش و خروش
عورتیں جب ہیں صاحب عفت — ساتھ مردوں کے ہوں وہ دوش بدوش
بات حق کی جو کان سے نہ سنے — واقعی آدمی ہے وہ خرگوش

جو بھلائے خدا کی دل سے یاد — ایسی دنیا کے دو رتی سو پاپوش
تھا انا الحق کا جوش کوہ شکن — دل منصور سے گرا سر بجوش
ایک جلوے میں ہوش سے بیخود — طور پر آپ ہو گئے بیہوش
ہر طرف باغ میں ہے نعرہ حق — ہے بہار آج بادہ خوار بجوش
کار دنیا کے ساتھ ہے یہ بھی — مے پرستی و عشق بادہ فروش
کیا کہیں راز عشق دنیا میں — ہے کہاں دستیاب گوش و ہوش
موت پر اختیار کر پیدا — تو وہ خاک ورنہ ہے تن و توش
سن اسی کی اسی کی صورت دیکھ — بند کر دو تو چشم دو نو گوش
دلمیں رکھ رات دن اسی کا خیال — اور معشوق سے ہو ہم آغوش

نشہ عشق میں ہیں جو محجب
روز محشر کہاں کا کس کو ہوش

ردیف ص

دوست دنیا کا دیں کا رہزن خاص — ہے یہ شیطان نفس دشمن خاص
روح باطن ہے قوت حرکت — عالم ظاہری ہے انجن خاص
تربیت سے یہی ہے نفس ملک — جائے تا عرش وہ ہے توسن خاص
پہلوان سارے اس سے دبتے ہیں — نفس رستم ہے اور بہمن خاص
اسم اعظم یہی ہے ذکر اللہ — مومنوں کے لئے ہے ایمن خاص
ہر جگہہ طور کا نہیں جلوہ — چاہیے روشنی کو تن من خاص
قفس تن کے ٹوٹتے ہی یہ روح — پھر بناتی ہے اک نشیمن خاص
اپنے اپنے عمل سے ہر اک کو — ہر دو جا ہے جحیم و گلشن خاص

روح اور نفس دونوں باہم
ہے عجیب غریب ان بن خاص

اس پہ پردہ کے دیکھنے کے لئے
ولیں کیجیے تو ایک روزن خاص

تیرے دیوانے کے لئے بس ہے
کوہ و صحرا کا ایک دامن خاص

جسکو کہتے ہیں نفس اور دوئی
اُس کے پردہ کو ہے یہ چلمن خاص

جنگ ہفتاد و دو کی ملت ہے
ہے جہاد نفوس کا رن خاص

منکر لا الہ الا اللہ
نار دوزخ کا ہے یہ ایندھن خاص

زال دنیا د تارک دنیا
مرد یہ اور اوس کی ہوزن خاص

شکم مادر و زمیں میں کہیں
ہر کسی کا ہے ایک مدفن خاص

خون فاسد ہے غیریت یہ عجب
ہو ازالہ کو اس کے رگزن خاص

ردیف ض

اہل دل کو فقط ہے رب سے غرض
اہل دنیا و دین کو سب سے غرض

دین و دنیا سے ہم ہوے آزاد
ہمنے چھوڑی ہے یار جب سے غرض

ہم کو مطلب ہے اس مسبب سے
فلسفی تجھکو ہے سبب سے غرض

شوخیاں رند کو مبارک ہوں
ہم کو معشوق کے ادب سے غرض

قافیہ تنگ ہو گیا ہے عجب
حرف بے سے نہیں ہے اب سے غرض

چھوڑ دنیا کو رکھ خدا سے غرض
خاک نکلیگی بینوا سے غرض

زال دنیا ہوی ہے کسکی رفیق
پھر بھی رکھتے ہیں بیوفا سے غرض

درد اسکا ہے شافی امراض
نہ رہی کوئی اب دوا سے غرض

لاکھ ان پر نثار جاں کریں اہل دنیا کو ہے دغا سے غرض
اہل دنیا غرض کے بندے ہیں کیا انھیں تیرے مدعا سے غرض
کام دنیا کے دین ہو جائیں ؛ ہو خدا کی اگر رضا سے غرض
روح کو ہے خدائے پاک سے کام نفس کو حرص سے ہوا سے غرض
کعبہ خالی ہے بتکدہ ہے بھرا بت سے مطلب ہے کیا خدا سے غرض
کہ بتاوے وہ راہ بت خانہ ہم کو اپنے ہے رہنما سے غرض
یار میں ہو گئے فنا ہم تو اب قدر سے نہ کچھ قضا سے غرض
بیڑیاں غیرت کی جب ٹوٹیں کیا رہی اب سزا جزا سے غرض

اہل دنیا ہیں طالب جنت
کیا محب ان کو ہے خدا سے غرض

دل کو رکھ اس کی طرف پھر تو دیکھ آتا ہے فیض ورنہ غفلت میں ادھر سے آکے پھر جاتا ہے فیض
فیض کی ہے کیا کمی ذرہ سے تا شمس و قمر جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ پاتا ہے فیض
تنگ ہے یہ قافیہ اور فیض کا دریا وسیع کچھ بڑھا دے لفظ اس میں اب یہ فرماتا ہے فیض

(مطلع)

فیض سے فیاض تیرے سب جہاں پاتا ہے فیض تیری ہستی سے زمیں و آسماں پاتا ہے فیض
اپنے ہی اعمال و افکار و زبان نفس سے دیکھ نار دوزخ و باغ جناں پاتا ہے فیض
فیض سے لبریز ہیں اسکے زمین و آسماں دمبدم الطاف حق سے جسم و جاں پاتا ہے فیض
اسکی رحمت عام ہے کچھ خاص مومن پر نہیں کافر و زندیق و گبر بد گماں پاتا ہے فیض
دمبدم جاری ہے اسکا فیض باد و آب سے خار و گل برگ و ثمر ہر بوستاں پاتا ہے فیض
ظاہری ورزش سے اجسام بشر ہیں فیضیاب دل خدا کے ذکر سے ہر دم نہاں پاتا ہے فیض
ذات حق ہے اصل اور سارا جہاں ہے برگ و بار ہستی مطلق سے ہر دم سب جہاں پاتا ہے فیض

...نیں نوجوانوں کے ہیں جن ذکر نفس
پیر کی صحبت سے جب جوان پاتا ہے فیض

...لدہ میں یوں پڑے رہنے سے ہو کیا فائدہ
سچ تو یہ ہے عاشق پیر مغاں پاتا ہے فیض

...وہ جاناں نہاں دل میں ہے جس سے زیست ہے
آتش رو پوش سے ہر دم دھواں پاتا ہے فیض

...یگانِ عشق کی ہیں سرگزشتیں زندگی
دیکھ لے خوانندہ ہر داستاں پاتا ہے فیض

...ے ہی تو دم قدم سے دشت گل وقت خزاں
کوہ و صحرا دشت جنگل گلستاں پاتا ہے فیض

...ہی جلوہ ہے ہر جا آسماں و نجم میں
شمس تیرے نور سے ہر دم عیاں پاتا ہے فیض

شکر تیرا کیوں بجا لا سکے نہ یہ تیرا محب
تیرے ہی دم سے تو یہ شعر اور بیاں پاتا ہے فیض

ردیف ط

اسطرح جسم کو اور جان کو ہے یار سے ربط
جسطرح ساز کی آواز کو ہے تار سے ربط

حسن بے قبح کے ہوتا ہی نہیں ہے محسوس
دیکھ اس باغ میں ہر گل کو ہی ہے خار سے ربط

پہلے شیطان کو مارے تو ملے بعد خدا
اس خرابی میں ہے کیا گنج کو اس مار سے ربط

آگ پانی میں تو ہے خاک ہوا کے اندر
خاک کو باد سے اور آب کو ہے نار سے ربط

چار عنصر میں ہے پانچ حواس ظاہر
ذات واحد کو ہے ہر پانچ سے ہر چار سے ربط

دل کو احساس ہے آنکھ سے ہے اسی طرح لگاؤ
جسطرح سے کہ تدبر کو ہے اخبار سے ربط

بندہ نفس پہ ہر وقت ہے شیطان سوار
سچ ہے ارواح خبیثہ کو ہے اشرار سے ربط

خیر و عافیت دنیا ہے جنھیں مد نظر
وہی رکھتے ہیں یہاں بے غرض اخیار سے ربط

دیکھ بچھو نکو چراغ و نیہ سمجھتے ہیں مدام
مردم چشم کی فطرت میں ہے انوار سے ربط

بطن ماہی کی تہ چاہ کی معراج تھی اور
سر منصور کو لیکن تھا سر دار سے ربط

اپنی ہستی کو مٹانا اسے ثابت کرنا
اس طریقہ سے ہوا کرتا ہے اُس یار سے ربط

نکلے ایک جور پہ سو شکر کیا کرتے ہیں
ہو ہی جائیگا کبھی دل کو دل آزار سے ربط

دمبدم یاد سے بڑھتی ہے محبت اُسکی
ورنہ غفلت میں ہوا کرتا ہے اغیار سے ربط

رز کو دیتے نہیں رکھتے ہیں نظر دنیا پر
اور پھر چاہتے ہیں ہو کہیں اللہ سے ربط

غیریت پر ہے عمل اور زباں پہ وحدت
نام کی ہے وہ محبت جو ہو اغیار سے ربط

ماسوا اللہ سے جو دل کو لگاتے ہیں عجب
ہے ازل سے انہیں بدبختی و ادبار سے ربط

ردیف ظ

بیج غضب سے کہ سخت ناری غیظ[1]
رنگِ گل عشرت کا ایک خار ہے غیظ

جسکا ایندھن ہے تھہر ناس و حجر
نارِ دوزخ کا وہ شرار ہے غیظ

[1] وقودہ الناس والحجارہ (قرآن)

برق ہیں اہل غیظ تیز ہی ہیں
اور سیماب بیقرار ہے غیظ

پہلے غصہ ہے بعد کو پچھتاوہ
دل اہل غضب پہ بار ہے غیظ

غصہ والوں کے ہیں دماغ کہاں
عقل سر میں نہیں خمار ہے غیظ

غصہ ور سے دلوں کو نفرت ہے
دلمیں انساں کے ایک مار ہے غیظ

خشم ہے اصل سارے فتنوں کی
حاسدوں کا یہ یار غار ہے غیظ

مہربانی ہے مرکز حسنات
اور سیئات کا مدار ہے غیظ

چشم بینا میں ہے غضب تنکا
دل کے آئینہ میں غبار ہے غیظ

ہے کمینوں ہی کا شعار غضب
اور شریفوں کو ننگ و عار ہے غیظ

مہربانی سے ہے عدو بھی دوست
اور یاروں کا دلفگار ہے غیظ

نار دوزخ ہے اصل غیظ و غضب — سچ جو پوچھو خدا کی مار ہے غیظ

مار کو دیکھتے ہی مارتے ہیں — کس قیامت کا زہر مار ہے غیظ

ہے کہیں زہر اور کہیں امرت — نفس پر ہو تو خوشگوار ہے غیظ

ظالموں کے لئے ہے تیغ و تبر — بیکسوں کا یہہ غمگسار ہے غیظ

کیا محبّ کام تجھکو غصہ سے
کوتوالی کا یار غار ہے غیظ

ردیف ع

تربت پہ میری آکے کوئی کیا جلائے شمع — روشن ہیں داغہائے جگر خود بجائے شمع

پروانہ جان دیکے ہوا طالب وصال — دونوں جہاں کی جان ہے لیکن بہائے شمع

اندھے کو روشنی سے نہیں کوئی فائدہ — بینا وہ ہے کہ شمع میں دیکھے خدا کی شمع

اندھے کو جز شرر کے نہیں سوجھتا ہے کچھ — بینا کی ہے نگاہ میں حسن خدائے شمع

جلکر بھی اس کے پاس سے جاتے نہیں کہیں — پروانے چومتے ہیں پس از مرگ پائے شمع

روشن کیا ہے بزم کو خود جل کے تا سحر — ثابت قدم ہے عشق کی منزل میں پائے شمع

پروانے گر کے شمع پہ کیونکر نہ جان دیں — پیدا ہوئے ہیں بزم جہاں میں برائے شمع

مجلس میں رات کو تھی سحر کو ہوا میں ہے — بعد از فنائے شمع ہے دیکھو بقائے شمع

بچ ظلم سے کہ لوٹ کے آتے ہیں یہ عمل — پروانے شب جلے تو سحر ہے فنائے شمع

آتش میں گر کے آگ ہوئے وصل ہو گیا — پروانے شب کو جل گئے ہو کر فدائے شمع

پروانہ جان دیتا ہے کب عشق یار میں — جبتک نہ اپنی آنکھ سے دیکھے لقائے شمع

جز عاشقوں کے کس پہ ہیں معشوق کے ستم — پروانہ کی ہے جان پہ جور و جفائے شمع

مشکل ہے جان دینا جو ہو غیر سے لگاؤ
پروانوں کے دلوں میں یہی ہو فقط نہ شمع

پروا نہیں ہے حسن کو عاشق کے جان کی
پروانہ خود جو گر کے جلے کیا خطائے شمع

پروانے اجل کے مر گئے مر جائیں غم نہیں
ڈر ہے نہ آگ بزم جہاں میں لگائے شمع

معلوم ہوگا جان کو دیتے ہیں آکے کون
برپا اگر ہو بزم جہاں میں لوائے شمع

پروانہ بن کے جائیں محب بزم یار میں
سر میں بھری ہوئی ہے ہمارے ہوائے شمع

ردیف غ

خوشنما ظاہری نظر میں ہے باغ
ہر گل لالہ کے جگر میں ہے داغ

ترک خواہش ہے فارغ البالی
قبر میں بھی نہیں ہے ورنہ فراغ

عشق جاناں سے دلکو روشن کر
ہے یہی ایک اس مکاں کا چراغ

بے نشاں یار راہبر گمراہ
خود ہوئے گم جنہیں ملا ہے سراغ

آگ روح ہے دماغ بشر
اور ہے بے شمار ساخت دماغ

کیا بجائے بجنتری باجا
جبکہ بگڑے ہوں آلہ ہائے دماغ

ہے سرو لکا یہ کچھ اتار چڑھاؤ
چہچہے بلبلوں کے بانگ زاغ

ہے بہار و خزاں سے اسکا حدوث
ورنہ در اصل یہ قدیم ہے باغ

خواہشیں میٹ زندگانی میں
ورنہ ہوں گے یہ خار گل کے داغ

جب خودی اور خواہشیں چھوٹیں
رزق اور موت سے ہے پھر تو فراغ

عین کثرت میں ہے یہاں وحدت
نور تو ایک بے شمار چراغ

عقل سے کس نے اسکو پایا ہے
فلسفی کو ملا نہ اس کا سراغ

فہم پر ہے جہاں کے رنج و خوشی | اور اعمال پر ہے ساخت دماغ
ہنس کی چال جب چلا ناداں | چال اپنی بھی بھر تو ہو لا زاغ
رنگ ہر آن آتے جاتے ہیں | شام کو ہے کہاں جو صبح تھا باغ

ہے محب ہر کمال میں نقصاں
ماہ کامل میں دیکھ لے کہ ہے داغ

ردیف ف

م بینا کو برابر ہے گل و خار میں لطف | کور باطن کو ارم کے نہیں گلزار میں لطف
ن ماہی ہو ایونس کیلئے ہاں کا شکم | ابن آذر کو بھی گلزار کا تھا نار میں لطف
بہادر نہیں جو جبر سے میداں میں لڑے | وہ شجاعت ہے کہ ہو رزم میں پیکار میں لطف
و خبروں کے بھی لکھنے کی نہ ہو آزادی | آرے کیا دیکھنے والوں کو اس اخبار میں لطف
ی کی فطرت میں نہاں تخم شرارت ہی ضرور | جنکو آتا ہے یہاں صحبت اشرار میں لطف
دنیا میں ہے کچھ علم و عمل کسب تو کر | ہاتھ خالی ہوں تو کیا یوسف بازار میں لطف
ے بازار محبت ہے یہاں لطف کی نا | مال کھوٹا ہو تو کیا چشم خریدار میں لطف
، دیدار کی خاطر سے کیا خلق جہاں | کیوں نہو یار کو پھر یار کے دیدار میں لطف
ں سمجھا ہے کچھ اوراد و وظایف کا اصول | جنکو آتا ہے یہاں خدمت بیمار میں لطف
ں ریاضت کا جو چکھے گا وہی جائیگا | میوۂ جنت اعلیٰ کا ہے اس بار میں لطف
رقیبوں کے کہاں عشق کو ہوتا ہے فروغ | کیوں نہ معشوق کو ہو صحبت اغیار میں لطف
جنت ہی سمجھتے ہیں کہ دوزخ ہے عذاب | اہل ادبار کو ہے نکبت و ادبار میں لطف
چلو جو پیو مئے کی حقیقت کھلجائے | زاہد و کچھ تو ہے میخواری میخوار میں لطف

خضر کو بھی نہ ملا زندۂ جاویدی سے | تھا جو منصور کو معراج سر دار میں لطف
رات کو اُسکے گلے میں تھا سحر خاک پہ تھا | دیکھ عبرت سے کہ کیا رات کو تھا ہار میں لطف

وہ نہ آئیگا محبؔ پھر تو کبھی دنیا میں
جو ملا چند برس صحبت دلدار میں لطف

ردیف ق

شیخ سمجھا نہیں کہ کیا ہے عشق | بت پرستوں کا یہ خدا ہے عشق
سارے امراض دنیوی کے یہاں | سچ جو پوچھو تو یہ دوا ہے عشق
دم میں جاتا ہے تا بعرش برین | یہی براق برق پا ہے عشق
بلبلوں کی ہے عاشقی دم بھر | رنگ بگڑے تو پھر ہوا ہے عشق
جسپہ آیا وہ دو جہاں سے گیا | ایک آفت ہے بد بلا ہے عشق
ہے وہ نا آشنا زمانہ سے | جس کسی کا کہ آشنا ہے عشق
موت آتی ہے اہل غفلت کو | عاشقوں کی مگر قضا ہے عشق
ایک ہنگامہ ہے یہاں برپا | شور محشر مچا رہا ہے عشق
غیریت بت میں اور خدا میں نہیں | کیا بتوں کا کہیں جدا ہے عشق
غم دنیا سے جو دلا دے نجات | سوچ وہ خوب یا برا ہے عشق
راستے رہبروں کے لاکھوں ہیں | ایک اپنا تو رہنما ہے عشق
اور سب راستے ہیں طول و طویل | سب سے نزدیک راستہ ہے عشق
عشق ہر دل میں کچھ نہ کچھ ہے ضرور | ساری خلقت کا مدعا ہے عشق
ہر قدم پر ہے راہِ عشق میں قتل | ظلم ہے جور ہے جفا ہے عشق

سب بلاؤں سے چھوٹ جاتے ہیں　　سر پہ لیتے ہیں وہ بلا ہے عشق
کچھ تو اشعار سے پتہ یہ ملا -
کہ محب کو کبھی ہوا ہے عشق

کہتا تھا جو منصور سر دار انا الحق　　کہتا تھا سر دار بھی ہر بار انا الحق
کل رات سر بزم جو مطرب نے بجایا　　کہنے لگا تنبور کا ہر تار - انا الحق
آگے مرے جھکتے ہیں سجدے میں دو عالم　　کہتا ہوں زباں سے جو میں سو بار انا الحق
سن کان لگا کر جو تجھے ہوش ذرا ہے　　کہتے ہیں مکاں کے در و دیوار انا الحق
کٹتا ہی نہیں مغفر فولاد ذرا بھی　　جب تک نہ زباں سے کہے تلوار انا الحق
معراج میں پہونچے جو سر عرش محمدؐ　　کہتے تھے ملائک سے وہ ہر بار انا الحق
آدم کو نہ سجدہ کیا شیطاں نے جبھی سے　　کہتے تھے ملائک سے جو ہر بار انا الحق
فرعون میں موسیٰ میں بس اتنا ہی تھا کچھ فرق　　جس طرح کہیں غافل و ہشیار انا الحق
خود آگ میں گرنے لگے پروانے ہزاروں　　کہنے لگی جب شمع کی خو نار انا الحق
کہتی تھی یہی آگ خلیل آؤ چلے آؤ　　کہتے ہوئے آرام سے ہر بار انا الحق
ٹھوکر سے نسیم سحری کرتی ہے زندہ　　اشجار کو کہکر سر گلزار انا الحق
ہر گام سے اٹھ بیٹھیں نہ کیوں خواب سے فتنے　　کہتی ہے تری شوخی رفتار انا الحق

قطعہ

ہوتا ہے زباں سے کوئی قطرہ کہیں دریا　　کردار تو بندہ کے ہیں گفتار انا الحق
ہشیار زباں سے نہیں کہتا کہ خدا ہوں　　نشہ میں کہا کرتے ہیں سرشار انا الحق
ہر شعر میں کچھ راز ہے توحید کا مخفی　　پڑھتا ہوں تو کہتے ہیں سب اشعار انا الحق
کیا ورد وظائف میں گنواتے ہیں عمریں　　کہتے نہیں کیوں لیں یہ ہر بار انا الحق
دیدار کو اس شوخ کے جاتا جو محب ہے

کہتا ہے اسے دیکھ کے وہ یار انا الحق

ردیف ک

یہ راز عشق کیا آئے زباں تک — کہ دشمن ہیں زمین و آسماں تک

فرشتوں کے بھی پر جلتے جہاں ہیں — یہ آدم زاد پہونچا ہے وہاں تک

خدا سے دو قدم آگے ہے وحدت — محمد بڑھ گئے آخر جہاں تک

علوم ظاہری سے کیا کھلے راز — عیاں کی ہے رسائی کب نہاں تک

یقیں کو کچھ نہ دیکھا جا کے اندر — جو پہنچے فلسفی پہنچے مکاں تک

کہا منصور نے کیا قابل دار — نہیں دیتے ہیں کرنے کچھ بیاں تک

پہنچتے ہیں خدا تک اہل باطن — ترقی اہل ظاہر کی ہے جاں تک

جو دیکھا تیری صورت کو جہاں ہیں — ہوا صاحب یقیں وہ بدگماں تک

جو دیکھے راستی صید ناوک — قدم پر گر پڑے تیر و کماں تک

خدا محفوظ رکھے اس مکاں سے — نہ جائے خوش جہاں سے میہماں تک

مری ہستی کی پہونچی ہے یہ حالت — گرا اٹھ اٹھ کے آہوں کا دھواں تک

ہوئی نفرت ہے گلشن سے کچھ ایسی — نہیں پڑھتے گلستاں بوستاں تک

قفس میں جب رٹا لا تقنطوا کو — تو نکلے پر اڑے ہم گلستاں تک

نہیں ہوتے ہیں مٹی قبر میں بھی — تمہارے عاشقوں کے جسم و جاں تک

خدا کا نور ہے دست بشر میں — کہیں محکوم باد و آب و دخاں تک

محبت کیا ہم سنائیں قصۂ عشق
کہ منہ میں قید ہے اب تو زباں تک

دیر و کعبہ ہیں کیا سوائے خاک — آپ کو دیکھ اور پڑھ لولاک
ہر قدم پر ہیں اوس کے دام نئے — نفس شیطاں غضب کا ہے چالاک
خود وہ ناپاک ہے جو سمجھا ہے — دوسری قوم ذات کو ناپاک
قتل منصور کو کیا ناحق — اہل ظاہر ہیں کسقدر بیباک
عافیت کا مقام عزلت ہے — اہل دنیا سے توڑ ہاں ناتاک
جو زمیں پر ہے وہ پسیگا ضرور — ایک چکی ہے گردش افلاک
بھاگتا ہے کہاں تجھے تقدیر — راہ پر لائے گی پکڑ کر ناک
غالب آجائیں کس کو ہے معلوم — کیا بٹھاتا ہے دشمنو پر دھاک
کُل عالم ہے واقعی ہمہ اوست — ہے یہی ایک سچ تو حیرت ناک
ہے یہی عشق تو صراط نجات — جو پھرا اس سڑک سے ہے وہ ہلاک
روز بنتے ہیں اور بگڑتے ہیں — ہے زمین آسمان کمار کا چاک
تار برقی ہے تیرا تار نفس — فرش سے عرش تک ہے قائم ڈاک
ذکر کر لا الٰہ الا اللہ — ہے یہ دنیا کے زہر کا تریاک
سایہ پر کیا چلا رہا ہے تیر — مرغ سر پر ہے تیرے اسکو تاک
وہم میں پڑ کے بن نہ تو وہمی — پاک کر دل کو پھر جہاں سے ہو پاک
دل مردہ پہ اپنے رو اور پیٹ — کیا اڑاتا ہے مرگ پر تو خاک

عشق ہوتا ہے ان بتوں سے عجب
کنہ ذات کا ہو کیا ادراک

رسائی ہو خدا کے بام و در تک — جو پہنچیں شیخ صاحب بت کے گھر تک
نہیں جز عشق کے پرستش کسی کی — نہ کام آئے وہاں علم و ہنر تک
اُسی کی چاہ سے ہے قدر دل کی — صدف کی آبرو جیسے گہر تک

دلوں میں وہ رہا افسوس پنہاں — نہ دی اوس نے کبھی اپنی خبر تک

تری آنکھو پہ ہیں غفلت کے پردے — وہی ہے اور نہیں آتا نظر تک

تو ہی غافل تو ہے پیر مغاں سے — طواف دل میں ہیں شمس و قمر تک

جلیں پروانے جلجانے دو لیکن — تجلی شمع کی بھی ہے سحر تک

قضا کے سامنے چلتی ہے کس کی — نہیں ہوتا دواؤں کا اثر تک

کہاں جاتا ہے زاہد آپ کو دیکھ — ترا سر عرش ہے کرسی کمر تک

پڑھا کر قل ہو اللہ احد کو — کسی کا پھر نہ آئیگا خطر تک

جو مالی کو ہوا محنت پہ غرہ — درختوں میں نہ آئے پھر ثمر تک

ملے گر راہ تو منزل ہے آسان — رسائی کر تو اس کی رہگذر تک

خدا کیا خاک ہو خوشنود اسنے — نہیں خوش جنسے ہیں مادر پدر تک

دہان و فرج دونوں کو نظر رکھ — یہی رستے ہیں جنت تک سقر تک

وہ کیا جائینگے خود کو اور خدا کو — نہیں کرتے ہیں جو گھر کا سفر تک

جو کچھ ہوتا وہاں ہے ہے یہاں بھی — نفس کا تار اودہر سے ہے ادہر تک

محب اس کے سوا عالم میں ہے کون
نہیں آتا ہے اندھوں کو نظر تک

معمور ہے اس بت کی تجلی سے حرم تک — تصویر ہے اللہ کی وہ سر سے قدم تک

بتخانہ سے ناحق گیا اے شیخ حرم تک — سب کچھ نہیں موجود تھا صورت سے عدم تک

جنت تری صورت سے ہے یہ کنج سفالی — کسری کا محل ہو بھی تو رکھوں نہ قدم تک

یہ ملک یہ دولت ہیں ترے بخشش و انعام — مجبور تھے ہر امر میں اسکندر و جم تک

امرت بھی ترے قہر سے ہے زہر ہلاہل — ہے آب بقا فضل و کرم سے تری سم تک

لے کام سمجھ بوجھ کر اس حلق و زبان سے — یہ راستہ جاتا ہے سقر اور ارم تک

جبتک نہ ترا رحم ہو ارباب سخا پر
اٹھتا نہیں دینے کیلئے دست کرم تک

آتے ہی مصیبت کے سب احباب فراغت
ہوتے ہیں فرار ایسے کہ لیتے نہیں دم تک

اس پر وے ہیں ہے قہر ترا نوع حسین پر
پہنچے ہیں یہ وسواس و گمان حد ستم تک

آئینہ دل پر ہے جو عصیاں کی کدورت
چھٹتی نہیں کوشش سے بھی دو چار جنم تک

لکھنے لگے رندوں کے جو اعمال فرشتے
آیا نہ کوئی حرف سر نوک قلم تک

ہوتی ہے معادن میں جواہر کی کہاں قدر
آیا نہ محب ایک بھی شائق کبھی ہم تک

ردیف گ

عشق اس کا خلیل کی ہے آگ
شیخ جل اس میں اور حرم بھاگ

ہر نفس لا الٰہ الا اللہ
دل کے باجے میں تو بجا یہ راگ

نفس کو مار تا کہ ہو آزاد
دولت عشق پر یہی تو ہے ناگ

لذت نفس چھوڑ کافی ہے
جو کی روٹی ذرا سا ماٹ کا ساگ

عشق کر اور عشق کو بھی چھپا
بن نہ صوفی نہ لے کوئی بیراگ

تن ہو دنیا میں اور من میں خدا
مے تو نیچے ہو اور اوپر جھاگ

بال ہونے لگے سیاہ سفید
سر پہ ہے آفتاب اب تو جاگ

روز کرتی ہے نت نئے شوہر
زال دنیا کا ہے دوام سہاگ

ہیں وہی وار حزن پیچ غم دل
ناز مستی میں کھیلتے ہیں جو پھاگ

میں یہ سمجھا کہ فتح عشرت ہے
جب اڑے بوتلوں کے ڈھکن کاگ

آئینہ دیکھتے ہیں وہ ہر دم
اپنے ہی حسن سے ہے انکو لاگ

بھاگتے سب ہیں انکی صحبت سے
غصہ ور آدمی ہے بیشک ناگ

کیا یہی آجکل کی ہے تہذیب
ہاتھ میں بید اور لب پہ لاگ

نفس بدخو کا سامنا نہ کیا
ہے یہ دمبار ایک پرانا گھاگ

ہر قدم پر تجھے وہ پٹکے گا
چھوڑ ڈھیلی نہ اسپ نفس کی باگ

وقت بدلا تو طرز بھی بدلے
ہے نئی شاعری نیا ہے راگ

جب دیا وصل کا پیام محتسب
مارے غصہ کے ہو گئے وہ آگ

ردیف ل

نہیں راز وحدت چھپانیکے قابل
سر بزم یہ ہے بتانیکے قابل

نہیں جو نکتے خواب ہستی سے اکدم
یہ مردے نہیں ہیں جلانیکے قابل

کہاں میکدہ کی کرامت حرم میں
مگر کم ہیں اس آستانیکے قابل

گلوں میں حسینوں کے ہیں گل کہ کسر
مگر جانہ وحشی ہیں جلانیکے قابل

جو بھرتے نہیں دم عاشقی کا تمہارے
وہی ہیں یہاں آزمانیکے قابل

جو ہیں جوہری یا خریدار جوہر
یہ گوہر ہیں ان کے دکھانیکے قابل

عداوت نہ ڈلوائے دیر و حرم میں
نہیں شیخ ہے گر ملانے کے قابل

عمل کے سوا کچھ نہیں ساتھ جاتا
یہ دنیا ہے دینے دلانیکے قابل

کریں اپنی جو نیت کو وہ قربان
نہیں خون حیواں بہانیکے قابل

ریاضت کا بربادی پھل ہے
نہیں عشق جاناں جتانیکے قابل

کہا کر ہو اللہ دل کی زباں سے
یہ ہے نقش الفت جمانیکے قابل

اشاعت ہیں توحید کے کیجئے کچھ — یہی تو ہے سکہ چلانے کے قابل
پڑھا علم دیں طفل کو مدرسے میں — یہ ہے نقش دل پر بٹھانے کے قابل
نکالے گئے ہم ذرا سی خطا سے — یہ جنت نہیں اب تو جانے کے قابل
نہیں عورتوں میں ہے علم و ہنر کچھ — یہ حوریں فقط ہیں دکھانے کے قابل

عجب کیا کتابیں نہ بکنے کا شکوہ
یہ گوہر نہیں ایک آنے کے قابل

بتاں سنگدل ہیں تو ہے کہاں دل — جہاں ہے عشق جاناں ہے وہاں دل
زمین و آسماں دونوں ہرا ہیں — یہی اس کے نشاں کا ہے نشان دل
یہ عالم بھی ہے دل کی ایک صورت — زمیں کی جاں ہے اصل آسمان دل
یہ سب دیر و حرم ہیں دل کی شکلیں — حقیقت میں خدا کا ہے مکان دل
یہ الماس و گہر کرتے ہیں ثابت — کہ ہر سنگ و صدف میں ہے نہاں دل
خیال و خیر دونوں کے ہے یہ عالم — جہنم ہے کہیں باغ جناں دل
نہیں جس دل میں کچھ بھی نور عرفاں — حقیقت میں ہے وہ وہم و گماں دل
دلوں میں جن کے عشق لایزل ہے — وہی رکھتے ہیں بے پیری جواں دل
کوئی پوچھے خلیل اللہ سے حال — کہ تھا یہ نقش آتش گلستاں دل
بشر سے عاشقی میں بھی وہ بڑھتے — اگر پاتے کہیں کروبیاں دل
جہاں دیکھی تھی موسیٰ نے تجلی — نہ تھا وہ طور تھا آتش فشاں دل
منافق کے زبان و دل جدا ہیں — مگر اہل صفا کی ہے زبان دل
حفاظت دل کی کر ذکر خدا سے — کہ ہے درگاہ حق کا پاسباں دل
پھریں کیا سیر کرتے ہم جہاں میں — کہ ہے سینہ میں اپنے بوستاں دل
بھری ہے جس میں الفت سیم و زر کی — وہی تو ہے یہاں سنگ گراں دل

نہیں ہے عاشق کا نام جس میں — وہی سینہ میں ہے دراغ نہاں دل

محب الفت میں جب کھویا ہے دلکو
ملا اسوقت ہمکو ہے یہاں دل

کہنے میں کسی کہ تو بتاؤ ہے کہاں دل — دو انگلیوں میں حق کی ہے گردش میں نہاں دل
افعال دو عالم کا محرک یہی دل ہے — ظاہر میں تو افعال ہیں باطن میں نہاں دل
دنیا میں جو ہوتا ہے وہ ہے عکس خیالات — ہر رزم سے ہر بزم سے ہے صاف عیاں دل
کہتے ہیں جسے دل وہ نہیں گوشت کا ٹکڑا — وہ کعبۂ مقصود ہے عالم کی ہے جاں دل
وہ عرش پہ بیٹھا ہے نہ ہے فرش پہ رکھا — گر پوچھتے ہو اسکو تو اسکا ہے مکاں دل
مسجود ہوا آدم خاکی میں جو دل تھا — آتے ہیں ملایک دمیں رہتا ہے جہاں دل
ہے عقل کہیں اور کہیں نور بصیرت — صوفی میں یقیں عام میں ہے وہم و گماں دل
موجیں ہیں سمندر کی یہ دو نو غم و شادی — ہے جسم کے کوزہ میں یہاں بحر رواں دل
ہے خانۂ وسواس و گمان حسد و حرص — اک گوشت کا ہے لوتھڑا سینہ میں کہاں دل
تیرے ہی خیالات پہ ہے سب غم و شادی — دوزخ ہے یہی اور یہی باغ جناں دل
تسکین بھی دیتی ہیں کھٹکتی بھی ہیں فکریں — ہے مرہم زخم جگر و نوک سناں دل
دنیا کی کبھی فکر کبھی ذکر خدا ہے — شیطاں ہے کبھی اور کبھی راحت جاں دل
دنیا و خدا میں یہی برزخ ہے تراقلب — ہے نفس کبھی اور کبھی روح رواں دل
یہ معرفت دل ہی تو آگاہی حق ہے — بے نام و نشاں کا ہے یہی نام و نشاں دل
آگاہی دل قوت جاں طاقت تن ہے — پیری بھی جو آئی تو ہوا اور جواں دل

حالات محب دل کے بتانا نہیں مشکل
ہو جائے اگر ذکر سے جاناں کے زباں دل

منتوں سے مانتے ہیں کب بتان سنگدل — ہو گیا ہے کبر و نخوت سے سراپا زنگ دل

...کئے جا صبر و استقلال سے طے راستہ / مدہیں درکار ہیں اسکو کہ بدلے رنگ دل

...مر جانے کے کبھی دست کشادہ ہی در... / دیکھتا ہے گور کی تنگی کو آخر تنگ دل

...رتبہ میں فرق کے کرتا ہے جمع کئے کلام / پی گیا ہے صحبت رنداں میں تھوڑی بھنگ دل

...معرفت دیکھی ہے کس آلہ میں عالم کے بتاؤ / خود سنے اور خود ہی گائے اور بجائے چنگ دل

...ہرت و عزت جہاں کی ہے حباب بحر قلزم / مل گئے سب خاک میں مرتے ہی نام و ننگ دل

کیا رنگ لیگا محب اس میں سے الماس گراں

ہے زمین شعر جبکہ سنگ لاخ اور تنگ دل

ردیف م

...نا نہیں ہے وہ صنم پر بندم و انجاروم / خالی نہیں بت سے حرم پر بندم و انجاروم

...مرتا ہوں میں کیا ڈھونڈتا دیر و حرم میں جابجا / دل میں ہے اپنے وہ خدا پر بندم و انجاروم

...براہ وطن ہے لامکاں ہستی مطلق ہے جہاں / کثرت ہے یہ وہم و گماں پر بندم و انجاروم

...بجا نہیں ہیں دو بدل ہرگز نہیں جنگ و جدل / مطلق نہیں خوف اجل پر بندم و انجاروم

...ں بند کرکے پانچ در جاتا ہوں فنا سے گذر / جیتا نہیں اپنی خبر پر بندم و انجاروم

...بجا فقط ہے ذات ہو گل ہے نہ کوئی رنگ و بو / باقی وہاں ہے میں نہ تو پر بندم و انجاروم

...رت مقام فصل ہے وحدت مقام وصل ہے / دونوں کی ہستی اصل ہے پر بندم و انجاروم

...عالم ناسوت ہے اس سے ادھر ملکوت ہے / اس سے پرے لاہوت ہے پر بندم و انجاروم

...ندان عبرت میں ہیں ہر دم نئی آفت میں ہیں / ہیں شاد جو وحدت میں ہیں پر بندم و انجاروم

...خدا سوا تیرے نہ جب غائب ہوئے عالم یہ سب / جیتا نہیں مربوب و رب پر بندم و انجاروم

...زمیں سے سات تن ہر ماہ سے کا اک بدن / ہے ختم جیتا پیرہن پر بندم و انجاروم

یہ نشیں جو ہوم ہیں اہل سب معصوم ہیں | وحدت میں سب معصوم ہیں پر بندم و آنجا

تشبیہ میں ظاہر ہے وہ تنزیہ میں اندر ہے وہ | دونوں سے پھر باہر ہے وہ پر بندم و آنجا

دنیا ہے رنج و غم کا گھر عقبیٰ ہے جنت اور سقر | توحید ہے دارالفقر پر بندم و آنجا

دنیا میں غرب و شرق ہے ہر شئے کے اندر فرق ہے | وحدت میں ہر شئے غرق ہے پر بندم و آنجا

ہے سر میں وحدت کی ہوا اور عشق اپنا رہنما | ہے اس جگہ بندہ خدا پر بندم و آنجا

دنیا عجب ہے بدگماں ہے کون اپنا رازداں
عزلت میں لیکن ہے اماں پر بندم و آنجا رم

اے بتو صورت خدا ہو تم | عین ہستی سے کب جدا ہو تم

اس کے در کی تمھیں سے راہ ملی | کعبۂ دل کے رہنما ہو تم

بت پرستی خدا پرستی ہے | اپنی ہستی میں خود خدا ہو تم

عشق جس کو نہیں وہ مردہ ہے | درد ہو اور خود دوا ہو تم

بت بھی ایک نام ہے خدا ہی کا | ذات اللہ میں فنا ہو تم

لا الٰہ سے ہے نفی سب کی | اور اللہ سے بقا ہو تم

ہے جہاں میں تمہارا ناز و نیاز | بے وفا اور باوفا ہو تم

دوست بھی ہو تمھیں تمھیں دشمن | اور بیگانہ آشنا ہو تم

ہے تلون مزاج میں کتنا | کہ کبھی خوش کبھی خفا ہو تم

تم ہی مسند نشین تقویٰ ہو | مرشدوں کے بھی پیشوا ہو تم

حی و قیوم ہے تمہارا وصف | مرگ ہو موت ہو قضا ہو تم

شان میں ہے تمہارے مکر اللہ | ایک مکار پیر دغا ہو تم

ہے تمہارا ہی نام قیصر و شاہ | مفلس و بینوا گدا ہو تم

فکر کر کے مر گئے لاکھوں | نہ کھلا آج تک کہ کیا ہو تم

تم ہی فرعون ہو تم ہی ہاماں | تم ہی موسیٰ ہو اور عصا ہو تم
تم سے دم ناک میں ہے دنیا کی | ایک آفت ہو بد بلا ہو تم

دیکھتا ہے محب تمھیں ہر دم
لاکھ پردوں میں گر خفا ہو تم

ہر طرف ہر جگہ عیاں ہو تم | پوچھتے پھر ابھی ہیں کہاں ہو تم
سمجھے فاعل ہیں کسکو اہل نجوم | مہر و مہ انجم آسماں ہو تم
دیر و کعبہ میں کیا ہے پتھر ہے | جسکو کہتے ہیں دل وہاں ہو تم
بد ترین گناہ و جرم ہے شرک | اپنے سایہ سے بدگماں ہو تم
ہے تمھارے سوا جہاں میں کون | ظاہر و باطن جہاں ہو تم
جب تمھارا نہیں ہے مثل کوئی | واقعی خارج از بیاں ہو تم
من و تو کا خیال باطل ہے | ہو تمھیں جسم اور جاں ہو تم
مجھ سے پوچھے کوئی کدھر ہی کیا | لاکھ میں میں کہوں کہاں ہو تم
کھا گیا زاہد سفید فریب | حور غلماں اور جناں ہو تم
نارِ دوزخ ہے عاشقوں کو بہشت | خود جہنم کے پاسباں ہو تم
دل کو کرتے ہیں کس خوشی سے سیر | تیغ ہو ناوک و کماں ہو تم
خود مکیں اور مالک امکاں | خود مکاں اور لامکاں ہو تم
بادشاہوں کے ہو تمھیں سرتاج | مالک ملک انس و جاں ہو تم
خود دل سوختہ ہو خود ہو چراغ | خود ہی آتش ہو خود دخاں ہو تم
دل کے اندر ہو اور باہر ہو | خود عیاں بھی ہو اور نہاں ہو تم

خود ہو محبوب اور خود ہو محب
آپ اپنے سے بدگماں ہو تم

ترا دردِ فرقت چھپائینگے ہم — جو پوچھیگا کوئی اڑائینگے ہم
تغیر زمیں کے مٹاتے ہیں ہم — مکاں خاک اس جا بنائینگے ہم
جو ناکامیاں ہوں تو کچھ غم نہیں ہے — مقدر کو پھر آزمائینگے ہم
خودی نے کیا بند ہے اس قفس میں — یہ ہستی وہمی مٹا بینگے ہم
نکالے گئے باغ جنت سے جس پر — وہ گندم کا کھانا نہ کھائینگے ہم
مرے دل سے جاری ہوئی نہر کوثر — پئیں جتنا چاہیں پلائینگے ہم
ترے درد فرقت کی آتش ہے دوزخ — دل و جسم و جاں سب جلائینگے ہم
جو دم بھر کو اس خواب غفلت سے چونکے — تو شورِ قیامت مچائینگے ہم
بنائیں گے ہم کعبۂ دل اسی کو — ترے نقش پا کو جو پائینگے ہم
سوا تیرے کوئی نہیں ہے جہاں میں — یہی نقش دلبر جمائینگے ہم
ترا نام لیکر لگائینگے ٹھوکر — جو مردے ہیں ان کو جلائینگے ہم
اگر پائیں گے قابلیت ہے ان میں — سبق عشق کا کچھ پڑھائینگے ہم
زباں چشم اور گوش سب بند کرکے — تمہیں سیر جنت دکھائینگے ہم
یہاں تک عدم سے ہم آئے ہیں کیونکر — یہ قصہ انھیں کو سنائینگے ہم
سرائیں بنا کے مسافر محل کیا — یہاں سے کبھی کیا نجائینگے ہم

بہار آئیگی گر حبیب اس چمن میں
گلِ داغ دل پھر دکھائینگے ہم

قیدِ زلف یار میں کیونکر نہوں اب شاد ہم — نفس امارہ کے پنجے سے ہوئے آزاد ہم
اس گلستاں میں ہمیں لائی تھی دانہ کی ہوس — تیرے دام مکر سے تھے بیخبر صیاد ہم
تو گریگا اے فلک سر پہ ہمارے ٹوٹ کر — تیرے ظلم و جور سے کرتے نہیں فریاد ہم
تھی جو لیلیٰ کی حقیقت وہ بتائی عشق نے — اب تو ہے شاگرد مجنوں اور ہیں استاد ہم

ہم چلے جائیں تو خود برباد ہو جائے یہ باغ
اس سرائے دہر کی مضبوط ہیں بنیاد ہم

عمر بھر کی مشق صبر و حلم کا حاصل ہے یہ
جو پڑے سر پر اٹھا لیتے ہیں وہ افتاد ہم

ہے غبار کشتگان عشق کحل چشم کور
خاک ہوتے ہیں صبا سے مرکے بھی برباد ہم

کیا ہمارے جوش قہر و مہر کی ہے انتہا
بستیاں ویراں کرتے ہیں کہیں آباد ہم

ہے عناصر میں ہماری ہی حقیقت جلوہ گر
ہیں کبھی ہم خاک و آب و نار گاہے باد ہم

عاشقی میں بارہا مر مر کے پھر زندہ ہوئے
تھے کبھی مجنوں کبھی وامق کبھی فرہاد ہم

عشق جب تک ہو نہ دل میں کیا عجب سمجھے کوئی
مرشد عشاق ہیں کرتے ہیں کچھ ارشاد ہم

سیماب صفت ہے دل بیتاب کا عالم
بیداری دنیا بھی ہے اک خواب کا عالم

خورشید کی تابش سے دکھائی نہیں دیتا
دن کو بھی ہے پیدا شب مہتاب کا عالم

اغراض کے بندے ہیں نہیں دوست کسی کے
اس عہد غرض میں ہے یہ احباب کا عالم

اک پھونک میں قدرت کے سبب ہے نہ نتیجہ
اک جال ہے مکڑی کا یہ اسباب کا عالم

یہ عرق کے قطرے ہیں ترے شعلۂ رخ پر
یا آتش خورشید میں ہے آب کا عالم

مژگاں ہیں کہ صف بستہ نمازی ہیں حرم میں
ہے ابروئے جاناں پہ بھی محراب کا عالم

اسباب الٰہی جو مسلط ہیں جہاں پر
آتا ہے نظر خلق میں ارباب کا عالم

لوگوں کی ہدایت کے لیے ہیں یہ مضامیں
اشعار میں ہے سورۂ احزاب کا عالم

گستاخ نظر آتے ہیں کثرت سے حرم میں
ہے بزم خرابات میں آداب کا عالم

کس دل کو محبت لیکے تہ خاک گیا ہے
ہے خاک میں بھی کشتۂ سیماب کا عالم

ردیف ن

حالت دہر کو قیام نہیں — جز خدا کے کوئی دوام نہیں

ایک ہستی ہے اور اسکے صفات — غیریت کا یہاں تو نام نہیں

صبح صادق کے نور کی ہے جھلک — عالم روح میں تو شام نہیں

ہر زباں پر ہے ذکر حق جاری — کیا یہ اسما خدا کے نام نہیں

موت تک حرص سے نہیں چھٹتے — کیا یہ نفس عدو کا دام نہیں

ایک حالت ہے مادے کی لطیف — آسماں کوئی سقف و بام نہیں

ساتوں عالم کا نقش ہے دل میں — جم کا اس مرتبہ کا جام نہیں

سیر دائم ہے عالموں کی مگر — ایک اپنا کوئی مقام نہیں

کون سمجھے احد کو احمد کو — فہم یہ خاص ہے کچھ عام نہیں

خیر کر عمر آب و گل میں نہ کھو — ہے یہ پختہ بنا کہ خام نہیں

دل کی کہتے ہیں ہے دلو پہ اثر — تیغ ہے یہ زباں نیام نہیں

جب نہ ہو وہ ہے جہاں میں موجود — پھر کہے کون یہ کہ عام نہیں

وہ ملا جبکو ڈھونڈتے تھے حجب
اب کسی سے بھی ہم کو کام نہیں

جو اس بت کے کوئی سوا ہی نہیں — تو بندہ کہاں ہے خدا ہی نہیں

وفا و جفا ایک بت سے ہے — کوئی مطلقاً بیوفا ہی نہیں

کریں بیوفائی کا کس کی گلہ — زمانہ میں مہر و وفا ہی نہیں

نہیں اسکے جور و جفا کا گلہ ۔ کہ ہے عین رحمت جفا ہی نہیں
یہ مرنا ہے اک زندگی دوسری ۔ کسی کو جہاں میں فنا ہی نہیں
فنا کس کو ہے اور کس کو بقا ۔ سمجھ کچھ فنا و بقا ہی نہیں
جو آزاد اپنی خودی سے ہوا ۔ وہ پابند دام قضا ہی نہیں
سمجھتے ہیں ہم بھی حقیقت ہے کیا ۔ بتوں کے یہ ناز و ادا ہی نہیں
کبھی حق پرستی کا تھا جوش بھی ۔ دماغوں میں اب وہ ہوا ہی نہیں
اسے کیا ہے جرم و تعدی کا باک ۔ کہ جس دلمیں خوف خدا ہی نہیں
تجھے کیوں ہو زیبت نا سیقہ ۔ تیرے دل میں صبر و رضا ہی نہیں
پھریں حق سے باطل میں دلکو لگا ۔ کوئی اس مرض کی دوا ہی نہیں
بدی اور نیکی اضافات ہیں ۔ حقیقت میں کوئی برا ہی نہیں
وجود اور نسب سب اسی کے ہوئے ۔ موحد کی پھر تو خطا ہی نہیں
جو چھوٹا نہیں نفس کے ہاتھ سے ۔ وہ گمراہ ہے رہنما ہی نہیں

محب پردۂ غیریت جب اوٹھا
تو اپنے سوا دوسرا ہی نہیں

باہم ہے اتصال رخ و زلف و یار میں ۔ شانیں خدا کی دیکھ لو لیل و نہار میں
حرص و ہوس کو چھوڑ کہ دوزخ یہی ہے نفس ۔ بیٹھے ہیں اہل نفس شب و روز نار میں
ظاہر کہیں جمال کہیں جا جلال ہے ۔ گل میں جو رنگ و بو ہے تو ہی نوک خار میں
دیکھا گیا تھا جو شجر طور میں کبھی ۔ آتا نظر وہی تو ہے ہر برگ و بار میں
امید و بیم چھوڑ کہ دوزخ سے ہو نجات ۔ کبتک رہیگا طفل کی اس جیت ہار میں
حرص و غضب کو چھوڑ کہ چمکیں قوائے روح ۔ انجم نظر نہ آئینگے گرد و غبار میں
پردہ اوٹھا دوئی کا قیامت ہوئی بپا ۔ وہ دن یہی ہے جسکے ہیں سب انتظار میں

روز ازل پلائی تھی ساقی نے کچھ شراب — اب تک اسی نشہ کے ہیں ہم تو خمار میں
گر چاہتے ہیں آپ کہ وحدت نصیب ہو — کچھ فرق کیجیے نہ عدو میں نہ یار میں
دھوکا نہ کھا کہ اصل محرک وہی ہے ایک — تیلے بندھے ہوئے ہیں یہ سب ایک تار میں
گردش سے چرخ دد کی ہوئی ہے نہیں نجات — بیٹھے ہیں لا الٰہ کی جب سے حصار میں
غافل جو اسطرف ہیں تو ہشیار اسطرف — غافل میں کچھ ہے فرق نہ کچھ ہوشیار میں

قابو ہمیں خیال یہ جب آپکا عجب
پھر اور کچھ ہے آپ کے کب اختیار میں

غنا آسودگی کیا خاک حاصل تھی امیری میں — شہنشاہی کا ہمنے مرتبہ پایا فقیری میں
یہ آساں ہے کہ جاہ و مال و دولت چھوڑ کر بیٹھیں — بہت مشکل ہے لیکن فقر و درویشی اکسیری میں
علائق کم ہوئے جتنے تو اتنی ہی بڑی راحت — امیری میں فراغت وہ کہاں جو ہے فقیری میں
زمیں پر اسکا قبضہ تھا میرا افلاک پر بھی ہے — سکندر سے کہیں بڑھ چڑھ کے ہوں میں ملک گیری میں
ہوا و حرص پیچھے چھٹکر ہزار دل آہنیں جھیلیں — رہا میں پھر فرعون ظالم کی اسیری میں
توقع خیر کی اعمال بد سے کیا حماقت ہے — کہیں لگتے بھی ہیں انبے ناسمجھ انگور بیری میں
غضب کا مارنا ہی ہے جسے کہتے شجاعت ہیں — وگرنہ شیر آدم سے زیادہ ہے دلیری میں
خدا اس عشق کو رکھے یہی تو جان عالم ہے — جوانی کا مزا ملتا ہے ہم کو ضعف پیری میں
گلا خود بولتا ہر گز نہیں بے دم کہ ظاہر ہے — سمجھ کچھ تو ذرا آواز کس کی ہے نفیری میں
جسے کہتے ہیں ختم مرسلین و مظہر وحدت — وہی ہے فرد کامل بلکہ اکمل بے نظیری میں
بہت ہمنے پڑھے ملفوظ تو مکتوبات اہل دل — تصوف کے نکات اکثر ملے یحییٰ منیری میں
وہی شے ہے مگر ہر مرتبہ میں حکم رکھتی ہے — فطیری میں کہاں وہ ہضم جو نان خمیری میں

عجب پائے نہ ہمنے عمر بھر جلوت نشینی میں ہرگز
سرور آرام جو ہمکو ملے اس گوشہ گیری میں

یاد میں تیری زمانہ سے جو غافل بیٹھیں — بر سر مجلس ارشاد وہ کامل بیٹھیں
سیر افلاک کریں غیب کی آواز سنیں — ہو کے خاموش ذرا دیر اگر دل بیٹھیں
ہو نہیں سکتا کہ اٹھے گا کوئی فتنہ و شر — ایک جاہل کے اگر چار بھی اہل بیٹھیں
یہ تو ممکن نہیں غفلت کے نہ اٹھیں پردے — غافلوں میں جو کہیں ذاکر و شاغل بیٹھیں
ملنے دیتا ہی نہیں تفرقہ انداز فلک — یہ تو مشکل ہے کہ وہ دوست بہم مل بیٹھیں
عمر گزری ہے امیروں کی غلامی میں کھڑے — اس تمنا میں کہ ہم بھی سر محفل بیٹھیں
ہو گا ناحق کہ ہمارا ہی جہاں میں ہے عکس — آئینہ کے جو کبھی آپ مقابل بیٹھیں
آپ خود اٹھ کے پہنچ جائیگی روزی ہر روز — توڑ کر پاؤں جو گھر میں متوکل بیٹھیں
ظلم افلاک کے دیکھیں جو زمانہ میں کبھی — اپنے اعمال سمجھ کر متحمل بیٹھیں
ہو گی ایک بات بھی ہرگز نہ مشیت کے خلاف — لاکھ پڑھتے ہوئے تسبیح کو عاقل بیٹھیں
یہ ہے صفائی قاتل کہ نہ مجرم ٹھہرے — فیصلہ کرنے کو گر قاتل و عادل بیٹھیں
چاہتا حسن ہے خود ہو کوئی عاشق مجھ پر — شاخ گل میں جو کبھی آکے عنادل بیٹھیں

دین و دنیا سے ہوں اکرم میں بحب مستغنی
اس کے دروازہ پر اڑ کر جو یہ سائل بیٹھیں

زمیں پر نقش پائے یار ہوں میں — فلک پر عرش کی دستار ہوں میں
کیا ہے عشق نے دنیا سے غافل — گئی دیوانگی ہشیار ہوں میں
ہوئی دنیا سے جب غفلت تو جاگا — یہ دیکھا خواب میں بیدار ہوں میں
غرض میں بھی کسی مد میں ہوں شامل — بکار آمد ہوں یا بیکار ہوں میں
کیا ہے عشق نے ناقص کو کامل — مصاحب گل کا ہوں گو خار ہوں میں
بہم مجھ میں ہیں سب غیب و شہادت — سراپا مخزن اسرار ہوں میں
مرا عقدہ کھلیگا عقل سے کیا — معما حق کا ہوں دشوار ہوں میں

مری بیماریاں دل کی بہت ہیں / بظاہر کچھ نہیں بیمار ہوں میں
رہا ہوں مبتلائے درد اتنا / کہ اپنے غم کا بھی غمخوار ہوں میں
خراب اتنا کیا ہستی نے میری / کہ اپنے آپ سے بیزار ہوں میں
کبھی غالب ہے مجھ پر قہر گہ مہر / کبھی گلزار گاہے نار ہوں میں
زمیں سے عرش تک ہے دوڑ میری / کبھی بجلی دم رفتار ہوں میں
کبھی حرص و ہوس سے بدتر از سگ / کبھی رشک و حسد سے نار ہوں میں
کبھی ہوں زائر درگاہ عزت / کبھی حق کے گلے کا ہار ہوں میں
کبھی شیطاں ہوں میں مکر و فن میں / کبھی رحمان ہوں غفار ہوں میں
کبھی برتر ملائک سے عمل میں / کبھی شیطاں سے بدتر خوار ہوں میں
محبت مجھ سے ہے یہ ویرانہ آباد / حقیقت کا کمال اظہار ہوں میں

لوگ مخلوق کو خالق کو جدا کہتے ہیں / ہم مگر اس بت رعنا کو خدا کہتے ہیں
بندہ عشق ہیں ہم عشق ہمارا ہے خدا / اب کسی کافر و مومن ہمیں کیا کہتے ہیں
کفر و اسلام کیا کرتے ہیں باہم تکفیر / جو نہ ہو گبر و مسلماں اسے کیا کہتے ہیں
ڈھول بجوا کے کیا عشق کو مشہور تو کیا / یہ نمائش ہے اسے حرص و ہوا کہتے ہیں
کیا بیاں کیجیے خاک قدم یار کے وصف / درد والے اسے سب خاک شفا کہتے ہیں
عاشقی سہل سمجھتے تھے مگر اب سمجھے / خون عشاق کو معشوق حنا کہتے ہیں
جو نہ مانگے کبھی مخلوق سے خالق کے سوا / ہم اسی شخص کو مقبول دعا کہتے ہیں
جسم و ارواح کے امراض ہیں جتنے سب کچھ / عشق دیتا ہے شفا اس کو دوا کہتے ہیں
ہم جدھر دیکھتے ہیں تو ہی تو آتا ہے نظر / یہ نظر وہ ہے جسے سر خدا کہتے ہیں
طلب یار سے جنت بھی جو دل کو روکے / تو وہ دوزخ ہے اسے دام دغا کہتے ہیں
ناصحا پوج کسی بت کو کہ مل جائے خدا / یہ عبادت ہے جسے لوگ خطا کہتے ہیں

مری بیماریاں دل کی بہت ہیں — بظاہر کچھ نہیں بیمار ہوں میں
رہا ہوں مبتلائے درد اتنا — کہ اپنے غم کا بھی غمخوار ہوں میں
خراب اتنا کیا ہستی نے میری — کہ اپنے آپ سے بیزار ہوں میں
کبھی غالب ہے مجھ پر قہر گہ مہر — کبھی گلزار گاہے نار ہوں میں
زمیں سے عرش تک ہے دوڑ میری — کبھی تجلی دمِ رفتار ہوں میں
کبھی حرص و ہوس سے بدتر از سگ — کبھی رشک و حسد سے نار ہوں میں
کبھی ہوں زائرِ درگاہِ عزت — کبھی حق کے گلے کا ہار ہوں میں
کبھی شیطاں ہوں میں مکر و فن میں — کبھی رحمان ہوں غفار ہوں میں
کبھی برتر ملائک سے عمل میں — کبھی شیطاں سے بد تر خوار ہوں میں
محبت مجھ سے ہے یہ ویرانہ آباد — حقیقت کا کمال اظہار ہوں میں
لوگ مخلوق کو خالق کو جدا کہتے ہیں — ہم مگر اس بت رعنا کو خدا کہتے ہیں
بندہ عشق میں ہم عشق ہمارا ہے خدا — اب کہیں کافر و مومن ہمیں کیا کہتے ہیں
کفر و اسلام کیا کرتے ہیں باہم تکفیر — جو نہ ہو گبر و مسلماں اسے کیا کہتے ہیں
ڈھول بجوا کے کیا عشق کو مشہور کیا — یہ نمائش ہے اسے حرص و ہوا کہتے ہیں
کیا بیاں کیجیے خاک قدم یار کے وصف — درد و دوا اسے سب خاک شفا کہتے ہیں
عاشقی سہل سمجھتے تھے مگر اب سمجھے — خون عشاق کو معشوق خطا کہتے ہیں
جو نہ مانگے کبھی مخلوق سے خالق کے سوا — ہم اسی شخص کو مقبول دعا کہتے ہیں
جسم دار داح کے امراض ہیں جتنے سب کچھ — عشق دیتا ہے شفا اس کو دوا کہتے ہیں
ہم جدھر دیکھتے ہیں تو ہی تو آتا ہے نظر — یہ نظر وہ ہے جسے سرِ خفا کہتے ہیں
طلب یار سے جنت بھی جو دلکو روکے — تو وہ دوزخ ہے اسے دام دغا کہتے ہیں
ناصحا پوج کسی بت کو کہ ملجائے خدا — یہ عبادت ہے جسے لوگ خطا کہتے ہیں

تجھکو ہی یاد کیا تیرے سوا کو بھولے
تجھپہ قربان ہوے اسکو وفا کہتے ہیں

دلمیں ہے یار کے جو کچھ وہ کیا کرتا ہے
قدر افعال ارادے کو قضا کہتے ہیں

بت پرستوں سے ملا ہے جو خدا کا رستہ
شیخ صاحب انہیں ہم قبلہ نما کہتے ہیں

شان عشاق یہی ہے کہ ہوں رسوائے جہاں
وہی اچھے ہیں جنھیں لوگ برا کہتے ہیں

دل عجب جس کا رہی اس بت کافر کی طرف
ایسے گمراہ کو ہم راہ نما کہتے ہیں

تو ہی تو ہے جہاں میں بتا تو کہاں نہیں
تن میں نہیں کہ جان کے اندر نہاں نہیں

موجود تو ہے اور کسی کا نشاں نہیں
تیرے شریک و غیر کا وہم و گماں نہیں

تیرا ہی نور ہے کہ جو پھیلا ہے ہر طرف
ورنہ یہ خود زمیں نہیں آسماں نہیں

بوڑھا نہیں ہے وہ کہ جسے چاہ ہے تیری
جس میں کہ تیرا عشق نہیں وہ جواں نہیں

خود سے ہو یا خدا سے غرض سبکو عشق ہے
وہ کون ہے جو شیفتہ جسم و جاں نہیں

غفلت کو چھوڑ دیکھ کہ عالم ہے عین حق
جو کچھ ہے اس کے دلمیں نہاں کیا عیاں نہیں

سوجو ہے تو ہی تو یہاں ہر مکاں میں
تیرا وجود ہے یہ مکاں لامکاں نہیں

پھوکے یہ عشق دونوں جہاں کو خبر نہو
بارود یہ وہی ہے کہ جس میں دھواں نہیں

زاہد یہ بت پرست بھی تو ہیں خدا پرست
یہ بھی خدا کا رنگ ہے حسن بتاں نہیں

وہ پاس ہو اگر تو جہنم بہشت ہے
دیدار اس کا ہو نہ جہاں تو جناں نہیں

چھوٹا بڑا کہاں ہے بجز اعتبار وہم
ہم ہیں وہاں جہاں کوئی خرد و کلاں نہیں

مطلق کو بعد موت بھی نفرت ہے قید سے
قبہ نہیں لحد پہ مری سائباں نہیں

لازم نہیں ہے صوت کو یہ حرف یہ زباں
فونوگراف دیکھ کہ اس کے دہاں نہیں

واعظ یہ بے زبانی عشاق ہے زباں
کہتے ہیں اسطرح سے کہ گویا زباں نہیں

ہر چیز کہہ رہی ہے یہاں داستان عشق
تو بولتا ہے جسکو وہ اسکی زباں نہیں

بہتر ہے رازِ عشق رہے گو مگو محبؔ
ہم کیا کہیں زباں نہیں طرزِ بیاں نہیں

یہاں جو عالم صورت میں شکل یار ہوں میں — تو پھر سجود زمانہ کا خواستگار ہوں میں
میں نور ارض و سما ہوں نگارہ یار ہوں میں — جہاں کی جاں ہوں افلاک کا مدار ہوں میں
کیا ہے میرے ہی دل نے بپا یہ ہنگامہ — قرار جسکو نہیں ہے وہ بیقرار ہوں میں
میں ہی وہ تھا کہ ملائک نے جسکو سجدہ کیا — جو بھولا آپ کو شیطان نابکار ہوں میں
دوئی میں پڑھ کے ہوا ہوں میں بندۂ مجبور — خودی کو چھوڑ دوں تو قدر و اختیار ہوں میں
میں دم میں سارے عوالم کی سیر کرتا ہوں — چڑھے جو دوش ملائک پہ وہ سوار ہوں میں
میں جنس خاک نہیں ہوں کہ خاک ہو جاؤں — زمیں میں گڑتے ہی خود بر سر قرار ہوں میں
نگارہ یار میں مجھ سا نہیں جہاں میں عزیز — نظر میں اہل جہاں کے ذلیل و خوار ہوں میں
جو سوئے خلق نظر ہے تو ہے یہی غفلت — اسی کی سمت نظر ہے تو ہوشیار ہوں میں
سمجھ نہ خاک کا پتلا کہ سِرِ عالم ہوں — زمیں سے عرش پہ جاتا ہوں وہ سوار ہوں میں
غرض یہی ہے کہ ہو بارور کوئی مجھ سے — غرض کا خار جو نکلا تو نخل بار ہوں میں
خواص سارے عوالم کے مجھ میں ہیں موجود — کرم سے نور ہوں غیظ و غضب سے نار ہوں میں
فنا کا وہم دوئی نے عجیب باندھا ہے — خیال خلق جو اٹھ جائے پائدار ہوں میں
یہ جہل ہے نہ کیا رخ قدیم کی جانب — ہزار بار حوادث سے دلفگار ہوں میں
ہزار گونہ ہے شادی دہر سے بہتر — وہ غم کہ اوسکی محبت میں اشکبار ہوں میں
جو پوچھے کوئی حقیقت مری تو اس سے کہوں — کہ اک حقیقت واحد کا اعتبار ہوں میں

محبؔ کی چشم محبت میں ہوں گل خوش رنگ
نظر میں حاسد بدبین کی نوک خار ہوں میں

اسی کا ہے جلوہ گل و آب میں — اسی کی ہے مستی مئے ناب میں

تڑپ ہے جو اس قلب بیتاب میں — کہاں برق میں اور سیماب میں
نہ چونکینگے اہل جہاں تا بہ حشر — کہیں مست پندار کے خواب میں
نہیں دیکھتے ہم کسی شے کا رخ — نظر جب سے آیا ہے تو خواب میں
یہ عالم اسی شوخ کی ہے جھلک — کہ ہے تاب خورشید مہتاب میں
تکبر نے پیدا کیا امتیاز — نہیں فرق کمبل میں کمخواب میں
اسی شوخ کے خیر و شر کا ہے ذکر — ہر اک بزم اعدا و احباب میں
وہ سہتے ہیں دنیا کے ظلم و ستم — جو رکھتے نہیں نفس کو داب میں
دماغ ایک آلہ ہے ارواح کا — نہیں عقل عضلات اعصاب میں
حرم میں وہی بت ہے مسجود کیوں — کہیں شیخ صاحب کچھ اس باب میں
ہے دیر و حرم میں وہی ایک بت — وہی عشق ہے شیخ میں شاب میں
خدائے من و قبلۂ من سلام — یہ لکھا تھا اس بت کو القاب میں
کہیں حق بجائے سلام علیک — یہ داخل ہے یاروں کے آداب میں
وہی سہل سمجھے ہیں کچھ عاشقی — پڑے ہی نہیں جو کہ آفات میں
کہاں چشم کو تاب دیکھے جمال — نظر کر رخ مہر پر آب میں
عجب دلمیں گر اوس کی الفت نہیں — دھرا کیا ہے الفاظ و القاب میں

آنکھیں ہیں سب کی دید کی لیکن نظر کہاں — مست شراب عشق کو اپنی خبر کہاں
دیر و حرم کی راہ میں لٹتے ہیں قافلے — اس راستے میں عشق کے خوف و خطر کہاں
عشاق چپ رہیں بھی تو کہتے ہیں سب کے دل — دلمیں نہو جو صدق زباں میں اثر کہاں
یوں تو ہر ایک شخص کا دنیا میں ہے صنم — سودا ہو تیری زلف کا جس میں وہ سر کہاں
ہے توپ کا جدال میں آساں مقابلہ — کوچے میں تیرے پاؤں دھرے وہ جگر کہاں
ہر فعل اسکا اپنی نظر میں ہے لاجواب — جب اعتبار فرق اٹھا خیر و شر کہاں

دنیا چھٹے تو یار کی جانب ہو دل کا رخ ‏ اس کی گلی میں اہل جہاں کا گذر
دھوکا نہ کھا سراب جہاں ہے نظر فریب ‏ جلوے ہیں اس کے نور کے شمس و قمر
امید سب سے چھوڑ لگا دل کو یار سے ‏ اس نخل آرزو کے جہاں میں ثمر
آتے ہیں روز سامنے اعمال خیر و شر ‏ آنکھوں سے دیکھتے ہیں نتیجے حذر
پھرتے ہیں چومتے ہوئے ہر نقش پائے راہ ‏ ملجائے کچھ نشان کہ ہے سنگ در
اندھوں کو کور چشم بتاتے ہیں راستہ ‏ گمراہ سیکڑوں ہیں مگر راہبر
کر سجدہ پہلے بت کو کہ پہنچے خدا کے پاس ‏ زاہد ورع ہیں عشق کے وہ بال و پر
جاتے نہیں ہیں مر کے بھی دنیا سے اہل جاہ ‏ انکا یہیں ہے عالم بالا میں گھر
دیکھا جو میں نے شیخ کا بت خانہ میں سجود ‏ پوچھا کہ آپ کعبہ سے آئے ادھر

ملتی ہے قسمتوں ہی سے یہ دولت وصال
پائے صحبت صدف بھی تو اس میں گہر کہاں

کون دنیا میں ہے جو تیرا خریدار نہیں ‏ جز ترے کوئی یہاں یوسف بازار
بستی صورت ہستی میں نمایاں ہے یہاں ‏ جس کو تو مست سمجھتا ہے خبردار
آپ پردہ کئے بیٹھے ہیں دنیا کو کیا خود پیدا ‏ دلمیں انساں کے اگر عشق کا آزار
فلسفی جن سے کہ اسرار حقیقت کھل جائے ‏ وہ ترا علم نہیں وہ ترے افکار
جوش مستی سے بہک کر کبھی کہہ اٹھتے ہیں ‏ ورنہ اسرار جہاں قابل اظہار
واہ ری مئے ترے قرباں کہ نشہ میں تیرے ‏ عمر بھر جرم کئے اور گنہگار
مرد عشق سے آتش بھی ہے گلزار خلیل ‏ سر پہ آجائے مصیبت تو کوئی بار
کیا یہ ممکن ہے کہ اک دل میں ہو دو کی الفت ‏ کام جب تجھ سے ہے دنیا سے سروکار
عشق ہوتے ہی اٹھے ظاہر و باطن کے حجاب ‏ روبرو یار ہے حائل کوئی دیوار
جو پھنسا زلف میں چھوٹا وہ پریشانی سے ‏ حیف ہے دام میں ہر مرغ گرفتار

ندگی موت ہے بے عشق صنم دنیا میں — مردہ دل ہے وہی جس کا کوئی دلدار نہیں

سے بڑھکر نہیں کوئی بھی ذلت کی دلیل — کون دنیا میں ہے دنیا سے جسے پیار نہیں

اضداد سے ظاہر ہے جہان حادث — کون عالم میں ہے جو برسر پیکار نہیں

ر سمجھے میں جسے ہے وہی عالم میں شریف — جو گدا اس در دولت کا ہے وہ خوار نہیں

رفتار خودی ہیں وہ ہیں جبکے قدری — بندۂ یار ہیں ہم فاعل و مختار نہیں

اس محبت کا محب جسنے مزا چکھا ہے
وہ خدا سے کبھی دنیا کا طلبگار نہیں

بلبل ہے گل ہے چشم ہے لیکن نظر نہیں — کس کے یہ رنگ و بو ہیں کسی کو خبر نہیں

اوجھل نہیں نظر سے کبھی آفتاب رخ — ہم ہیں وہاں جہاں کوئی شام و سحر نہیں

سمجھے ہیں نامرادی دنیا کو ہم مراد — اس شاخ خشک میں آئے ثمر نہیں

جائینگے دل کی راہ سے عالم کے بھی پرے — اس گنبد فلک میں اگر کوئی در نہیں

جتنے چھٹے علائق دنیا سبک ہوئے — جاتے ہیں تا بہ عرش مگر بال و پر نہیں

کھاتے ہیں لن ترانی جاناں سے کب فریب — موسیٰ یہ عشق طور کا روشن شجر نہیں

دن رات ہے عذاب میں طاعت سے نفس کی — پھر قائل سزا نہیں نار سقر نہیں

عالم الٰہی پری کا تو آئینہ خانہ ہے — یہ عکس روئے یار ہے شمس و قمر نہیں

جبتک ہے عین فرق مراتب ہے فرض عین — جب عین ہو گئے تو کسی کا خطر نہیں

زاہد خدا کو اپنے حرم میں نہ قید کر — ہر جا وہی ہے اسکا کوئی خاص گھر نہیں

سارا جہان ہم میں ہے اور ہم جہان میں — سرمست خواب دیکھتا کیا بحر و بر نہیں

ہم جیسے ہیں اور دو نیہ اثر ہے خیال کا — واعظ کے قیل و قال میں لیکن اثر نہیں

ہر بات میں ہے عقل کی وہم و گماں کا دخل — لیکن کلام حق میں اگر او مگر نہیں

احسان کر کہ بندۂ احساں ہے ہر بشر — کرتے دلوں کو فتح یہ تیغ و تبر نہیں

کثرت ہو فوج کی کہ ہوں آلات ہولناک لیکن کچھ اختیار میں فتح و ظفر نہیں

کیونکر نہ ہم نماز پڑھیں چار سو حبیب
وہ سمت کون سی ہے کہ رخ اسکا جدھر نہیں

نہیں سودا اثر زلف پریشاں کا اگر سر میں تو پڑھ جاتے ہیں بیناکی پریشانی کے

ترا رخ سوئے کعبہ ہے تو دل بتخانہ کی جانب نہیں ممکن خدا و بت ہیں دونوں

سنبھلتا ہوں اگر دو قدم عرش معظم سے مرے بازو کی طاقت ہے کہاں جبر

کلام اک تیر گوش دل ہے جو نہیں سنتے وہ سمجھائینگے کیا آواز تیری شور محشر

منجم کی نظر افسوس کتنا کھاتی ہے دھوکہ نہ سمجھا کچھ جھلک اس نور کی ہو یا دھو

قیامت کی گھڑی جو پوچھتے ہیں صاف کہتا ہوں وہی تو روز محشر ہے کہ جب آئیگا وہ

وہی زندیق واصل ہیں جو چھوٹے ہیں مراتب سے سمجھتے ہی نہیں کچھ فرق بھی ہے گا و م

ضرر میں نفع ہے اور نفع میں ہیں سو ضرر پنہاں اضافی ایک نسبت ہے جہاں کے خیر

وہ ہرجائی ہوں ہیں جمع ہر مکاں ولامکاں میں بھی زمیں کا ہوں یہاں بھی اور اس عالم کے با

یہ بم اور سیل دنیا بھر کو دم میں خاک کرتے ہیں کہاں اتنی ہلاکت ہے ہماری تیغ و خ

جسے کہتے ہیں توبہ یہ ندامت ہے گناہوں پر بجھا دی نار دوزخ آب ہی وہ دیدہ

گواہی دی رسالت پر عرب کے سنگریزوں نے کلام حق نہ سنتا گر نہ ہوتی روح پیچھ

ادھر تنزیہ کی جمنا ادھر تشبیہ کی گنگا یہ بحرین دونوں اگر ملگئیں قلب پہ

پدر فاعل ہے تو ماں منفعل ہے اور فاعل بھی جو عورت میں ہے شان خالقیت وہ کہا

مئے وحدت پئے جا وہ ہے علم و قوت لذت وہی ہے چشمہ آب حیات اور حوض کو

جو تدبیروں کو چھوڑا چھٹ گئے رنج و مصیبت سے ملا وہ خود بخود جو کچھ کہ لکھا تھا مقد

حبیب صد شکر اتنا تو ہوا اسیری کی الفت سے
کہ میرا نام بھی ہے چاہنے والوں کے دفتر میں

نشان قدم ہم جو پائے ہوئے ہیں — اسی پر نظر کو جمائے ہوئے ہیں

نہ توڑا ان کو محمود کافر سمجھ کر — یہ بت بھی خدا کے بنائے ہوئے ہیں

کہیں لم ترا ہے کہیں لن ترانی — یہ ارشاد ان کے سنائے ہوئے ہیں

گرے طور پر دیکھ کر جلوہ موسیٰ — یہ جلوے تو ہم کو دکھائے ہوئے ہیں

گرے ہیں جہاں میں جو نظروں سے سب کی — وہ اسکی نظر سے گرائے ہوئے ہیں

پڑے جو شجر نیک اعمالی کے پالے — ثمر نیکیوں کے وہ لائے ہوئے ہیں

دکھا دے کبھی بے نقاب اپنا جلوہ — فریب نظر سب کھائے ہوئے ہیں

ہوا کچھ نہ اس زندگانی سے حاصل — یہ بیکار عمریں گنوائے ہوئے ہیں

جو ہیں تیرے روئے منور کے عاشق — وہ دنیا سے منہ سب پھرائے ہوئے ہیں

ہر اک شئے کا رخ ہے انہی کی جانب — اسی سے تو سب لو لگائے ہوئے ہیں

ہوئے ہیں یہ گل مر کے سو بار پیدا — یہ صدیوں کے جیرے کمائے ہوئے ہیں

نہ جا قول پر فعل پر کچھ نظر کر — یہ طوطے کہانی پڑھائے ہوئے ہیں

جدھر دیکھتا ہوں وہی سامنے ہیں — وہ آنکھوں میں میرے سمائے ہوئے ہیں

جلائیگی کیا نار دوزخ جلوں کو — یہ عشاق دل کو جلائے ہوئے ہیں

دل مردہ کیا خاک ہوتے ہیں روشن — ہوا و ہوس سے بجھائے ہوئے ہیں

کرینگے نہ ہم زال دنیا سے الفت — قسم تیرے ہی سر کی کھائے ہوئے ہیں

نئے گل کھلے ہیں عجب شاعری میں — یہ پودے ہمارے لگائے ہوئے ہیں

مردم چشم تیری راہ میں ہیں — دو نوں عالم میری نگاہ میں ہیں

فتنے اٹھے ہیں حشر برپا ہے — تیرے بیخود تو خوابگاہ میں ہیں

منزل عشق طے نہیں ہوتی — قافلے تا بہ حشر راہ میں ہیں

خاکساروں کی ہیں بلائیں رد — آفتیں فتنے لاکھ جاہ میں ہیں

روح ہے یہ کہ حضرت یوسفؑ | نفس حاسد سے تن کی چاہ میں ہے
پاک بازی میں ہے جو پاک سرور | وہ کہاں لذتیں گناہ میں ہے
کوہ میں ہے اسی کی عظمت و شاں | سیکڑوں خلعتیں گیاہ میں ہے
تیری صورت کو دیکھتے ہیں سب | ناشناسی سے اشتباہ میں ہے
خوف کیا ہم کو نفس شیطاں کا | قل ہو اللہ کی پناہ میں ہے
فقر و فاقہ فقیر کا ہے شعار | اور اوصاف عدل شاہ میں ہے
جز ترے اور کون ہے موجود | نفی و اثبات لا الٰہ میں ہے
عرش لرزے زمین ہلجائے | سو اثر میری ایک آہ میں ہے
اشہد ان لا الہ الا اللہ | منھ سے کہتے ہیں بت نگاہ میں ہے
جنت نفس میں وہ لطف کہاں | لذتیں جو بتوں کی چاہ میں ہے
سہل ہے دل کسی پہ آجانا | مشکلیں جو ہیں وہ نباہ میں ہیں
عقل ہاروت قلب ہے ماروت | قید نفس لعین کی چاہ میں ہے

یوسف دہر ہیں وہی تو محب
جو گرفتار اس کی چاہ میں ہے

وہ جو رہتے ہیں یاد جاناں میں | وہی کافر ہیں عین ایماں میں
پھر کبھی وہ نظر نہ آئیں گے | پھول پھولے ہیں جو گلستاں میں
جنکو روز الست یاد نہیں | ہیں وہی سست عہد و پیماں میں
جسم سجدے میں اور دل میں غرور | مسجدوں میں ہیں یاد شیطاں میں
بینوائی میں جمع خاطر ہے | اور پریشانیاں ہیں ساماں میں
خالق و رازق و کریمی و قہر | ہیں خدا میں بھی اور انساں میں
جنکو جی چاہے وہ ملے بھی ضرور | یہ نہیں ہے کسی کے امکاں میں

کس کو دیتے ہیں خار و خس کو خدا — زر نہیں کیا گلوں کے داماں میں
لطف عارف کو رنج جاں [illegible] — نامرادی میں اور ارماں میں
ہے وہی جسم میں وہی دل میں — ہے وہی روح میں وہی جاں میں
یہ جہاں ہے اسی کا خوانِ کرم — اور وہی تو ہے شکل مہماں میں
کھا گئی عقل فلسفی دھوکا — ہے وہی ظاہر اور پنہاں میں
عام جلوے ہیں اس کے شہر و قریہ میں — جلوہ خاص ہے بیاباں میں
مردم چشم ہے خدا کا وہی — یہ نہ آ سکتا عقل انساں میں
حق کو جانے نہ آدمی ہو کر — فرق پھر کیا ہے انس و حیواں میں
فیض اس کا محیط عالم ہے — جس طرح ابر فصل باراں میں

یہ پریشانیاں جہاں کی سب
ہو بہو سب ہیں زلف پیچاں میں

بت خدا سے ہو جدا شیخ یہ امکاں تو نہیں — فضل اللہ و محمد ترا ایماں تو نہیں
سطوتِ قلب ہے اور جمع حواس و خاطر — عاشقوں کا تری کچھ حال پریشاں تو نہیں
پاس جب ہیں سب چاہیں مہیا ہو جائے — تیرے عشاق کہیں بے سر و ساماں تو نہیں
وجہ اللہ کو دیکھے نہ جو زاہد تو ہی کور — جلوہ اس مہر جہاں سوز کا پنہاں تو نہیں
[illegible] تا خیر کا ملتا ہے تخیر کو ثواب — سر پہ سائل کے کوئی آپ کا احساں تو نہیں
[illegible] پر ہے یہاں آبلہ پائی کی نمود — یہ جہاں خار کا جنگل ہے گلستاں تو نہیں
[illegible] ذاکر بھی ہے مداح امیران جہاں — پھر دنیا ہے یہی بلبل بستاں تو نہیں
[illegible] شکم سے نہیں چھٹتے دم [illegible] — ہیں بہت صورت انسان مگر انساں تو نہیں
[illegible] شوق سے پرہیز ہے جنت کی ہوس — زاہد خشک سمجھ میں کہیں حیواں تو نہیں
حالت نزع کا ہے زلزلت الارض میں حال — کیا ہمارا یہ بدن حشر کا میداں تو نہیں

کشتِ عالم کو اسی آب سے ہے سیرابی
چشمِ تر ہے یہ مری نوح کا طوفاں تو نہیں

[illegible] رہا اور فصلِ بہاری گذری
ابرِ رحمت ہے تری شان کے شایاں تو نہیں

[illegible] تیرے عشق کا دم بھرتا ہے
کوہِ غم سر پہ اٹھانا کوئی آساں تو نہیں

[illegible] غم کے بھی جھونکوں سے گلِ خنداں ہیں ہم
خاطرِ اہلِ رضا زلف پریشاں تو نہیں

جملہ ذراتِ جہاں حمد تری کرتے ہیں
سنگ و آہن بھی ترے فضل سے بیجاں تو نہیں

اپنی قسمت ہے عجب کیجئے کیا اسکا گلہ
ہے یہاں دیدۂ گریاں لبِ خنداں تو نہیں

دل کو آرام ہو کیونکر کہ دل آرام نہیں
مئے عرفاں نہیں ساقی گلِ اندام نہیں

عشق کے مرتبہ میں فرقِ مراتب ہی کہاں
کام وحدت سے ہے کثرت کا یہاں نام نہیں

واہ ری زلفِ پریشاں تری جمعیتِ دل
کون شے عالمِ ہستی میں تہِ دام نہیں

مرگ کے بعد ہی آتی ہے حیاتِ دیگر
وہ تو آغاز ہے انجام کا انجام نہیں

رنج و غم بھی تو بڑے ہے نعمتِ دنیا جو بڑی
بے ترے عشق کے دل کو مگر آرام نہیں

تجربہ پیر میں جو ہے وہ جواں میں ہے کہاں
ثمرِ پختہ ہے شیریں ثمرِ خام نہیں

دیکھتے ہیں ترے عشاق ترا چہرہ و زلف
سچ ہے دوزخ میں مگر یہ سحر و شام نہیں

مرتبے فہم کے ہیں عالمِ علوی سفلی
یہ سماوات عمارت کے کوئی بام نہیں

جیتے ہی جی جو مرے عشق کے کوچہ میں جا کے
رہِ خاصانِ خدا کچھ گذرِ عام نہیں

نامرادی جسے کہتے ہیں وہ [illegible] عین مراد
[illegible] کا تو کہیں نام نہیں

کیا طلب تجھ سے کرے عاشقِ مجروح جگر
تیری دیدار سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں

دل میں آتے ہیں خدا ہی کی طرف سے خطرے
دل جو سمجھا تو وسواس ہے الہام نہیں

اپنی ہستی کو جو چھوڑا تو عمل سے چھوٹے
یہ وہ منزل ہے جہاں [illegible] نہیں

ہجر میں وصل ہے اور وصل میں ہے ہجر یہاں
جسکو ناکام سمجھتے ہیں وہ ناکام نہیں

شیخ کچھ ہمسے شریعت کی حقیقت کو تو پوچھ — پوست بادام کا ہے روغن بادام نہیں

م کی پیچ سے گذر خلق کو ایک ذات سمجھ — عشق میں فرق مذاہب نہیں اقوام نہیں

کچھ عجب لطف محبت میں محبت پایا ہے
زندگی ہیچ ہے گر شغل مئے و جام نہیں

کیا جانیے بندہ ہوں کہ بت ہوں کہ خدا میں — خود اپنی حقیقت کو نہ سمجھا کہ ہوں کیا میں

خود اپنی حقیقت کی ہیں کرتا ہوں عبادت — کہتے تو ہیں بندہ مجھے لیکن ہوں خدا میں

تھا بلبلا بھرتا تھا جو دم اپنی خودی کا — دریا ہوا جب ڈوب گیا بحر فنا میں

قطرہ کی یہ خوبی ہے کہ خود بڑھکے ہو دریا — وہ بات فنا میں ہے کہاں جو ہے بقا میں

تقدیر الٰہی کے مطابق ہے یہ تدبیر — تفصیل قدر میں ہے تو اجمال قضا میں

آنکھیں جو کھلیں دل کی نظر آئیں عوالم — ان آنکھوں سے کیڑ دل کو بھی دیکھا نہ ہوا میں

تدبیر کو ہم چھوڑ کے بیٹھے ہیں خدا پر — سمجھے ہیں اثر ہے نہ دعا میں نہ دوا میں

زاہد کبھی اللہ محیط ہے یہ بھی کر غور — اللہ جو ہم میں ہے تو ہم بھی ہیں خدا میں

نافہم سمجھتے نہیں کچھ میری حقیقت — خود درد ہوں درماں ہوں مسیحا ہوں دوا میں

سب ظلم و ستم بھول گیا چرخ ستمگر — دیکھے نئے انداز جو اس جور و جفا میں

ہر گام پہ اٹھتے ہیں تہ خاک سے مردے — سو فتنۂ محشر ہیں تری ایک ادا میں

شیطاں سے بھی پاتے ہیں وہی راہ ہدایت — جو دیکھتے رہتے ہیں تجھے راہنما میں

چکر سے وہی موت کے اور زیست کے چھوٹے — رکھتے ہیں نظر حق پہ جو اس دار فنا میں

وحدت میں تو اچھا ہوں مراتب میں ہوں کچھ اور — باہم کے تقابل سے بھلا میں ہوں برا میں

بتخانہ کو جا کعبہ کو جاتا ہے کدھر شیخ — پائیگا خدا کو تو ملا میں نہ خلا میں

بیرنگی و نیرنگی عالم پہ نظر کر — بے رنگ سے ہے لطف سواد دست حنا میں

ہر مذہب و ملت کا محب ہو تہ دل سے

کیا لطف ہے ہفتاد و دو ملت کی دنیا میں

کیا کہوں راز تم سے کیا ہوں میں — شکل انساں میں خود خدا ہوں میں
گاہ موسیٰ ہوا گہے عیسیٰ — ہر زمانہ کا رہنما ہوں میں
میرے ہی حال ہیں فنا و بقا — بحر ہستی کا آشنا ہوں میں
لامکاں تھا کبھی مکاں میرا — خود کے پانے کو آ گیا ہوں میں
میری ہی ہے جہاں میں جلوہ گری — گاہ پانی گہے ہوا ہوں میں
ایک حالت میں میں نہیں رہتا — گاہ راضی کبھی خفا ہوں میں
دم میں جاتا ہوں تا بہ عرش بریں — خاک پر گرچہ نقش پا ہوں میں
خلق قالب ہے اور میں ہوں جاں — ہر دو عالم کا مدعا ہوں میں
دل کے کونہ میں دونوں عالم ہیں — گرچہ ظاہر میں بینوا ہوں میں
مجھ سے آباد کعبۂ دل ہے — خانماں سوز ماسوا ہوں میں
دیر میں بت ہوں کعبہ میں اسود — ہر جگہہ ایک خود نما ہوں میں
خاکساری سے ہے عروج مجھے — رہ الفت میں نقش پا ہوں میں
میری مکاریاں ہیں مکر اللہ — حیلہ جو اور پُر دغا ہوں میں
زاہدا پوچ جا کے کعبہ کو — تو نہ سمجھے گا کچھ کہ کیا ہوں میں

ق

مجھ میں بھی ہیں خدا کے اوصاف — کیجئے کیا شکستہ پا ہوں میں
اڑ کے جاتا ہیں عرش کے بھی پرے — حرص دنیا میں پڑ گیا ہوں میں

کیا عجب شاعری سے فخر مجھے
بلبل باغ کبریا ہوں میں

چاہ دنیا سے نکلنا کوئی امکاں میں نہیں — ہاں مگر جاننے والے تری زندان میں

جلد ملجائے جو معشوق تو ہوتی نہیں قدر | قدر و قیمت ہے جو مشکل میں وہ آساں میں نہیں
کام آتی نہیں کچھ سنگ دلوں کی الفت | جز خس و خار کچھ کوہ کے داماں میں نہیں
دیکھ قرآں میں کہ اللہ کے اوصاف میں کیا | کہ نہ ہو وصف خدا میں ہے جو انساں میں نہیں
یا دہی راحت دل عاجزی و ہمدردی | بینوائی میں ہی لیکن سر و ساماں میں نہیں
خار و خاشاک سے بدتر ہے وہ جنت زاہد | عاشقی گل و بلبل جو گلستاں میں نہیں
وصل معشوق پہ مرتے ہیں ہزاروں عاشق | لطف کیا اس سے سوا حسرت و ارماں میں نہیں
بار خلقت پہ ہیں بیکس کے جنازوں کی طرح | خدمت خلق جو نواب میرا و رخاں میں نہیں
دل جو خوش ہو تو ہر ایک جا ہے سرور و نشاط | کون کہتا ہے گلستاں میں ہے ویراں میں نہیں
خوان نعمت ہے بچھا تیرا جہاں میں ہر جا | فکر روزی و تردد ترے مہماں میں نہیں
عشق میں ڈوبکے گرداب بلا سے نکلا۔ | کشتی عمر تو اب جہل کے طوفاں میں نہیں
سات پردوں سے جھلک نور کی کچھ آتی ہے | وہ ترے رخ کی تجلی مہ تاباں میں نہیں
ہے خوشی دل میں تو ہر چیز میں ہے لطف و سرور | دلمیں گر غم ہے تو پھر لطف گلستاں میں نہیں
خود پریشانی دنیا کا وہ ہوتا ہے شکار | دل ناداں جو ترے گیسوے پیچاں میں نہیں
دلکو کر جمع کہ جمعیت خاطر ہو نصیب | زندگانی کا مزا قلب پریشاں میں نہیں

زیست بے عشق کے ہوتی ہے حجب خود جنجال
جانور سے بھی ہے کم عشق جو انساں میں نہیں

نہیں جز ذات حق دونوں جہاں میں | وہی موجود ہے کون و مکاں میں
تجھی کو دیکھتے ہیں ہم جہاں میں | جہاں میں ہیں کہیں باغ جناں میں
نہ غائب ہوگا مہر رخ نظر سے | عیاں میں ہر وہی جو ہی نہاں میں
دوئی کا کوہ سد راہ ٹوٹا | دگر نہ وہ کہاں تھا او رجہاں میں
فدا کس کس پہ ہو سو جان سے بلبل | ہزاروں گل ہیں رنگیں گلستاں میں

بہت کرتے ہیں دعویٰ عاشقی کا — ٹھہرتے ہیں مگر کم امتحاں میں
حقیقت میں تو کل انساں ہیں واحد — مگر پھر فرق ہے ہر جسم و جاں میں
مراتب ہیں فقط یہ گفتگو ہے — حقیقت کچھ نہیں آتی بیاں میں
خدا کو کر نہ کعبہ میں مقید — وہ ہر جا ہے زمین و آسماں میں
وہی تن ہے وہی دل ہے وہی جاں — سمجھ ہے یہی راز نہاں میں
مسخر دل ہوئے ہیں راستی سے — عجب جادو ہے قلب راستاں میں
شرافت آدمی کی معرفت ہے — وگرنہ اور کیا ہے انس و جاں میں
تری الفت کی دل میں ہے جو دولت — نہ وہ دریا کی تہ میں ہے نہ کاں میں
کمال معرفت حاصل نہیں ہے — مہ و خورشید میں اس خاکداں میں
نہیں ہوتی ہے کچھ گرمیٔ بازار — نہ ہو جبتک کوئی یوسف دکاں میں

خوشامد بھی عجب ہے کار شیطاں
ملا ہرگز نہ ہاں لوگوں کی ہاں میں

جلوے اپنے انھیں دکھانے ہیں — حشر اور نشر سب بہانے ہیں
شکم مادر و مکان لحد — یہی انساں کے تین خانے ہیں
فکر روزی میں کیا تردد ہے — تیری قسمت میں کچھ تو دانے ہیں
مرگ راحت ہے زندگی محنت — بھید یہ مر کے ہم نے جانے ہیں
حشر ہوگا کہاں لحد ہے یہاں — پھل عمل کے یہیں تو پانے ہیں
راز ہستی کو جو سمجھتے ہیں — ان دوانوں میں وہ سیانے ہیں
بیٹھ خلوت میں چھوڑ کر دنیا — کام اپنے اگر بنانے ہیں
کارگاہ جہاں میں کیا ہے دھرا — جھوٹ کے سب یہ تانے بانے ہیں
ہم یہاں سے کہیں نہیں ٹلتے — آتے جاتے یونہی زمانے ہیں

ختم ہوگی نہ اُن کی جلوہ گری　　رنگ بے انتہا جمانے ہیں
گر حقیقت پہ ہے نظر تو ہیں سچ　　واقعے ورنہ سب فسانے ہیں
حج کعبہ زکوٰۃ وصوم وصلوٰۃ　　تیرے ملنے کے یہ بہانے ہیں
گوش شنوا کہاں سے ہم پائیں　　قصۂ درد کچھ سنانے ہیں
غیر کی دیکھتے نہیں صورت　　تیری صورت کے ہم دوانے ہیں
پردۂ شب گرا دیا اس نے　　صبح کچھ اور رنگ لانے ہیں
شاعری ختم ہے گل و مل پر　　ذوق ہو تو ہزار کھانے ہیں

کیا محبت ہو کلام نو کی قدر
بزم میں سامعین پرانے ہیں

عکس اپنا جہاں میں پاتے ہیں　　صورتوں سے فریب کھاتے ہیں
پہنکر جامہ ہائے لبس جدید　　رنگ سو رنگ کے دکھاتے ہیں
باغ عالم میں چہرۂ گل پر　　دم میں سو رنگ آتے جاتے ہیں
دیر کو جائیں یا کہ کعبہ کو　　دل میں جو ہے اسی کو پاتے ہیں
نفع و نقصاں ہمارے وہمی ہیں　　نہ کماتے نہ کچھ گنواتے ہیں
غیریت اٹھ گئی عمل نہ رہے　　واعظ ہمکو عبث ڈراتے ہیں
رام وہ ہیں کہ نفس کی لنکا　　آتش عشق سے جلاتے ہیں
کام تدبیر سے نہیں بنتے　　خود بگڑتے ہیں گر بناتے ہیں
تو کیے جا جہان میں نیکی　　عمل خیر پھل ہی لاتے ہیں
پہلے وسواس تو دلوں سے مٹیں　　نقش پر نقش کیا جماتے ہیں
کیا مکافات دھر سے چھوٹیں　　جو کیا تھا وہی تو پاتے ہیں
اپنی بیتی تو کچھ کہیں واعظ　　داستانیں کسے سناتے ہیں

چھیڑ کر ذکر عشق لیلیٰ و قیس | آگ دل میں مرے لگاتے ہیں
آخر کار عشق ہے برعکس | ہم جو روٹھیں تو وہ مناتے ہیں
غیر کے وہم سے بھی نفرت ہے | سب سے خلوت ہو تب وہ آتے ہیں
عمل خیر ہیں لحد میں رفیق | اونچے گنبد نہیں بچاتے ہیں

وسعت قلب کچھ عجب ہے محبؔ
دونوں عالم یہاں سماتے ہیں

دونوں عالم کی جسم و جاں ہوں میں | ظاہر و باطن جہاں ہوں میں
میری ہستی سے ہے بنا یہ جہاں | میں مکیں اور خود مکاں ہوں میں
نور ارض و سما ہے میری شان | مہ و خورشید و آسماں ہوں میں
میں نہیں تو ہیں قالب بیجاں | دونوں عالم کی ایک جاں ہوں میں
کیا زباں سے کہوں حقیقت حال | آپ ہی اپنا خود بیاں ہوں میں
ماہ ہوں مہر ہوں فلک ہوں ملک | عرش و کرسی و لامکاں ہوں میں
میں لگاتا ہوں کاٹتا ہوں شجر | باغ کن اور باغباں ہوں میں
گاہ میں ہوں نسیم گہہ صرصر | گہ بہار اور گہ خزاں ہوں میں
قلب ہوں روح و نفس امارہ | وہم ہوں شک ہوں اور گماں ہوں میں
ہوں عدالت میں عادل اور وکیل | رہزن و دزد پاسباں ہوں میں
چار عنصر ہوں اور سات فلک | خاک باد آب اور دخاں ہوں میں
میرے ہی ہیں خیال کے سب رنگ | آتش دوزخ و جناں ہوں میں
ڈھونڈتے ہیں مجھی کو سب ہر جا | جانتا کون ہے کہاں ہوں میں
میں ہی عاشق ہوں اور میں ہی معشوق | آہ و نالہ ہوں اور فغاں ہوں میں
گاہ جکڑا ہے بند بند مرا | گاہ آزاد بے عناں ہوں میں

گاہ کثرت میں ہے ظہور مرا — گاہ زیر عدم نہاں ہوں میں

کیا حجاب راز عشق میں کھولوں

آپ اپنے سے بدگماں ہوں میں

میں لذت وصال پہ پوشیدہ ہوں — زال جہاں کی دید سے میں رو کشیدہ ہوں

میری ہی رنگ و بو ہے جدھر دیکھتا ہوں میں — میں کالبد میں باغ جہاں کے دمیدہ ہوں

رہتا ہے وہ خیال میں میرے جو رات دن — دنیا کی کشمکش میں بھی میں آرمیدہ ہوں

شہوت سے غضب سے ہی انسانیت بھی مسخ — میموں ہوں خصلتوں میں اگر دم بریدہ ہوں

میری نظر سے دیکھتا ہے رب دو جہاں — ارض و سما کی چشم کا میں نور دیدہ ہوں

بند خودی جو ٹوٹا تو سب بند کھل گئے — صد شکر بندشوں سے جہاں کی رہیدہ ہوں

بدبختیوں سے میری یہ عالم سیاہ ہے — گیسوئے حوریت کا میں رنگ پریدہ ہوں

بار گناہ سے نہیں اٹھنے کا سر مرا — پیر فلک کی طرح میں پشت خمیدہ ہوں

طفلی میں کچھ اٹھائے مجھے بےفکری کے لطف — نکلا جو اس مقام سے آفت رسیدہ ہوں

افسوس مجھکو چاک گریبانوں کا کیا — روز ازل سے عاشق دامن دریدہ ہوں

یوسف ہے غلام زلیخا کے فخر کیا — میں بھی کسی حسین جہاں کا خریدہ ہوں

افسوں کوئی چلیگا نہ بجز ذکر لا الہ — میں اژدہائے نفس لعیں کا گزیدہ ہوں

آہوئے دشت وحشت سر مجھکو نہ جانتا — میں سبزہ زار وحدت ہو کا چریدہ ہوں

بڑھ جاتا میں مجھ سے عالم ہستی میں کیا مجال — میدان ہو کی دوڑ کا اسپ دویدہ ہوں

ذرہ سے تا بہ مہر ہیں پروانہ مجھ پہ سب — میں شمع بزم ذات احد کا برگزیدہ ہوں

ہے جنت میری عرش و فلک سے بھی کچھ پرے — میں چاہ جسم و دام جہاں سے رہیدہ ہوں

آخر یہاں محبت میں تہ دام ہوگیا

تجرید دشت ہو کا میں آہو رمیدہ ہوں

ہو چھپا دل میں وہ حسیں نہ کہیں ۔ ڈھونڈھتا جا کے گنگا جمن نہ کہیں

زاہدو کیا فلک پہ ڈھونڈتے ہو ۔ ہوں زمیں پر خدا بسیں نہ کہیں

یار کا در ہے سجدہ گاہ ملک ۔ آسماں پر ہو یہ زمیں نہ کہیں

بے نشانی ہے عالم ہو میں ۔ نہ کہیں ہے مکاں مکیں نہ کہیں

اتنی رگڑی جبیں در مہ پر ۔ داغ ہو جائے یہ جبیں نہ کہیں

دین کا ہے وجود دنیا سے ۔ ہو نہ دنیا تو پھر ہو دیں نہ کہیں

وصل کا بھی سوال کر نہ کبھی ۔ کہ زباں سے کہے نہیں نہ کہیں

گھٹ گیا جسم گرچہ پیری میں ۔ خواہشیں نفس کی گھٹیں نہ کہیں

بردباری اسی کو کہتے ہیں ۔ کہ جبیں پر بھی آئے چیں نہ کہیں

سہل اصلاح قوم کو نہ سمجھ ۔ اٹھ کھڑے ہوں کچھ اہل کیں نہ کہیں

ہے مجازی کلانی و خوردی ۔ نہ کہیں ہے کہیں مہیں نہ کہیں

اپنی ہستی کو جب نہیں سمجھا ۔ ہو خدا بیں بھی عجز بیں نہ کہیں

کرۂ زمہریر نفس ہے سرد ۔ سرد ہو آہ آتشیں نہ کہیں

پھول نرگس کے قبر پر ہیں کھلے ۔ دفن ہو چشم سرمگیں نہ کہیں

ہے یہ دنیا فریب و مکر کا جال ۔ دیکھ ہو ہر قدم کمیں نہ کہیں

کوچۂ عشق میں یہ راز کھلا
ہے زمیں پر عجب کہیں نہ کہیں

کون ہے جس کو پیچ و تاب نہیں ۔ رند تیرے مگر خراب نہیں

تیری رحمت کا گر جواب نہیں ۔ میری عصیاں کا بھی حساب نہیں

تیرے رخ پر کوئی نقاب نہیں ۔ ابر بالائے آفتاب نہیں

ہستی حق کی سب یہ شکلیں ہیں ۔ آب باراں نہیں سحاب نہیں

آتشِ عشق سے جو دل نہ جلے — خام ہے پختہ وہ کباب نہیں
دونوں عالم کی سیر ہے دل میں — اس سے بڑھکر کوئی کتاب نہیں
ہے حقیقت کچھ اور ظاہر اور — کیا یہ ہستی تری سراب نہیں
ذات پر ہے صفات کا پردہ — خود بخود ہست خاک و آب نہیں
ہے جو اندر وہی تو باہر ہے — کیا ترے دل میں آفتاب نہیں
مست اپنی خودی میں ہے ہر شے — کیا یہ عالم خم شراب نہیں
شمس باطن کو دیکھ دل میں ذرا — مہر میں بھی وہ آب و تاب نہیں
ہے وہی حشر و نشر کی ساعت — اس کے چہرہ پہ جب نقاب نہیں
ذات دریا کے ہیں حجاب حباب — عین دریا ہے یہ حباب نہیں
وہم نے پردہ حق پہ ڈالا ہے — ورنہ اسکا کوئی حجاب نہیں
سامنے ہے اسی کا رخ دائم — یہ حقیقت ہے کوئی خواب نہیں
تیرے در کے گدا کا جو ہے وقار — شاہ میں بھی وہ رعب و داب نہیں

کر دیا عشق نے جوان محبؔ
کیا بڑھاپا میرا شباب نہیں

وہ سامنے جب آ گیا پھر وہم و ظن کہاں — اٹھی جو غیریت تو مجالِ سخن کہاں
رنگینیاں ہیں باغ جہاں کی وہ دلفریب — جنت میں زاہد دیکھی یہ رنگ چمن کہاں
نکلا نہ راہِ عشق میں مکاریوں سے کام — عشاق رو رہے یار کہاں راہزن کہاں
مہر سکوت لگ گئی کھلتے ہی راز عشق — اب کیا کہیں کہ گوش کہاں اور دہن کہاں
طے کر رہے ہیں عالم ہستی کی منزلیں — کیا جانیے سفر ہے کدھر اور وطن کہاں
آہوئے دشت ہو نظر آتے ہیں چار سو — صحرا کہاں عرب کا خطا و ختن کہاں
جبتک تھی عقل جمع کو کرتی تھی افتراق — وحدت میں جب پہنچ گئے پھر مرد و زن کہاں

تعلیم وہ ہے جس سے کہ حیوانیت ہو کم — تہذیب خور و نوش ہے خلق حسن کہاں
آساں ہے یہ کہ جبہ و دستار پہن لیں — شیخوں میں عاشقوں کا وہ دیوانہ پن کہاں
دنیا ہی میں ہیں دونوں جہاں کی ترقیاں — مرنے کے بعد روح ہے لیکن بدن کہاں
مرنے کے بعد بھی ہو دنیا سے کچھ لگاؤ — تیرے شہید ناز کو گور و کفن کہاں
لاتے ہیں سر پہ یہ عمل زشت سے بلا — چھوڑیں جو نفس بد کو تو رنج و محن کہاں
عریاں تنی کا اپنی عبث مجھ کو رنج ہے — آیا تھا جب عدم سے تو تھا پیرہن کہاں
عشاق راز عشق کو کہتے ہیں صاف صاف — سمجھے نہ کوئی اس کو تو سر و علن کہاں
کیجئے شکار عالم دنیا ہے صید گاہ — میدان دشت ہو میں بتاؤ ہرن کہاں
دنیا میں بے شمار سخن گو تو ہیں مگر — قحط سخن شناس ہے قحط سخن کہاں

دیکھے اساتذہ کے بھی ہمنے سخن عجب
یہ فلسفہ کہاں ہے یہ طرز سخن کہاں

لوگ اللہ کو اور بت کو جدا کہتے ہیں — ہم تو ان دونوں کو اک ذات خدا کہتے ہیں
رخ ہی جس شخص کا اس غارت ایماں کی طرف — ہم اسے شیخ اسے قبلہ نما کہتے ہیں
جو نہ ادراک کسی حس سے ہو وہ تو ہی خدا — اور جو محسوس ہو پھر اسکو یہ کیا کہتے ہیں
صورت اپنی ہی نظر آتی ہے آئینہ میں — جو برے ہیں وہی اوروں کو برا کہتے ہیں
خلق کے جور و جفا کو بھی سمجھتے ہیں جو حق — ہم اسی فہم کو تسلیم و رضا کہتے ہیں
بحث لفظی میں گرفتار ہیں ملا و طبیب — امر حق کو وہ دعا اور یہ دوا کہتے ہیں
قتل و خون جور و جفا شان ہے معشوقوں کی — خون عشاق کو وہ رنگ حنا کہتے ہیں
ہے وہی مرگ خوشی اور غمی کا باعث — مردہ شو اسکو کرم دوست جفا کہتے ہیں
ایک پتلی ہے ترے ہاتھ میں یہ عالم خلق — تیرے ہر فعل ارادی کو قضا کہتے ہیں
عشق میں جاہل و عارف کے ہے فرق ادراک — اسکو عرفان اسے حرص و ہوا کہتے ہیں

کفر و اسلام جو دونوں کو اٹھائے لیے — ایسے زندیق کو ہم راہ نما کہتے ہیں

ہو قیامت وہیں برپا جو اٹھے رخ سے نقاب — ہم اسی روز کو تو روز جزا کہتے ہیں

بے گدائی کے تو شاہی کا نہیں کوئی وجود — شاہ کہتے ہیں کسے کسکو گدا کہتے ہیں

بعد محنت کے جو ملتا ہے وہ مزدوری ہے — بے مشقت جو ملے اسکو عطا کہتے ہیں

یہ بھی سن رکھ کہ بھلوں کو نہیں کہتے اچھا — وہی اچھا ہے جسے لوگ برا کہتے ہیں

مست تیرے کبھی کہتے ہیں پتے کی باتیں — جو سمجھتے ہی نہیں بے سروپا کہتے ہیں

عشق میں فرق مراتب کا نہیں کام حبیب
بت بھی کہتے ہیں اسے جسکو خدا کہتے ہیں

اپنی فکروں سے چھوٹ جاتے ہیں — غم کسی کا جو کوئی کھاتے ہیں

بزم میں آتے وہ شرماتے ہیں — دل میں خود آپ چلے آتے ہیں

دیکھتے ہیں جدھر اٹھا کے نظر — تیرا چہرہ ادھر وہ پاتے ہیں

آخر عشق عکس اول ہے — ہم جو روٹھیں تو وہ مناتے ہیں

تہمت عشق رکھ کے عاشق پر — خون عشاق وہ بہاتے ہیں

چھپکے پردے میں عاشقوں کو کبھی — آتش ہجر میں جلاتے ہیں

ہو نہ دل میں کبھی خیال بدی — خار کے بیج خار لاتے ہیں

مٹ دیتے ہیں عالم وہمی — نقش ہو دل پہ جب جماتے ہیں

کشش دل ہو دونوں جانب سے — ہم نہ جائیں تو وہ بلاتے ہیں

نشگاہ ہیں تخم گر شر گر نخل — گل وہی روز آتے جاتے ہیں

دل کی وسعت کی کیا خبر تجھ کو — ساتوں عالم یہیں سماتے ہیں

گرنہ پہلے کی طرح سے ہر دم — ہم لحد اپنی خود بناتے ہیں

ذکر یہ بھی اسی کا ہے زاہد — ڈھول پر ہم جو گیت گاتے ہیں

قطعہ

سن ذرا غور سے دل کی صدا — نعرے اللہ ہو کے آتے ہیں
ہے وہی ہو کی اک صدا سب میں — لاکھ باجے اگر بجاتے ہیں
دیکھتے ہیں اسی کا حسن و جمال — ہم نظر کو جدھر پھراتے ہیں

عرش اعظم سے تا بہ قلب عجیب
تار ہر آن آتے جاتے ہیں

نہیں ذکر جاناں چھپانے کی باتیں — یہی بزم میں ہیں سنانے کی باتیں
انا اللہ کہہ بزم میں آ کے واعظ — یہی تو ہیں مردے جلانے کی باتیں
میں مطلق سے کیونکر مقید ہوا ہوں — ذرا تو سمجھ کچھ ٹھکانے کی باتیں

قطعہ

بہت کیمیا کے لئے خاک چھانی — سن اب ہم سے سونا بنانے کی باتیں
اگر چاہتا ہے کہ ہو جاؤں کندن — تو سیکھ آپ کو آزمانے کی باتیں
یہ عرس اور نیازیں یہ ہو حق کے جلسے — فقط ہیں یہ کھانے کمانے کی باتیں
جو حق کی کہیں تو یہ کہتی ہے دنیا — کہ یہ تو ہیں فتنے اٹھانے کی باتیں
کہیں جھوٹ گر ہم تو کہتا یہ حق ہے — یہی تو ہیں دوزخ میں جانے کی باتیں
نجات اس زمانے میں بس ہے خموشی — کہ دنیا دیں ہیں دیوانے کی باتیں
عدم سے جو آئے ہیں ہم اس جہاں میں — کریں کیوں نہ ہم آب و دانے کی باتیں
بظاہر تو عالم ہیں اندر جہالت — نرالی ہیں کچھ اس زمانے کی باتیں
انا الحق تو کہتے نہیں ہم زباں سے — کہ ہو حق ہیں سب یہ دکھانے کی باتیں
یہ کیا آنا جانا ہے ہر دم جہاں میں — سمجھ کچھ تو یہ آنے جانے کی باتیں
یہ ممبر پہ بکواس واعظ کی کب تک — کرے کچھ تو گانے بجانے کی باتیں

سنو کان دھر کر کہ کہتے ہیں کچھ ہم — یقینی دلوں میں سمانے کی باتیں

قطعہ

یہ تسبیح و سجادہ و دلق و خرقہ — مشایخ کی ہیں زر کمانے کی باتیں
اگر ہے محب حق کے ملنے کی خواہش — تو کر نفس کے آزمانے کی باتیں

ٹوٹی جو خودی ہو گیا بندہ سے خدا میں — اللہ رے کیا شان مری واہ رے کیا میں
یہ کفر یہ اسلام ہے دونوں مری شانیں — ہیں دیر میں بت اور ہوں کعبہ میں خدا میں
مجھ ہی سے ہے قائم یہ ہدایت یہ ضلالت — گمراہ کبھی اور کبھی راہ نما میں
خود ناظر و منظور ہوں آئینہ میں اپنا — ہوں اپنا ہی خود عیب نما حسن نما میں
غیبت میں کروں کسکی کہ ہے میرے سوا کون — خود اپنا ہی کرتا ہوں حقیقت میں گلا میں
میں ہی ہوں پڑا خاک پہ اور بستر جم پر — دربار میں ہوں شاہ تو رستے میں گدا میں
کعبہ میں موذن ہوں تو بت خانے میں ناقوس — اکبر میں ہی اللہ ہوں دیتا ہوں صدا میں
ہے عہد شکن نام میرا اور وفادار — پورا نہیں کرتا کبھی کرتا ہوں وفا میں
مجھ سا نہیں دنیا میں کوئی اور دغا باز — دیتا ہوں کبھی دوست کو اپنے بھی دغا میں
تخریب بھی تعمیر بھی دونوں ہیں مرے کام — لیتا ہوں کبھی اور کبھی کرتا ہوں عطا میں
دو اسم ہیں میرے یہ بھلائی یہ برائی — پھر ایک ہوں دونوں سے بھلا ہوں نہ برا میں
...ں خیر کا مالک ہوں تو شر کا بھی ہوں وارث — محشر میں ہی فتنہ میں ہی آفت ہوں بلا میں
...ھتا ہوں میں تقدیر کو کرتا ہوں میں تدبیر — دونوں سے مبرا ہوں قدر بھی ہوں قضا میں
...م ہے مرے آباد ہے مجلس یہ عدالت — عادل بھی ہوں منصف بھی ہوں اور ظلم و جفا میں
...م ہوں کبھی اور کبھی بے جرم خطاوار — قاضی میں ہی مفتی میں ہی ہوں جرم و سزا میں
...نیستی ہستی مرے اوصاف ہیں دونوں — موجود عدم میں ہوں فنا میں ہوں بقا میں

اللہ کے اوصاف ہیں سب مجھ میں ودیعت
بندہ ہوں عجب کہنے کو لیکن ہوں جلالیں

نہ ہوں کار آمد نہ بیکار بیٹھ — خدا و خودی کا گرفتار میں
طلب گار صحت نہ ہوگا کوئی — بتا دوں جو لذت ہے آزار میں
نہ طے ہوگا صبر و رضا کا مقام — کہ منزل ہے دونوں کی ادبار میں
دعاؤں سے کیا خاک ہوگی نصیب — ترقی ہے جو دل کی ایثار میں
یہ مقصد ہے آرام پائے کوئی — بناتے ہیں گھر ہم جو اس دار میں
خدا کی طرف اگر میں رکھوں نظر — تو دم میں سمندر سے ہوں پار میں
مجھے اپنی آنکھوں پہ رکھتے ہیں سب — کسی پر جو ہوتا نہیں بار میں
جو گذری ہیں اقوام ان کی خبر — جو ڈھونڈی ملی کہنہ آثار میں
وہ دیواں حوالے ہو کر کرم کے — کہ مطلب نہ تھا جن کے اشعار میں
خبر میں بہت کم ہے پہلوئے صدق — کہ ثابت ہے تکذیب اخبار میں
ہوا ساری دنیا پہ وہ حکمراں — بڑھا جو خیالات و افکار میں
خدا سے تغافل کا ہے نام مرگ — مگر زیست ہے اس کے اذکار میں
خلافت کا خلعت اسی کو ملا — جو پہونچا کوئی تیرے دربار میں
اُسے دی حکومت اسے مال و زر — یہ ادنی عطیہ ہیں سرکار میں
حقیقت سے دنیا کی واقف ہیں جو — معتقد نہیں وہ نمودار میں
کسی کی نہ سن بات اعمال دیکھ — بڑا فرق ہے گفت و کردار میں

سخن کی تیری قدر کیا ہو عجب
نہیں جوہری کوئی بازار میں

آنکھوں سے دیکھ جلوۂ جاناں کہاں نہیں — کیا آفتاب روئے حقیقت عیاں نہیں

عالم وجود حضرت حق ہے سمجھ ذرا — غفلت میں کیا پڑا ہے یہ وہم و گماں نہیں
ہے عقل و علم و فہم کو ہر شے پہ برتری — انسان جانور پہ کہاں حکمراں نہیں
بے ذات حق صفات کا جلوہ محال ہے — ہرگز بغیر آگ کے ظاہر دھواں نہیں
ہستی حق سے صورت عالم یہ ہست ہے — موجود حق ہے ظاہر و باطن جہاں نہیں
اللہ اور خلق کو کرتے ہو کیا جدا — ممکن نہیں جہاں ہے خدائی جہاں نہیں
ڈالے نظر نہ حور پہ بھی مست شوق دید — سگ کو تری گلی کے بھی شوق جناں نہیں
قلب سلیم حضرت موسیٰؑ کا تھا مقام — کیا طور قلب عشق کا آتش فشاں نہیں
والشمس اور والقمر کی ہے تفسیر روح و قلب — قرآں میں دیکھ ذکر دل و جاں کہاں نہیں
گنبد لحد پہ اہل تجرد کے کیا ضرور — ہم ہیں وہاں جہاں کہ مکاں لامکاں نہیں
پختہ لحد سے اور مقید ہوئی ہے روح — آزاد وہ ہیں جن کی لحد کا نشاں نہیں
گم اس طرح ہو جیسے کہ تن میں نہاں ہے روح — حاکم ہے جسم و نفس پہ لیکن عیاں نہیں
ہے فرق یہ جوانی و پیری میں سن ذرا — پیری وہی ہے جس میں کہ ہمت جواں نہیں
قرآں میں صاف جنۃ والناس ہے لکھا — خناس کیا تجھی میں ترے نفس و جاں نہیں
جنات وہ قوی ہیں جو ہیں چشم سے نہاں — کیا چشم سے نہاں ترے وہم و گماں نہیں
میں چاہتا ہوں راز حقیقت کو کھول دوں — لیکن زباں ہے منہ میں مجال زباں نہیں

بکنے سے فائدہ نہیں الفت میں کچھ محب
چپ بیٹھ اس طرح سے کہ گویا زباں نہیں

عمر گذری خیال باطل میں — اس کو پایا تو اپنے ہی دل میں
ایک نقطہ ہے وحدت ہستی — ساتوں عالم سما گئے تل میں
تو نہ سمجھیگا وسے جو دیکھا ہو — کون ہے اس لباس سائل میں
چھانتا کیوں ہے خاک دشت جنوں — ڈھونڈ لیلیٰ کو دل کی محمل میں

آہوئے دشت ہو بنے کیونکر — قید ہیں نفس کے سلاسل ہیں
جسکو کہتے ہیں لوگ آب حیات — وہ ہے تیری زبان میں دل ہیں
کچھ نہ سمجھے حقیقت آدم — بھٹے ملائک بھی زعم باطل ہیں
دفن ہے کون خستہ سینہ فگار — کہ ہیں سوراخ قبر کی سل میں
دم میں آتی ہے غیب سے امداد — نام لیتے ہی اس کا مشکل ہیں
جسکو سمجھے ہیں لوگ دیوانے — مسند آرا ہیں تیری محفل ہیں
جو تیرے نفس میں ہلاکت ہے — وہ نہیں مار میں ہلاہل ہیں
باغ عالم میں کھلتے ہی گل کے — عشق پیدا ہوا عنادل ہیں
ہے سبب یار کے خفا کا یہی — غیر کوئی نہیں مقابل ہیں
اہل دنیا کو کیا خبر دیں کی — ہے جو ہے کا جہان سب ل ہیں
کیا ترقی ہوا اس کو روحانی — آب ہیں جو پڑا ہے اور گل میں
کام نکلیں عمل ورآمد سے — بن کے قانون رہگئے بل میں
دید میں جو مزہ ہے آٹھ پہر — وہ کہاں فرض میں نوافل میں

صاف کہتے ہیں منہہ میں جو آیا
کچھ چھپاتے نہیں ہم سب ملیں

غیر حق سے یہاں کلام نہیں — بات ہے خاص کوئی عام نہیں
تیرے کعبہ میں کیا دھرا ہے شیخ — مے و معشوق اور جام نہیں
مئے ہو ساقی ہو اور خلوت ہو — پھر تو دنیا و دیں سے کام نہیں
لی مع اللہ ایک وقت میں ہے — حالت رقص کچھ مدام نہیں
ایک وحدت کے اعتبار ہیں سب — کچھ الگ جزو و کل و عام نہیں
پھنس کے زلفوں میں یہ بلا سے چھٹا — کیا مبارک یہ دل کا دام نہیں

سب کو زلفوں کا تیرے سودا ہے — کون ہے وہ جو زیرِ دام نہیں
جان سب حق ہیں مذہب ملت — کیا خدا ہے وہ اور رام نہیں
جا کے مسجد میں کیا نماز پڑھیں — بت کو سجدہ نہیں سلام نہیں
سب یہ بیکاریاں ہیں دنیا کی — نہ ملے جس سے حق وہ کام نہیں
بے خیال اس کے ہے ظہور حرام — یاد ساقی میں مے حرام نہیں
تیری جانب جو دل نہیں مائل — اسکو ہر حال میں قیام نہیں
اپنی ہستی کا ایک چکر ہے — منزلیں ہیں کہیں مقام نہیں
دل سے تا احدیت لگا ہے تار — ہر دم آتا ہے کیا پیام نہیں
دل کی حالت زباں سے کہتا ہوں — میری شمشیر میں نیام نہیں
شیشۂ دل میں تیرے ای زاہد — وہ مئے عشق لالہ فام نہیں

جب وہی ہے کلیم اور مسیح
کیا عجب اس کا یہ کلام نہیں

بتوں میں دیر کعبہ میں خدا ہیں — وہی معشوق ہے پھر ہر ادا میں
نہ جبتک سوزِ غم سے دل میں ہو درد — اثر آئے کہاں سے پھر دعا میں
تیری تدبیر ہی ہے عین تقدیر — مفصل ہے عیاں مجمل قضا میں
محرک روح ہے عالم کے اندر — کہ خود طاقت نہیں کچھ دست و پا میں
خس و خاشاک ہے ہستی یہ تیری — کہ ملتے وہ نہیں از خود ہوا میں
اوسی کے ہاتھ میں عالم کی ہے باگ — بندھا ہے رشتے میں سارے دست و پا میں
جو باطن ہے تیرا ظاہر پہ حاکم — تو کیا چون و چرا حکم قضا میں
کھلے ہیں جن پہ اسرار حقیقت — مزا پاتے ہیں وہ صبر و رضا میں
جنھیں کچھ ذوق عشق و عاشقی ہے — انہیں ہے لطف کی لذت جفا میں

ظہور عالم امکاں نہ ہوتا — نہ ہوتا وہ جو ظاہر اور خفا ہیں
حقیقت دو نوں عالم کی جو میں ہوں — تو ہوں کون و مکاں کا مدعا میں
مری ہستی سے ہے عالم کی ہستی — نہیں مجھ سا کوئی ارض و سما میں
نہ ہوتا میں نہ ہوتا کُل عالم — کہ ہوں مقصود ایجاد خدا میں
میں ہی فرعون تھا موسیٰ تھا ہارونؑ — چھپا تھا میں ید بیضا عصا میں
نہ دیکھینگے کبھی مطلق خدا کو — مجھے دیکھیں کہ ہوں ظاہر خدا میں
مری اس کور چشمی کو تو دیکھو — کہ اپنی ہی نظر سے ہوں خفا میں

مجذوب کہتا ہوں کہنے سے اسی کے
وہ نائی ہے تو ہوں نے کی صدا میں

انہیں کو دل میں ہم پالے ہوئے ہیں — کہ جن پر زہر سب کھائے ہوئے ہیں
بڑھیں یہ وحشتیں اہل جہاں کی — کہ خود اپنے سے گھبرائے ہوئے ہیں
مقام توبہ میں پہونچے وہی ہیں — گناہوں سے جو شرمائے ہوئے ہیں
کھلے ہے باغ ہستی میں جو غنچے — وہ دم کے دم میں مرجھائے ہوئے ہیں
گئے تھے اس جہاں سے کر کے اعمال — بھگتنے کو انہیں لائے ہوئے ہیں
درختوں کی کشش کے منتظر ہیں — جو بادل باغ پر چھائے ہوئے ہیں
تھپک کر کام لے ان قوتوں سے — یہ گھوڑے تیز گرمائے ہوئے ہیں
لکھیں کیا شعر میں آتی نہیں کچھ — جواہر سب یہ دکھلائے ہوئے ہیں
ہوئے مایوس جب اہل جہاں سے — دعا کو ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں
بلاؤں سے نہیں بچتا ہے کوئی — کہ سورج چاند گہنائے ہوئے ہیں
برس جا کچھ تو دم بھر ابر رحمت — کہ بادل باغ پر آئے ہوئے ہیں
یہ برقعوں میں نہیں مسلم خواتین — کفن مردوں کو پہنائے ہوئے ہیں

غضب سے مارتے ہیں لات سب کو — کبھی آدم تھے اب گائے ہوئے ہیں

جلے جاتے ہیں سوز عشق سے سب — یہ شعلے کس کے بھڑکائے ہوئے ہیں

مرید ناخلف گم کردہ راہ ہیں — یہ کس مرشد کے بھٹکائے ہوئے ہیں

یہاں بھی ہیں بشکل انس شیطاں — ہزاروں جنکے بہکائے ہوئے ہیں

محب عالم میں جنکو ڈھونڈتے تھے
وہ اپنے گھر میں خود آئے ہوئے ہیں

…ین میں رخ کی سمت تو دل زلف یار میں — محفوظ ہم ہیں گردش لیل و نہار میں

…ہ کار و بار خلق ہیں سب حیلۂ بشر — روزی تیری دھری نہیں کچھ روزگار میں

…ارف ہے وہ یہ جاہل مطلق خدا سمجھے ہے — یہ فرق عاشقوں میں ہے اور بادہ خوار میں

…حدت میں جب پہنچ گئے اضداد مٹ گئے — اب ہے سدا بہار خزاں و بہار میں

…حمت کی تیری حد نہیں غفار جب تو ہے — آئینگے کیا گناہ ہمارے شمار میں

…عدہ یہ حور عین کے نہ چھوڑینگے ماہ و مے — جو نفع نقد میں ہے کہاں وہ ادھار میں

…سلسلہ نفس کا پہنچتا ہے تا بہ ہو — سب تیلیاں بندھی ہیں اسی ایک تار میں

…تھے وہ بھی وقت حشر بہم ملکے اک وجود — ذرات منتشر جو ہیں گرد و غبار میں

…و بندشوں سے نفس کے چھوٹے نہیں یہاں — تا حشر وہ رہینگے بدن کے مزار میں

…لتے ہیں جسکو قوت برقی وہ عشق ہے — دل میں نہاں وہی ہے وہی ہے شرار میں

…ن تو بہت ہیں عاشق و معشوق فصل کے — گل لاکھ میں ہے ایک تو بلبل ہزار میں

…متک نہ خواہشات جہاں سے فرار ہو — آتا نہیں قرار دل بیقرار میں

…مرگ نشر اور ولادت سے حشر خیز — ہم اختیار میں ہیں کبھی اضطرار میں

…دم ہوا ہوں خود میں خدائی کو چھوڑ کر — جو لطف بندگی میں کہاں اقتدار میں

…ھتا ہوں سو بار جو طوفان میں نظر — ہوتا ہوں ایک دم میں سمندر سے پار میں

اپنی طلب میں آپ میں گم ہو کے رہ گیا ہوں اب دیار میں نہ مقید مزار میں
تم اور وہ وصال کا وعدہ محب عجب
اچھا ہوا جو عمر کٹی انتظار میں

چہرۂ یار پہ نقاب کہاں کور کہتا ہے آفتاب کہاں
دیکھتے ہیں اوسی کی سب صورت پوچھتے پھر رہیں وہ جناب کہاں
دونوں عالم کی سیر جس میں ہے جز دل صاف وہ کتاب کہاں
جس کو پیتے ہی آپ کو بھولوں ہے وہ ساقی کہاں شراب کہاں
خود فراموش مست ہیں تیرے رنج دنیا و پیچ و تاب کہاں
پی جہاں تک ملے مئے الفت حشر میں رند سے حساب کہاں
غفلت آئی ادہر ادہر چوکنے ایک لحظہ بھی دل کو خواب کہاں
وہم کرتا ہے موج ویم کو جدا عین دریا ہے یہ حباب کہاں
جو مئے عشق سے ہوا مدہوش دونوں عالم میں وہ خراب کہاں
خاکساری سے عرش پر پہونچا زیر افلاک بوتراب کہاں
ہے بگھے بحر گرد خاں گھے ابر اڑ کے پہنچا زمیں سے آب کہاں
کیا مقید نہیں وہی مطلق ان سوالوں کا ہے جواب کہاں
جز گداؤں کے قیصر و کسریٰ اس کی محفل میں باریاب کہاں
فلسفی عالم وجود ہے حق فی الحقیقت ہے یہ سراب کہاں
لاکھ جلوے دکھائیں شمس و قمر وہ ترے رخ کی آب و تاب کہاں
ساقیا دے بھی دے مئے گلفام پھر یہ باراں کہاں سحاب کہاں
ہو محب تیرا اینت ناممکن
یہ حقیقت کا انقلاب کہاں

عالم سیہ ہو مردم چشم سیاہ میں — تیرے سوا جو ہو کوئی میری نگاہ میں
من شر ما خلق کے ضرر سے وہی بچا — جو آگیا ہے رب فلق کی پناہ میں
پاتے کبھی نہ عالم دنیا کی لذتیں — پڑتے اگر نہ آدم و حوا گناہ میں
معراج عاشقوں کی نہیں ایک طرز پر — یونس کی حوت میں ہو یوسف کی چاہ میں
بے عشق ہے محال الی اللہ کا سفر — شیطان جن و انس کے ہیں غول راہ میں
شہرت سے اور مدح سرائی سے ہو نفور — کچھ زہر سے اثر نہیں کم واہ واہ میں
نکلے جو ماں کے پیٹ سے محشر میں آ گئے — ہم سو رہے تھے چین سے آرام گاہ میں
جب سوز دل تھا قلب میں ہوتا تھا کچھ اثر — اب کیا دھرا ہے نالہ و فریاد و آہ میں
مقبول بارگاہ صمد ہوں نہ کیوں غریب — جو عجز ہے گدا میں کہاں ہے وہ شاہ میں
جبتک کہ لوث جاہ سے سینہ نہ صاف ہو — ہوتی نہیں کسی کی پہنچ بارگاہ میں
کبر و غرور سے جو چھٹے ملگئی نجات — ماروت کی طرح نہیں لٹکے ہیں چاہ میں
غیض و غضب سے بھاگ محبت شعار کر — ہے راحت و سرور دل خیرخواہ میں
شیطان کے لشکر کا نہیں ہمکو کوئی خوف — رحم و کرم اگر ہو ہماری سپاہ میں
توبہ کہاں کا حشر کہاں کے یہ عدل و داد — قاتل ہے اپنے ہونگا بھلا داد خواہ میں
دنیا میں کوئی عشق سے بڑھکر نہیں ہے زور — کھنچتا ہے کوہ خود وہ کشش ہے گیاہ میں
آساں ہے، دو دلوں میں ہم دوئی مگر — جو کچھ کلام ہے وہ فقط ہے نباہ میں

معراج روح جسم میں کیونکر نہو عجب
یونس ہیں بطن حوت میں یوسف ہیں چاہ میں

یار سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ — رخ جہاں سے پھرائے بیٹھے ہیں
وہ کھڑے ہوں تو حشر ہو برپا — لاکھ فتنے اٹھائے بیٹھے ہیں
وہ چھٹے کب ہم سے جو تصور یار — لوح دل پر جمائے بیٹھے ہیں

زال دنیا کی بیوفائی پر — سیکڑوں زہر کھا کے بیٹھے ہیں
بے ثباتی حالت دنیا — بار ہا آزما کے بیٹھے ہیں
کیوں نہوں شمع محفل عالم — اپنی ہستی جلا کے بیٹھے ہیں
واہ رے عقل و فہم اہل جہاں — ریت پر گھر بنا کے بیٹھے ہیں
شمع پر گر رہے ہیں پروانے — بزم میں وہ جو آ کے بیٹھے ہیں
تیری تصویر ہی کو سینے سے — ہجر میں ہم لگا کے بیٹھے ہیں
بزم میں کہہ نہ بات خلوت کی — دیکھ اپنے پرائے بیٹھے ہیں
مے کے خم کی طرح سے اے ساقی — میرے دل میں سمائے بیٹھے ہیں
بتکدہ کو مٹا کے کعبہ میں — شیخ مسجد بنا کے بیٹھے ہیں
اس کے کوچہ میں مثل نقش قدم — اب تو آسن جما کے بیٹھے ہیں
در پہ درباں سے پوچھتے ہیں کبھی — آج کیا رنگ لا کے بیٹھے ہیں
جس بضاعت کو لیکے آئے تھے — وہ بھی اب تو گنوا کے بیٹھے ہیں

ان بتوں سے لگا کے دل کو محب
رخ خدا سے پھرا کے بیٹھے ہیں

ادھر تو کثرت امواج کا حساب نہیں — ادھر کو قلزم وحدت میں قطرہ آب نہیں
یہی تو ہے رخ وحدت کی بے مثال دلیل — کہ دوسرا کوئی عالم میں آفتاب نہیں
مجال ہے کوئی دیکھے تو آفتاب جلال — جو آئینہ نہیں موجود اور آب نہیں
ورق جو روز تو ہے فصل ماہ باب ہما — یہ دہر کیا ترے اعمال کی کتاب نہیں
ہوئے ہیں نفس پرستی سے مضمحل اتنے — کہ ابتدائے جوانی میں بھی شباب نہیں
بڑھی جو تابش خورشید حشم خیرہ ہوئی — ظہور حسن کی کثرت ہے یہ نقاب نہیں
خیال خام ہے بے سوز عشق پختہ ہو — جلے نہ آتش سوزاں پہ وہ کباب نہیں

جو نفس پر اگر ہو جائے روح کا غلبہ — مزاج جسم میں پھر کوئی انقلاب نہیں
لحد سے آیا ہے اٹھکر براہ بطن یہاں — یہی ہے دار مکافات یوم خواب نہیں
چھٹے جو نفس سے وہ بات عقل کی سمجھے — جو اہل دل ہیں انکی طرف خطاب نہیں
وجود ہستی موج و حباب دریا ہے — حباب و موج میں پھر کیا خواص آب نہیں
اُسی کی ذات سے قائم ہیں سب صفات جہاں — نہیں وجود جو دریا کا پھر حباب نہیں
یہ اہل زہد نہ چھوٹے خرابیوں سے کبھی — مگر جو رند ہیں تیرے یہاں خراب نہیں
حیات و موت ہماری فقط اضافی ہے — وجود حضرت آدم تو نقش آب نہیں
وجود حق ہے یہ عالم نہیں ہے وہم و گماں — جو ہو رہا ہے حقیقت ہے کچھ سراب نہیں
محال یہ ہے کہ مٹ جائے عالم ہستی — صفات و ذات خدا میں تو انقلاب نہیں

نہیں جو مہر و کرم کی نگاہ تو نہ سہی
غضب تو یہ ہے عتب پر کوئی عتاب نہیں

میرے دل میں ہزار آنکھیں ہیں — تجھ سے ہر دم دو چار آنکھیں ہیں
ہے تو ہی تو سمیع اور بصیر — تیری کیا کردگار آنکھیں ہیں
تجھ کو ہر رنگ اور صورت میں — دیکھتی بار بار آنکھیں ہیں
کر دیا اک نظر میں مست مجھے — اس کی کیا پر خمار آنکھیں ہیں
نو بہ نو رنگ دیکھتی ہیں ہزار — دمبدم نو بہار آنکھیں ہیں
غیر کی بھی پڑے نہ اس پہ نظر — اپنی خود پردہ دار آنکھیں ہیں
حشر کے دن ہے وعدۂ دیدار — ہمہ تن انتظار آنکھیں ہیں
نرگس اس گل کو دیکھتی ہے کہاں — چشم ہیں کور خار آنکھیں ہیں
جب پڑے آنکھ غیر ہی پہ پڑے — یہ نظر کی مزار آنکھیں ہیں
جتنے موتی ہی کشت دل سرسبز — وہ مری اشکبار آنکھیں ہیں

ہے نظر ایک ذات حق کی طرح | مختلف بیشمار آنکھیں ہیں
کور چشمی سے ڈھونڈتے ہیں اسے | ہر طرف بیقرار آنکھیں ہیں
کور کو حسن کیا نظر آئے | باعث عشق یار آنکھیں ہیں
نیچی نظروں نے اور قتل کیا | حسن کی پردہ دار آنکھیں ہیں
ہے یہی روز حشر اے زاہد | دیکھتی حسن یار آنکھیں ہیں
وہ نظر آئیگا بصورت شمس | سر پہ روز شمار آنکھیں ہیں

دیکھتے ہی عجب ہوا بے خود
کس قیامت کی یار آنکھیں ہیں

خدا کو نہ دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں | یہ باطل کو حق کے سوا دیکھتے ہیں
خدا ہی کو مرد خدا دیکھتے ہیں | نہیں بت کو حق سے جدا دیکھتے ہیں
سمجھتے ہیں یہ بھی ہے شان جلالی | اگر ہم کسی سے جفا دیکھتے ہیں
تمنّو کو کیا دیکھ سکتا ہے کوئی | یہ زاہد ہمارے ہوا دیکھتے ہیں
بھلائی برائی ہیں دونوں اضافی | دوئی میں بھلا اور برا دیکھتے ہیں
نہیں اسکے چہرہ کو اور قد کو دیکھیں | قیامت میں کیا ساق پا دیکھتے ہیں
خدا یضحک ویستهزئ جانتے ہیں | بتوں کی جو طرز ادا دیکھتے ہیں
ید اللہ جب دست ہر بت یہاں ہے | تو دست خدا میں حنا دیکھتے ہیں
وصال حقیقی حق ہے انھیں کو | جو حق کو بنی اور بنا دیکھتے ہیں
سمجھتے نہیں رنگ و بو ہیں اسی کے | جو باغ جہاں کا سما دیکھتے ہیں
یہ تنزیہ و تشبیہ کس جا جدا ہیں | کہ دونوں ہم ایک جا دیکھتے ہیں
خدا ہی چلاتا ہے جب سیدھی رستے | تو کس کو مضل رہنما دیکھتے ہیں
جو سمجھے نہیں آپ کو اور خدا کو | وہی تو قدر اور قضا دیکھتے ہیں

جو قرآں میں یونو و مکرو کو دیکھا — تو حق سے وفا و دغا دیکھتے ہیں
انھیں کا مددگار ہے ذرّہ ذرّہ — تجھی کو جو مشکل کشا دیکھتے ہیں
انھیں کو کھلاتا ہے خود ہاتھ سے وہ — کہ جنکو بہ بے دست و پا دیکھتے ہیں
یہاں ذرّہ ذرّہ انا کہہ رہا ہے — ہر اک شے میں شان خدا دیکھتے ہیں
کھلیں جب سے آنکھیں تو دیکھا اسی کو
محبّ خلق کو ہم خدا دیکھتے ہیں

مقیّد ہوں کبھی آزاد ہوں میں — کبھی قمری کبھی شمشاد ہوں میں
ہوا آباد مجھ سے خانۂ عشق — میں نالہ ہوں کبھی فریاد ہوں میں
مذاہب میرے یہ سب راستے ہیں — بنائے ملّت ہفتاد ہوں میں
پری و دیو و جن سب ہیں مسخر — خلیفہ حق کا آدم زاد ہوں میں
کبھی ہے موم سے بھی دل میرا نرم — کبھی خود پنجۂ فولاد ہوں میں
یہ ظلم و عدل دو شانیں ہیں میری — جفا ہوں میں کبھی خود داد ہوں میں
کبھی ہے بیکسی میرا ہی شیوہ — غریبوں کی کبھی امداد ہوں میں
گہے فرہاد ہوں اور گاہ شیریں — گہے مانی گہے بہزاد ہوں میں
خلف اور ناخلف اسما ہیں میرے — سلف ہوں اور کبھی احفاد ہوں میں
کبھی مجرم کبھی مقتول بیکس — کبھی عادل کبھی جلّاد ہوں میں
کبھی مضطر کبھی صابر کبھی حلم — کبھی شاداں کبھی ناشاد ہوں میں
کبھی کل ہوں کبھی ہوں جزو ہر کل — موافق ہوں کبھی اضداد ہوں میں
کبھی ہوں نوع سافل جنس عالی — گہے فصل اور گہے افراد ہوں میں
مری ہستی سے ہے ہستی عالم — سما و ارض کی بنیاد ہوں میں
مرے دو نام ہیں شیطان و رحمان — ضلالت ہوں کبھی ارشاد ہوں میں

بظاہر گرچہ خاک و باد ہوں میں　　نہیں معلوم کچھ اپنی حقیقت
محبت سے محبت بندہ ہوا ہوں
حقیقت میں مگر آزاد ہوں میں

تیر مژگاں سے کچھ گریز نہیں　　آہوئے دشت ہو بھی تیز نہیں
ہو رہی ہے فلک سے بارش سنگ　　کون دل ہے جو ریز ریز نہیں
ایک محشر ہے عالم دنیا　　کیا قیامت کی رستخیز نہیں
شادیوں کا ہے زر پہ دار و مدار　　علم بھی ہو تو کیا جہیز نہیں
ایک مدت میں ہو سکی تعلیم　　کچھ یہ خطّہ تو علم خیز نہیں
صلح کل ہے مقام وحدت کا　　جنگ اس جا نہیں ستیز نہیں
اس کی زلفیں کھلیں نہیں شاید　　جو صبا آج عطر بیز نہیں
ہم بھی ہوتے مہذبوں میں شریک　　کیجئے کیا کہ گھر میں میز نہیں
مر کے آتے ہیں پھر بھی دنیا میں　　دام سے نفس کے گریز نہیں
جنگ دنیا سے بچ نہیں سکتا　　نفس بد سے اگر ستیز نہیں
یہ موذن کی ہے صدائے مہیب　　مست کا نعرۂ بریز نہیں
جا کے مسجد میں کیا کریں زاہد　　مئے نہیں نعرۂ بریز نہیں
ہے نماز اک نمونۂ محشر　　مسجدوں میں نشست و خیز نہیں
روکنے سے محب رکی نہ زباں
حکم حق سے کوئی گریز نہیں

اس شمع جہاں سوز کا پروانہ میں ہی ہوں　　خود آگ میں جل جائے وہ دیوانہ میں ہوں
مستی مئے عشق سے جو آپ کو بھولا　　بیداری عالم میں وہ مستانہ میں ہوں
افلاک و زمیں سے نہ اٹھا بار امانت　　خود سر پہ لیا عشق کو دیوانہ میں ہوں

ردش ہیں مری قلب کی حرکت سی جہاں ہے
عالم میں مے عشق کا پیمانہ میں ہی ہوں

ینا یہ مری عشق کی مستی سے ہے مسرور
عرفاں کی مئے ناب کا خمخانہ میں ہی ہوں

لبیں بھی نہیں جس کے بجز ہو کوئی ارماں
آبادی دنیا میں وہ ویرانہ میں ہی ہوں

پھرتے ہیں جسے ڈھونڈتے سب جن و ملک
عالم میں اسی یار کا کاشانہ میں ہی ہوں

س تخم سے اس عالم ہستی کا نمو ہے
اس کشت خرابات میں وہ دانہ میں ہی ہوں

ں وہ ہوں کہ معراج کی شب عرش پہ پہونچا
افلاک کا تاج سر شاہانہ میں ہی ہوں

سبر پہ میں ہی بیٹھ کے کرتا ہوں ہدایت
مستوں میں سر مجلس رندانہ میں ہی ہوں

پر حشر دھکے نہ چھوٹا جو کبھی دام بلا سے
زلف سر محبوب کا وہ شانہ میں ہی ہوں

قطعہ

ائش مری بت اور مرا نفس ہے بتگر
محمود سے ٹوٹا نہ وہ بتخانہ میں ہی ہوں

ب جن و ملک پاؤں پہ رکھتے ہیں مرے سر
وہ مشت غبار در جانانہ میں ہی ہوں

بے میرے توسط کے نہ پہونچا کوئی در تک
اس شوخ کا سر رشتۂ یارانہ میں ہی ہوں

امیری حقیقت کو ملک خاک سمجھتے
اس احدیت ذات کا دردانہ میں ہی ہوں

و دہ ہو کے خدا بندہ کا ناچیز بنا ہیں
ہشیار ہوں کہنے کو یہ دیوانہ میں ہی ہوں

دہو کے خدا آپ کو کہتا ہوں میں بندہ
اس راز حقیقت کا تو افسانہ میں ہی ہوں

فرمائش جاناں سے غزل میں نے لکھی ہے
الفت میں محب بندۂ جانانہ میں ہی ہوں

ردم ہے دل میں ذکر مرا انا الیہ راجعون
باقی رہا اب میں نہ تو انا الیہ راجعون

ے نقطہ وہ معنی ہے وہ کہتا ہی وہ سنتا ہے وہ
ہر جا اسی کی گفتگو انا الیہ راجعون

ہاں میں اسی کی فکر ہے لب پر اسی کا ذکر ہے
ہر جا اسی کی جستجو انا الیہ راجعون

ہر وہی باطن وہی آگے وہی پیچھے وہی
ہر جا وہی ہے دو بدو انا الیہ راجعون

ساقی کی مستانہ نظر پڑتے ہی دل جاتا رہا — کہنے لگے جام و سبو انا الیہ راج

ہو کر بخار اونچا اٹھا پھر ابر ہو کر وہ گرا — آیا پلٹ کر آب جو انا الیہ راج

تیرے شہید ناز سب خود پاک ہیں ہر لوث سے — بے گور بے غسل و وضو انا الیہ را

طوفان مایوسی میں جب چار دل طرف سے گھر گیا — دل نے کہا لا تقنطوا انا الیہ راج

باد بہاری و خزاں دیتی ہے ہر دم یہ خبر — ہر تخم ہے بعد از نمو انا الیہ راج

ہر دم گلوں سے ہے عیاں فصل بہاری خزاں — جاتے کہاں ہے رنگ و بو انا الیہ را

ہوری کا اور نالہ کا سب جاتا ہی پانی بحر میں — یکساں ہیں بد بخت و نکو انا الیہ را

مرنے سے پہلے مر مٹے اور ترک کی ہمنے تو سب — حور و جناں کی آرزو انا الیہ را

بھٹکے بہت ہم راہ سے کھائیں ہزاروں ٹھوکریں — اس زال دنیا پر تفو انا الیہ را

کیا گرمیاں ہیں آج کل جلتے ہیں سب ارض و سما — ہر دم یہی کہتی ہے لو انا الیہ را

ہر جا مچب ہے ایک بلا طاعون کہیں جنگ و جدل
ہے موت میں بھی کیا غلو انا الیہ راجعون

ادا و ناز میں جور و جفا میں دلربائی میں — ملا ہم کو نہ اس بت سا کوئی سارے خدا

مزا ہے اس بت عیار کی جب بیوفائی میں — خدا جانے کہ کیا ہوگی مسرت آشنا

جہاں آئینہ خانہ ہے جمال روئے زیبا کا — وہ خود بینی میں کامل ہے مکمل خود نما

وصال حور جنت میں بھی وہ لذت نہیں ملتی — تیرے عاشق جو پاتے ہیں مزا تیری جدائی

ہوئی راحت میسر چھوڑ کر تدبیر جب بیٹھے — بہت نقصان اٹھائے ہمنے قسمت آزما

ثنائے یار میں جو شعر نکلا بے بہا نکلا — زباں دانی میں بندش میں معانی میں صفائی

شراب عشق پی چھپ کر کسی مسجد میں اے زاہد — کمال ظاہر و باطن ہے رندی پارسائی

دلوں کی بیڑیاں ہیں رنج و شادی توڑ دے اسکو — مقید اہل دنیا ہیں بھلائی میں برائی

خدا کی حمد گر کرتا تو پاتا کچھ خدائی کا — گذاری عمر شاہوں کی عبث مدح سرائی

امارت کے مزے آخر عذاب نار دوزخ تھے — ملے جنت کے سارے عیش فقر و بینوائی میں

محبّ کعبہ کو جائے شیخ یا ہفت آسمانوں میں

نہیں الفت جب اس بت کی دھرا کیا ہے سمائی میں

یہ دنیا و عقبیٰ ہے کیا کچھ نہیں — یہاں تو خدا کے سوا کچھ نہیں

میں اس عالم ہو کے میدان میں ہوں — جہاں خلق و ارض و سما کچھ نہیں

وہاں ہے نہ عالم نہ معلوم و علم — ملک عرش بندہ خدا کچھ نہیں

اسی کے ہیں احکام سلب و ثبوت — قدر کچھ نہیں اور قضا کچھ نہیں

اسی کی مشیت کا سب ہے ظہور — یہ تاثیر آب و ہوا کچھ نہیں

بتائیگا کیا عاشقوں کو طریق — رہ عشق میں رہنما کچھ نہیں

یہ ہیں نفس کے وہم مرگ و حیات — جو پوچھا خرد سے کہا کچھ نہیں

ترے دلکا ہے یہ دعا میں اثر — تقاضائے دل ہے دعا کچھ نہیں

یہ ہے بندگی اور بیچارگی — کہ اپنی ثواب و خطا کچھ نہیں

ہر اک درد کا ہے جہاں میں علاج — مگر درد دل کی دوا کچھ نہیں

بہت خوشنما گرچہ ہیں رنگ و بو — مگر ان گلوں میں وفا کچھ نہیں

یہ کہتے ہیں عشاق سے بت مدام — ہمیں ہیں جہاں میں خدا کچھ نہیں

جو کچھ ہو رہا ہے وہی خوب ہے

محبّ کی جہاں میں دعا کچھ نہیں

خلوت و جلوت میں ہے وہ ساتھ تنہائی نہیں — کیا بیاں کیجئے زباں منہ میں ہے گویائی نہیں

تیرے دروازے کے کتوں کو جو ہے نعمت نصیب — بادشاہوں نے بھی وہ دولت کبھی پائی نہیں

جامۂ تقویٰ میں ہے وہ دلربائی اور پھبن — حلۂ حور جناں میں بھی وہ زیبائی نہیں

کس نے چونکایا ہمیں خواب عدم میں مست تھے — پیٹ سے ماں کے لحد تک ہم کو نیند آئی نہیں

یہ علوم فلسفی یہ عقل و دانش ہیں مگر | گر نہ پہچانا خدا کو تو یہ دانائی نہیں

دید پر موقوف ہے تنگی و وسعت خلق کی | سیر میں آنکھیں تو ہیں لیکن انہیں بینائی نہیں

عاشقوں کا صفحۂ ہستی سے مٹتا کب ہے نام | عشق میں جو کچھ ہو رسوائی وہ رسوائی نہیں

یوں تو خواب و خور میں حیوان بھی بسر کرتے ہیں زیست | کیا مزا جینے میں ہے جب بادہ پیمائی نہیں

آئینہ ہے سامنے اور محوِ حسنِ عکس ہے | اے پری پیکر تجھکو خلوت میں بھی تنہائی نہیں

تیرے ہی اندر سے ہے ہر دم تجلیٔ صفات | کچھ حقیقت میں جدائی و شکیبائی نہیں

تو نہ دیکھے گر تو یہ تیری نظر کا ہے قصور | کیا ہر ایک پردے میں صورت اس نے دکھلائی نہیں

بے غرض خدمت سے ہو جاتے ہیں غیر اپنے غلام | خود غرض اشخاص کے بھائی بھی تو بھائی نہیں

عاشقی میں دین و دنیا سے بھی ہیں بڑھکر مزے
ورنہ کچھ میرے محبؔ مجنون سودائی نہیں

کونسی جا ہے جہاں وہ رخ نظر آتا نہیں | دیر و کعبہ میں بھی نابینا اسے پاتا نہیں

ایک ہستی کو سمجھتا ہے ہزاروں ہستیاں | لاکھ سمجھایا مگر یہ وسوسہ جاتا نہیں

اس کا رخ والشمس زلفیں اس کی دو واللیل ہیں | کیا خدا اس کی قرآں میں قسم کھاتا نہیں

کوئی گہوارہ میں ہے مولود کوئی خاک تک | دولت و بخت شکم سے ماں کے کیا لاتا نہیں

جب سے دیکھی ہے ترے رخ منور کی جھلک | چاند اور سورج کا چہرہ بھی مجھے بھاتا نہیں

زالِ دنیا اور شیطانوں سے تو یہ دوستی | اولیا اللہ سے رشتہ نہیں ناتا نہیں

کس کے جینے کی خوشی اور کس کے مرنے کا ہے غم | جز خدا کے کوئی تیرا دوست اور داتا نہیں

عالم اسباب میں اسکو کہاں سے آئے زر | جو کوئی دنیا میں دیتا اور دلاتا نہیں

ہر پرندہ حضرت داؤدؑ سے وقت سحر | کون ہے حمد و ثنا سے حق کو جو گاتا نہیں

جس کو اس کی آب رحمت پر بھروسہ ہے فقط | وہ خزاں میں بھی شجر صرصر سے مرجھاتا نہیں

کیا ترے عاشق کی نظروں میں ہیں حور و قصور | دل کو اپنے ان کھلونوں سے وہ بہلاتا نہیں

اہل دنیا کو ہے بزم عیش میں بھی انتشار — چاہ زندان میں بھی دل عاشق کا گھبراتا نہیں

ہے گلوں کے آمد و شد سے عجب قائم یہ باغ
کون کہتا ہے کہ مر کر پھر یہاں آتا نہیں

ے طبع سے عرفان کے موتی برستے ہیں — ملیں الماس و گہر بھی جواہر یہ ترستے ہیں
ی غزلوں کو سنکر کیوں نہ عارف وجد میں آئیں — جنان روح سے لائے ہوئے پھولوں کے دستے ہیں
ں دیدار سے فائز ہے تنہا نہیں ہر کافر — مگر یہ زاہدان خشک مسجد میں ترستے ہیں
تو سمجھے اللہ ہو کے ذکر دائم کا — حرم ہوتی ہے وہ بستی جہاں ہم جا کے بستے ہیں
و حرص سے بچ اور ذکر و فکر کر ہر دم — وہ ہیں دوزخ کے رستے اور یہ جنت کے رستے ہیں
مشکل ہے راہ عشق میں ثابت قدم رہنا — کمر ہر دم جہاد نفس پر عشاق کستے ہیں
بر دے بت کیونکر خدا کو کوئی دیکھیگا — تری باتوں پہ اے شیخ خرف اطفال ہنستے ہیں
ا کاتبین سے کیا غرض حسب یہ ہے تیری — بغل میں تیری اعمال نیک و بد بستے ہیں
سے فیض آتا ہے اگر جذب محبت ہے — وگرنہ خشک صحرا میں کہاں بادل برستے ہیں
بغض و نفاق و کبر و کذب و خشم خود داری — اجڑ جاتی ہے وہ بستی جہاں آ جا کے بستے ہیں
دوں پیچ و خم میں مذہب و ملت کی راہوں میں — خدا تک تجھکو پہنچائیں وہ دل کے صاف رستے ہیں
ست ہے قفس میں بھی تو اے صیاد پردہ ہے — گلوں کی دید کو گلزار میں بلبل ترستے ہیں

محب ان آفتوں سے تو نہ گھبرا راہ الفت میں
کسوٹی پر چڑھا لیں سیم و زر ہوشیار کستے ہیں

ں پیروں سا جہ میں عبث زاہد رگڑتے ہیں — خدا ملتا نہیں ہے جو بتوں کے پاؤں پڑتے ہیں
نظر رکھے نخوت بخل و عداوت سے — دماغ اہل دنیا وہم غیرت سے سڑتے ہیں
رتے ہیں سبک پر خون راہ عشق کی گھاٹی — لڑائی نفس بد کے ساتھ جو ہر آن لڑتے ہیں
راہ میں کرتے نہیں کچھ خرچ مال و زر — دماغ اہل دولت خود پرستی سے بگڑتے ہیں

غرور اتنا نہ کر جاہ و حشم کی پائداری پر
بلند اشجار باد تند سے دم میں اکھڑتے ہیں

دوئی کو چھوڑ دے اور کر نجات دو جہاں حاصل
قیامت تک یہ میں تو کے کہاں جھگڑے نبڑتے ہیں

سرور و غم عبث ہے ان گلستانوں کی حالت پر
کہیں آباد ہوتے ہیں کہیں دم میں اجڑتے ہیں

ترے در کے گداؤں کے بیاں کیا کیجئے رتبے
انہیں الماس کی تاج شہنشاہی میں جڑتے ہیں

خدا تو ایک ہے سب کا مسلماں ہو کہ کافر ہو
مگر یہ ملت و مذہب بہم ناحق جھگڑتے ہیں

طلب میں جاہ کی سر پر اوٹھاتے ہیں پہاڑ شوق
مگر راہ خدا میں ہر قدم پہ نفس اڑتے ہیں

خدا محفوظ رکھے نفس کے ان داؤں پیچوں سے
جہاں کے رستم و سہراب دم بھر میں پچھڑتے ہیں

قیامت ہے مشائخ مولوی گر بے بصیرت ہوں
خراب ہوتے ہیں اعضا جب دماغ و دل بگڑتے ہیں

عجب ہر آن بعث و نشر ہے دیکھے اسکو آنکھ ہو جنکے
شکم سے ماں کے ہم آتے ہیں جب قبروں میں گڑتے ہیں

حقیقت پوچھتے ہو گر تو ہم جیتے نہ مرتے ہیں
کبھی کھاتے ہیں غوطہ اور کبھی اوپر ابھرتے ہیں

ہمیں ہوتے ہیں مالک ان زمینوں آسمانوں کے
تیری ہستی پہ جب اپنی خودی قربان کرتے ہیں

یہ ذکر و فکر حق کے ہر ملک نے کہاں پائے
انہیں سے دم میں ہم سات آسمانوں سے گذرتے ہیں

زمیں سے عرش تک ہے دو قدم کا راستہ سالک
قدم اک نفس پر اور دوسرا جنت میں دھرتے ہیں

سما و ارض دونوں کی کشش سے کشمکش ہے یاں
کبھی چڑھتے ہیں ہم اوپر کبھی نیچے اترتے ہیں

سر منصور کٹنے سے انا الحق کی صدا پھیلی
بھڑک اٹھتا ہے شعلہ شمع کا جب گل کترتے ہیں

یہ عالم آئینہ ہے دست معشوق حقیقی میں
کبھی بنتی ہیں نقشیں اور کبھی گیسو سنورتے ہیں

بنائے عالم امکان ہے قائم مہر و الفت پر
جو ٹوٹا رشتۂ تسبیح خود دانے بکھرتے ہیں

نہو جبتک کہ اسکا عشق دل زندہ نہیں ہوتے
گلوں کے رنگ بلبل تابش غم سے بکھرتے ہیں

دلوں پر جنکے ڈالا ہے دوئی نے وہم کا پردہ
وہ اسکو دیکھتے ہیں اور صورت سے مکرتے ہیں

بہم لڑتے تو ہیں یہ مذہب و ملت رقابت سے
مگر معشوق سب کا ہے تو ہی دم تیرا بھرتے ہیں

بڑے مردانِ حق کا کام ہے یہ عشق و جانبازی — کہاں اہلِ ہوس اس راہِ الفت میں ٹھہرتے ہیں

محب کربِ بلائے عشق بھی تو ایک نعمت ہے
وہ ہوتے ہیں شہیدِ حق محبت میں جو مرتے ہیں

عشق کے راز کہاں سب سے کہے جاتے ہیں — دل کے دل ہی میں خزانے یہ رہے جاتے ہیں
کشتیِ عشق میں آ بیٹھ کے ہو جائیے پار — سیکڑوں نفس کے طوفاں میں بہے جاتے ہیں
منزلِ عشق کے نزدیک ہیں یارانِ طریق — ہم پسِ قافلہ افسوس رہے جاتے ہیں
جان دیتے ہیں تری راہ میں جو عاشق ہیں — بوالہوس سے یہ کہاں جور سہے جاتے ہیں
دل کو آتا نہیں جنت میں نہ دنیا میں قرار — گاہ آتے ہیں یہاں اور گہے جاتے ہیں
گردشِ چرخ و زمیں سے کہاں بچتے ہیں محل — خود بخود سیلِ حوادث سے ڈہے جاتے ہیں

طورِ سینا جسے کہتے ہیں یہی دل ہے محب
جو کلام آتا ہے حق سے وہ کہے جاتے ہیں

متاعِ ہر دو جہاں ہم فدائے جام کریں — سوائے بادہ کشی اور نہ کوئی کام کریں
نظر کے سامنے آجائے وہ مہِ کامل — جو یادِ زلف و رخِ یار کو مدام کریں
جو جائیں بتکدۂ دہر میں کبھی اے شیخ — خدا سمجھ کے ہر اک بت کو ہم سلام کریں
جو بندشوں سے ہم اس نفس کے چھٹ جائیں — زمیں سے عرش پہ جائیں جہاں قیام کریں
اسی سے خلوت و جلوت میں ہم کلامی ہے — وہ ہم نہیں کہ فقط طور پر کلام کریں
وہ دیندار نہیں کافرِ حقیقی ہیں — جو اسکو چھوڑ کے مشہور اپنا نام کریں
سمجھ میں آئے اگر لا الٰہ الا اللہ — سلام کعبہ کو اور بت کو رام رام کریں
جو چاہتے ہیں کہ دونوں جہاں سے ہو آزاد — وہ درسِ عشق کو اس زیست میں تمام کریں
ہمارے رزق کی رزاق کو ہی لازم فکر — ہمیں جنوں نہیں روزی کا اہتمام کریں
یقین ہے کہ کبھی وصلِ یار ہو جائے — جو ذکرِ یار کو ہم صبح اور شام کریں

مسافران عدم سے محب نہ دل کو لگا
سرائے دھر میں ممکن نہیں قیام کریں

دیر و حرم میں جا کے سر کو پٹک رہے ہیں — دلمیں تو وہ صنم ہے ناحق بھٹک رہے ہیں
عقل فلاسفہ ہے مجبور جسکی حل سے — وہ میکدے کے بچے میخوار بک رہے ہیں
واعظ کے دل سے سامع مضمون کھینچتے ہیں — گل گوش پر صدا ہیں بلبل چہک رہے ہیں
کہتا کوئی خدا ہے خود کو کوئی انا الحق — پیکر شراب وحدت میکش بہک رہے ہیں
بے علم معرفت کے اہل جہاں ہیں مردے — بے دم کوئی یہاں ہے کوئی سسک رہے ہیں
غفلت سے کچھ ہیں چونکے کرکے سواغلو نکے — پستی میں نفس ہدکی گر کر اچک رہے ہیں
جبتک نہ سوز غم ہو جاتی نہیں ہے خامی — کچھ خام میں شجر پر کچھ آم پک رہے ہیں
زیر بغل ہے بچہ اور شہر میں دھنڈورا — دیر و حرم کے چکر کھا کھا کے تھک رہے ہیں
پختہ خیال دل سے آتے ہیں یہ زباں پر — پھل شاخ تر سے پک کر از خود ٹپک رہے ہیں
صد تا دھر سے کچھ چونکے تھے اہل غفلت — پھر آرزو و ارماں ان کو تھپک رہے ہیں

غضب محب پہ ہر دم بل ڈاک کی سی خصلت
آقا ملازموں پر ناحق بھبھک رہے ہیں

اس پری رو کا ترے دلمیں گذر ہے کہ نہیں — جان عالم ہے تو ہی تجھ کو خبر ہے کہ نہیں
دل کو ہے کشمکش دہر سے ہر وقت عذاب — بے مئے و ماہ کے دنیا یہ سقر ہے کہ نہیں
شادی و غم تجھے دنیا میں کہاں سے آئے — نخل اعمال کا تیرے یہ ثمر ہے کہ نہیں
کیا بتاتا ہے مکان وار فنا میں سکتے — تجھ کو اس عالم دنیا سے سفر ہے کہ نہیں
ہر قدم پر نظر آتے ہیں یہاں حشر و نشر — تیری رفتار میں یہ فتنہ و شر ہے کہ نہیں

جو ادھر عالم ارواح میں ہے لطف و خوشی
وہ محب نفس کے عالم میں ادھر ہے کہ نہیں

اٹھاکے دیکھا دوئی کا پردہ کہ یار مجھ میں ہے یار میں ہوں
میں خود ہوں معشوق خود ہوں شیدا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

حجاب کثرت جو دل سے اٹھا تو صاف مجھ کو نظر یہ آیا
کہ میں ہی مجنوں ہوں میں ہی لیلیٰ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

خیال میرا بشکل دلبر ہوا جو شب خواب میں نمایاں
تو دیکھا حیرت فزا تماشہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

زمیں کو چھانا فلک پہ گھوما حرم میں ڈھونڈا کہیں نہ پایا
کھلا یہ مدت کے بعد عقدہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

جو اس کو دیکھا تو خود کو پایا جو اس نے دیکھا تو مجھ کو پایا
یہ میری صورت سے ہے ہویدا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

نہ رکھ تو روزہ نہ پڑھ نمازیں نہ کاٹ دیر و حرم کے چکر
اٹھا دے دل سے دوئی کا پردہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

اس کی ہستی وہ میری ہستی جو میری صورت وہ اوسکی صورت
جدا نہیں ہے حباب دریا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

میں عیاں ہوں تو وہ نہاں ہے جو میں نہاں ہوں تو وہ عیاں ہے
کبھی ہے ظاہر کبھی ہے اخفا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

بت پھرا اسکو ڈھونڈھتا میں زمیں سے تا عرش گھومتا میں
جو پایا اسکو تو دل میں پایا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

عاشقی محویت کی شان کہیں — کبر و معشوقیت کی آن کہیں
یہ دکھائے نہ انقلاب فلک — سر کہیں ہو یہ آستان کہیں
سب ترے وہم کا ہے یہ چکر — نہ زمیں ہے نہ آسمان کہیں

یارب اس دل پہ آفتیں کب تک — ختم ہو جائے امتحاں کہیں
بد زبانی سے نیش عقرب کا — ہو نہ جائے تیری زباں کہیں
پیٹ میں بھر رہا ہے مال حرام — منہ نہ دوزخ کا ہو دہاں کہیں
کیا بڑھاپے میں خواہش زر و مال — پیر ہوتے بھی ہیں جواں کہیں
بار تعمیر کیوں اٹھائیں ہم — ہے کہیں قبر اور مکاں کہیں
کہہ نہ وسواسیوں سے عشق کا راز — ہو نہ جائیں وہ بدگماں کہیں
اہل دنیا ہیں سب پریشاں حال — تن کہیں دل کہیں ہے جاں کہیں

سو نہ غفلت سے اے محب آشنا
چھوٹ جائے نہ کارواں کہیں

ظلم رحمت کی انتہا ہی نہیں — اور جو کچھ کریں خطا ہی نہیں
ڈھونڈنا ہو اسے تو دل میں ڈھونڈ — دیر و کعبہ میں تو پتہ ہی نہیں
ان بتوں کو ہے اپنے حسن پہ ناز — گویا انکا کوئی خدا ہی نہیں
وہ نہ سمجھیگا راز غواصی — بحر سے جو کہ آشنا ہی نہیں
پوچھتا کیا ہے درد عشق طبیب — اس مرض کی کوئی دوا ہی نہیں
موت ہے چارہ ساز بیماراں — جز فنا کے کوئی شفا ہی نہیں
بام پر عشق کے عروج کہاں — نفس کے سر پہ تیرا پا ہی نہیں
رحمت غیر بھی ہے ظلم و ستم — ظلم جاناں مگر جفا ہی نہیں
تیری نسبت سے ہے ثواب و خطا — اس کی نسبت سے کچھ خطا ہی نہیں
ہے کسی گل میں بو کسی میں نہیں — خوبرویوں میں کیا وفا ہی نہیں

عشق سے ہے محب ہمیں مطلب
بیوفائی کا کچھ گلا ہی نہیں

شہر نہیں جس میں وہ بشر ہی نہیں ‏ ‏ ‏ شر سے شیطان کو حذر ہی نہیں

علم پہلے عمل سے لازم ہے ‏ ‏ ‏ بے عمل کے یہاں گذر ہی نہیں

دل سے سیدھا ہے راستہ حق تک ‏ ‏ ‏ کوئی اس راہ میں خطر ہی نہیں

سو گنہ بہر میں ہے نفع یہاں ‏ ‏ ‏ اس تجارت میں کچھ ضرر ہی نہیں

زندہ بے یاد حق کے ہے مردہ ‏ ‏ ‏ بے خبر تجھ کو یہ خبر ہی نہیں

جو نہ عامل ہو ناصح و واعظ ‏ ‏ ‏ بات میں اس کی کچھ اثر ہی نہیں

ایک در دل کا ہے خدا کیطرف ‏ ‏ ‏ اور اس کی طرف کو در ہی نہیں

کاٹ اس آرزو کی بیخ و بن ‏ ‏ ‏ نخل امید میں ثمر ہی نہیں

یا الٰہی ملیگا وہ کب تک ‏ ‏ ‏ شب ہجران کی کیا سحر ہی نہیں

کھا نہ دھوکا شب جہالت میں ‏ ‏ ‏ اس کا چہرہ ہے یہ قمر ہی نہیں

ہے عداوت عجب عذاب جاں

اور اس کے سوا سقر ہی نہیں

گل خار سے بھی کم ہے حسد کی نگاہ میں ‏ ‏ ‏ ڈالا برادروں ہی نے یوسفؑ کو چاہ میں

پھر کر خدا سے دل ہے گرفتار حرص و آز ‏ ‏ ‏ ڈالا ہے گرگ نفس نے یوسفؑ کو چاہ میں

جا راستے سے عشق کے تا منزل بقا ‏ ‏ ‏ ہر ہر قدم پہ گلشن جنت ہے راہ میں

آزادگی و مستی فاقہ سکون دل ‏ ‏ ‏ جو بات ہے گدا میں نہیں ہے وہ شاہ میں

افتادگی نفس سے ہے روح کو عروج ‏ ‏ ‏ سو طرح کے فتوح ہیں حال تباہ میں

گھبرا نہ اژدہام بلا ہائے دھر سے ‏ ‏ ‏ پنہاں ضیائے شمس ہے بخت سیاہ میں

سمجھے ہیں دوستی کو بھی وہ ایک دل لگی ‏ ‏ ‏ دشواریاں غضب کی گرہیں نباہ میں

بیڑی ہے دل کے پاؤں میں یہ شہرت جہان ‏ ‏ ‏ کیوں عمر کھو رہا ہے تمنائے جاہ میں

عالم نظر فریب ہے شہرت ہے دلفریب ‏ ‏ ‏ کر غور سے نظر کہ سیاہی ہے ماہ میں

دونوں ہیں ایک ذات میں ہرگز جدا نہیں　　واجب بھی ایک فرض ہے عبد و الٰہ میں

اس سنگدل کے عشق میں آہیں نہ بھر محبؔ
آتش کا کیا اثر ہے تری سرد آہ میں

بلبل میں دل ہے دلمیں ہے عشق رُخِ جاناں　　گلشن میں گل ہے گل میں ہے رنگ و بوئے جا
منھ بند نفس کا کر پہلے تو ذکر حق سے　　پھر گوش دل سے ہر دم سن گفتگوئے جا
شاید ملک کو حاصل برسوں کے کسب سے ہو　　آساں ہے عاشقوں کو تحصیل خوئے جا
اس راہ کش مکش میں اسطرح سے گذر کر　　دنیا کی سمت آنکھیں اور دید سوئے جا
جی چاہتا ہے جتنا پی لے شراب وحدت　　خالی کبھی نہوگا جام و سبوئے جا
دنیا و دیں کو چھوڑے تب عشق دلمیں لائے　　یوں تو ہر ایک دل میں ہے آرزوئے جا

زاہد محبؔ نہ سمجھا فردوس کی حقیقت
کہتا ہے جسکو جنت وہ تو ہے کوئے جانا

ردیف و

کر ذکر جمیل اسکا کہ افسانہ جہاں ہو　　وہ دل میں تجلی ہو کہ پروانہ جہاں ہو
اپنا ہی کعبہ ہے وہی دیر و حرم ہے　　گلفام ہو ساقی ہے وپیمانہ جہاں ہو
ہے حسن کو عشاق سے کس درجہ تعلق　　جلتی ہے وہاں شمع کہ پروانہ جہاں ہو
شیشوں کی نمائش سے دکانیں نہیں چلتیں　　آتے وہیں میخوار ہیں میخانہ جہاں ہو
ہوتے ہیں وہیں مرغ ہوسناک گرفتار　　ہو دام نہاں اور عیاں دانہ جہاں ہو
ہے اتنے حجابوں نہ بھی کیا حسن کی تابش　　بے پردہ جو ہو جائے تو دیوانہ جہاں ہو
اس عشق کو پردہ ہی نہیں رکھنے سے ہے دنیا　　گر ہر حقیقت کہوں بیگانہ جہاں ہو

عزلت میں جو پاتے ہیں تری ذکر کی لذت ‌‌‌‌ پاتے وہ نہیں مجلس شاہانہ جہاں ہو
ار پھر کے وہیں آتے ہیں میخوار بلانوش ‌‌‌‌ مے چلتی ہو کیفیت مستانہ جہاں ہو
ہے شیخ بھی دستار کی عزت کو بچاتا ‌‌‌‌ آتا نہیں وہ مجلس رندانہ جہاں ہو
آبادی ورونق ہے اسی نفس کی دم سے ‌‌‌‌ ورنہ جو یہ مرجائے تو ویرانہ جہاں ہو
ذاکر نہو مذکور تو کیا ذکر سے حاصل ‌‌‌‌ مذکور جو ظاہر ہو تو پیدا نہ جہاں ہو

ہوتے ہیں عجب اہل تجرد ہی میں کامل
ملتا ہے وہیں گنج کہ ویرانہ جہاں ہو

اسی کے ذکر سے رکھ تر زباں کو ‌‌‌‌ وگرنہ ہے یہ بہتر سی دہاں کو
مسافر خانہ دنیا میں رہ کر ‌‌‌‌ نہیں معلوم جائینگے کہاں کو
جو سچ پوچھو تو ہے علم ایک نکتہ ‌‌‌‌ وگرنہ ہے بہت وسعت بیاں کو
ملا آخر وہ اپنے دل کے اندر ‌‌‌‌ بہت چھانا زمین وآسماں کو
وجود حق کو ہم سمجھا کئے خلق ‌‌‌‌ بڑھایا اسقدر وہم وگماں کو
ظہور حضرت حق ہے یہ عالم ‌‌‌‌ سمجھ آئینہ اس کون ومکاں کو
پر اللہ ہو سے ایک دم میں ‌‌‌‌ کرینگے طے مکان ولامکاں کو
سنزہ اور تشبیہ دونوں شرک ‌‌‌‌ کیا کرتے جدا ہیں جسم وجاں کو
جو حق عالم میں ہے اور حق میں عالم ‌‌‌‌ تو پاتے ہیں نشاں میں بے نشاں کو
کہیں بڑھکر چمن میں آتش گل ‌‌‌‌ نہ پھونکے بلبلوں کے آشیاں کو
بہار آتی ہے لاساقی مے وجام ‌‌‌‌ نہیں ہوتی ہے دیر آتے خزاں کو
کمال روح ہے یہ عالم جسم ‌‌‌‌ نہیں وہ چھوڑتی ہے اس جہاں کو

قطعہ

جواں ہے عہد طفلی سے تو واقف ‌‌‌‌ مگر معلوم کیا پیری جواں کو

نہیں ادنیٰ کو اصلی کی خبر کچھ   جو دوزخ میں ہیں کیا جانیں جنا ن

محب ہو جائیگی سیر چمن بھی

بناؤ دوست پہلے باغبان کو

تم کو دیکھیں تو خدا کی یاد ہو   بے زباں کی کسطرح فریاد ہو

یاد ہو دل میں تو اسکی یاد ہو   بھول جاؤں سب کو تو دلشاد ہو

نوبہ نو ہر دم ہیں شانیں آپکی   واہ واہ کیا صاحب ایجاد ہو

ہے امیروں کی تواضع سے غرض   بیکسوں کی بھی کبھی امداد ہو

ہے یہی مشکل کہ کیا سمجھیں تمھیں   تم تو بندہ بھی ہو اور آزاد ہو

کس نے دیکھا ہے تمھیں تنہا ہو میں   حشر میں دیکھینگے کیا ارشاد ہو

آب کے قطرے پہ کھینچیں صورتیں   صنعت تصویر میں استاد ہو

صورت باطن دکھا دیتے ہو خود   آپ اپنے مانی و بہزاد ہو

ہم تو سمجھے تھے ملک ہو یا پری   اب ہوا معلوم آدم زاد ہو

تم ہی تو ہو عالم ہستی کی جان   آب و آتش اور خاک و باد ہو

ہو کبھی مجنوں کبھی لیلیٰ ہو تم   اور شیریں ہو کبھی فرہاد ہو

یہ تمھارے زلف کا پھیلا ہے دام   صید یہ عالم ہے تم صیاد ہو

تم ہی سے ہر شخص کی ہے لو لگی   تم امید خاطر ناشاد ہو

ہیں تمھارے ہی تو یہ افعال سب   ہو کہیں عادل کہیں بیداد ہو

تم کو کیا ہو کا فر و مومن سے ضد   تم تو بانی ملت ہفتاد ہو

یہ صفات مدح و ذم کبتک لکھوں

تم قیامت کے محب آزاد ہو

صفت ہو ذات ہو جان جہاں ہو   مکیں ہو تم مکاں ہو لامکاں ہو

تمھیں کون و مکاں کے جسم و جاں ہو | تمھیں نور زمین و آسماں ہو
غلط ہے ہم یہاں ہیں تم وہاں ہو | یہ سچ ہے ہم وہاں ہیں تم جہاں ہو
جو پوچھے مجھ سے کوئی تم کہاں ہو | کہو نکتہ ہیں جہاں کوئی لامکاں ہو
یہ عالم خود نمود ذات حق ہے | نہ ہو آتش تو پھر کیوں گرد ہواں ہو
بغیر احمد کے کیا پوچھیں احد تک | یہ برزخ ہیم کی بھی درمیاں ہو
تمھیں ہو جسم و نفس و قلب اور روح | یقیں ہو وہم ہو شک ہو گماں ہو
تمھیں گل ہو تمھیں بلبل تمھیں داغ | تمھیں سرو چمن ہو باغباں ہو
تمھیں ہو دہر و وقت و ماہ و ساعت | بہار گلستاں یا د خزاں ہو
حرم میں دیر میں اسود میں بت میں | تمھیں ہر جا عیاں ہو اور نہاں ہو
ہمارے جسم و روح و جان و دل میں | نہاں بھی ہو تمھیں اور خود عیاں ہو
عجب پردہ ہے اور بے پردگی ہے | کہ گاہے خود عیاں گاہے نہاں ہو
بدلتا روپ کا ہے نت نئی شان | کبھی شیطاں کہ حور جناں ہو
کبھی مسکین کبھی بیمار و مفلس | گدا ہو تم کبھی شاہ جہاں ہو
تمھیں کو دیکھتے رہتے ہیں ہم تو | گل تازہ بہار بوستاں ہو

محب کہتا ہے جو کچھ عین حق ہے
جو کافر ہو وہ اس سے بدگماں ہو

سامنے جب وہ میرے دلبر ہو | آئینہ دل کا کیا مکدر ہو
ہے تمنا یہی کہ جنت میں | وہ پری رو ہو اور ساغر ہو
اتنی ہستی پہ یہ خوشی گل کی | کہیں جامہ سے وہ نہ باہر ہو
سامنے روئے آفتابی کی | ماہ آئے تو گھٹ کے اختر ہو
جو نہ سمجھے تجھے وہ ہے حیوان | آدمی ہو کوئی کہ اندر ہو

ہے یہی آرزو کہ دنیا میں — ہوں قدم تیرے اور مرا سر ہو

خلق اور حق جدا نہیں لیکن — کب صفت ذات کے برابر ہو

یہ مؤذن پکارتا ہے کیسے — غیر ہو تو خدا بھی اکبر ہو

یہ ہے کاریگری کہ عالم میں — ایک سے ایک نقش بہتر ہو

جو کوئی ہو مقام وحدت میں — کیوں عدو اس کا پھر نہ ابتر ہو

وہ نظر آئے ہر طرف ہر وقت — روزنِ دل جو دیدۂ تر ہو

یہ صفائی ہے روئے انور میں — عکس آئینہ سے مکدر ہو

وہی دلبر تو جانِ عالم ہے — کیوں نہ پھر ذکر اوس کا گھر گھر ہو

پھر نہ چکھے حلاوت دنیا — ذکر سے اس کے تر زباں تر ہو

ہیں اسی شوخ چشم کے کرتوت — خیر ہو کوئی یا کوئی شر ہو

خیر اس سے ہی عشق کر لینگے — آپ سے کوئی بھی تو بہتر ہو

جسکو دیکھو وہ چاہتا ہے محبت
سارے عالم کے آپ دلبر ہو

ساغر مئے پلا دیا ہم کو — ایک دم میں جلا دیا ہمکو

یہ خدائی بتوں کو زیبا ہے — کہ خدا سے ملا دیا ہمکو

یار کی ایک ہی تجلی نے — مار کر پھر جلا دیا ہمکو

ہائے اس شمع رو کے جلوے نے — سر محفل جلا دیا ہمکو

پیتے ہی دل کی کھل گئیں آنکھیں — جام مئے وہ پلا دیا ہمکو

فضل نے اس کے قلب ایک سا عشق بین — نفس بد سے چھڑا دیا ہمکو

چین سے تھے شکم میں مادر کے — خواہشوں نے جگا دیا ہمکو

غیر کی سمت ڈالتے ہی نظر — بزم مے سے اٹھا دیا ہمکو

ہائے کمبخت الفت دنیا — کس بلا میں پھنسا دیا ہم کو
بھولے اتنا کہ آپ کو بھولے — اس جہاں نے بھلا دیا ہم کو
نفس نے لذتوں کے پردے میں — زہر قاتل کھلا دیا ہم کو

قطعہ

اک چراغِ سحر تو ہم بھی تھے — کس نے دم میں بجھا دیا ہم کو
زال دنیا ترا ہو منھ کالا — جاگتے تھے سلا دیا ہم کو
نہ کھلی آنکھ عمر بھر افسوس — موت نے پھر جگا دیا ہم کو
قبر میں آکے یہ ہوا معلوم — زال دنیا نے کیا دیا ہم کو
چھین کر ملک و مال و عزت و جاہ — خاک میں پھر ملا دیا ہم کو
ہو کے مایوس اس سے ہم نے کہا — لے لیا تو نے کیا دیا ہم کو
بولی وہ خیر تو ہے تیرے پاس
اے عجب جُل بڑا دیا ہم کو

ہر طرف تم ہو اور ہر جا ہو — تم ہی باطن تم ہی ہویدا ہو
یہ اضافی ہیں نسبتیں ورنہ — ارض و افلاک و پست و بالا ہو
جز تمھارے نہیں مکاں میں اور — غیر ہو گر کوئی تو پردہ ہو
واہ رے شوق روپ بھرنے کا — خود مبصر ہو خود تماشا ہو
سہل سمجھے ہیں لوگ ہمدردی — پہلے دل میں تو درد پیدا ہو
سارا عالم ہے آئینہ خانہ — اپنی صورت پہ آپ شیدا ہو
صاف کہتا ہوں اینچ پینچ نہیں — تم ہی عقبیٰ ہو دین و دنیا ہو
خیر سے تو نہ چوک موقع پر — کوئی اپنا ہو یا پرایا ہو

نہ ملے جسکو شربتِ دیدار   کس طرح وہ مریض اچھا ہو

بس یہی آرزو ہے دنیا میں   ساقی ناہوش ہو مینا ہو

وہ انا الحق کہے تو زیبا ہے   جس میں منصور کا کلیجا ہو

بات کہنے سے فتنہ اٹھتے ہیں   یہی بہتر ہے راز اخفا ہو

جب نہیں اس کے ماسوا کا وجود   آپ اپنے سے کیسے پردا ہو

تو جو آجائے سامنے اک بار   ایک محشر جہاں میں برپا ہو

سایہ کی طرح ساتھ ہم بھی ہیں   آسمان میں یہیں جب جا ہو

تم محبت عاشقی سے ہو مشہور
ورنہ گمنام اور عنقا ہو

رونا آتا جو نہو رونے کی صورت ہی بناؤ   عشق ہو جائیگا خود اسکا تصور تو جہ

ایکدم سے وہ نہیں آتے ہیں خلوت میں کبھی   بھاگے گر اس کا تصور تو اسے کھینچکے ا

مدتیں چاہیئے دل میں اسے لانیکے لئے   یہ گھروندا نہیں بچوں کا کہ دم بھر میں

اس زمانے کے مشائخ کی روش سے بھاگو   پہلے خود آپ بنو دوسروں کو تعلیم

کچھ حقیقت میں بھی ہو علم الٰہی دل میں   پہنکر جبہ و دستار نہ مرشد بن جا

حال وہ ہے کہ پڑھے دل کا دلوں پر بھی اثر   ناچو خود داد رجو موجود ہوں ان کو بھی

گر نہیں اصل تو بیکار ہے پھر نقالی   آپ کو نقل وریا کر بناوٹ سے بچا

فقر کو وجہ معیشت نہ بناؤ ہرگز   جو کماؤ کسی پیشے سے وہ خود کھاؤ کھ

ہے فقیری یہی دنیا سے مجرد رہنا   اہل دنیا کی طرح لوگوں کو شائق نہ

عرس میں دھوم دھڑکے سے نہیں فائدہ کچھ   کھانے پکوا کے نیازوں کے غریبوں کو کھ

کیا فقیروں کو غرض جاہ سے اور عزت سے   کچھ امیروں ہی کو مخصوص دعوت میں

عرس میلاد نیازوں میں اٹھاتے ہو جو زر   ایسی رقموں سے غریبوں کے کوئی کام

خدمتِ خلق خدا کو ہے عبادت یہ پسند — آن کتب خانہ و نذرانہ کی رقموں سے بناؤ
کھل گئے ہفت عوالم تو ہوا کیا حاصل — دل کو اس کشف و کرامات کی خواہش سے بچاؤ
گر کرامات دکھائے تو ہے دنیا ہی یہ بھی — زورِ باطن جو لگاتا ہے تو دنیا کا لگاؤ
عشق قطرہ یہی ہے کہ سمندر ہو جائے — زہد و تقویٰ سے ریاضت سے سمندر میں سماؤ

چاہتے ہو جو محبت وصل خدائے واحد
تو کسی بت سے صنم خانہ میں اس دل کو لگاؤ

گر نہ دل میں خیالِ وحدت ہو — سارے عالم میں پھر تو وحشت ہو
تم جو آؤ تو حشر ہو برپا — تم ہی فتنے تم ہی قیامت ہو
دم میں ڈھل جائے لوث غیریت — تیری ابرِ کرم جو رحمت ہو
کیا اٹھاؤ گے بار اوروں کا — بار اٹھانے کی کچھ تو عادت ہو
آپ میں ہیں صفاتِ حق سارے — آپ حق کی دلیل و حجت ہو
نظرِ غیریت جو اٹھ جائے — عین کثرت میں پھر تو وحدت ہو
حق کہے جا زبان و دل سے مدام — تا کہ کچھ یادِ حق کی عادت ہو
ہے جو انجامِ کار گمنامی — فائدہ کیا جو تجھ کو شہرت ہو
ہو جہاں میں اگرچہ رسوائی — اس کی نظروں میں تیری عزت ہو
توبہ مقبول پھر تو ہی لاریب — گر گناہوں پہ کچھ ندامت ہو
ہو اگر یار ساغر و مینا — پھر تو دنیا ہی باغِ جنت ہو
ہے بلا خیز یہ جہانِ سراب — یہی بہتر ہے اس سے غفلت ہو
نفسِ بد خو کی سختیاں کب تک — تو بھی کر وار کچھ جو ہمت ہو
کعبہ جائیں کہ بت کدہ جائیں — شیخ کچھ تو ہمیں ہدایت ہو
خلق سے کام اپنے کیا نکلے — پہلے ان میں تو کوئی طاقت ہو

حق کی جانب جو ہو تو عالم سے — نہ محبت ہو اور نہ نفرت ہو

اے خدا ہے دعا حبیب کی یہی
دل میں میرے بتوں کی الفت ہو

تم ہی واجب ہو اور امکاں ہو — تم ہی ظاہر ہو اور پنہاں ہو
خود سرائے جہاں ہو ساماں ہو — میزباں بھی ہو اور مہماں ہو
آپ کے روپ بھی ہزاروں ہیں — حور و دیو و پری ہو انساں ہو
تم ہی مطلق ہو اور مقید بھی — روح ہو جسم ہو تمھیں جاں ہو
خود جو وحشت تو آپ ہی خود قیس — خود جو داماں تو خود گریباں ہو
خود ہی مجنوں ہو اور خود لیلیٰ — دشت ہو کوہ ہو بیاباں ہو
تم ہی دریا ہو اور موج و حباب — کشتی و ناخدا و طوفاں ہو
مشکل اس کی ہے اس جہاں میں خبیث — یا الٰہی یہ مشکل آساں ہو
جب رہے ہم نہ باغِ عالم میں — خاک ہے گل ہو یا گلستاں ہو
ہمکو نیت ہے سب مذاہب سے — کوئی کافر ہو یا مسلماں ہو
جنگ اضداد سے نکل جاؤں — کفر دل میں نہ ہو نہ ایماں ہو
تم چھپو اور ہم تمھیں ڈھونڈیں — خوب پابند عہد و پیماں ہو
کب ہے شہرت بھی خوف سے خالی — ہے یہ بہتر کہ گھر میں پنہاں ہو
فائدہ کیا جو لاکھ ہو کاسع — اور نہ پھر ایک بھی سخنداں ہو
چار دن زیست کی بہار ہے یہ — مے و معشوق و ابر و باراں ہو
جسم میں روح اس طرح ہے نہاں — چاہ میں جیسے ماہ کنعاں ہو
بات پوچھیں نہ زندگی میں کبھی — قبر پر عرس ہو چراغاں ہو

اہل دنیا حبیب ہیں مردہ پرست

مردہ شو دل سے گھر میں پنہاں ہو

دیکھا نہ ہر اک رنگ میں اس شنگ قمر کو — دھوکا ہوا یہ آگے یہاں اپنی نظر کو
اعیاں جنھیں کہتے ہیں ہیں تخم ہیں سارے — ثابت ہیں وہی دیکھ لے اندر سے ثمر کو
سمجھا کہ یہ عالم ہے ہم ایک ہی کل جسم — محو ہی کیا میں نے دلوں کے جو اثر کو
مقبول نہ ہوتے اگر اسمائے جلالی — پیدا ہی نہ کرتا وہ کبھی شر کو بشر کو
سرمایہ شک ہے یہ ترا علم کتابی — کیا کشف و یقیں پہ کہیں وقت ہی خبر کو
آتا نہیں اندھوں کو نظر عشق کا رستہ — کیا ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ادھر اور ادھر کو
کیا پوچھتا ہی عرش کو کرسی کو یہ زاہد — دیکھا نہیں کیا آئینہ میں گردن سر کو
انسانوں سے امید ہے کچھ قدر سخن کی — کیا ذوق حلاوت ہے کسی بیل کو خر کو
وحشت سے تو کچھ کم نہیں اس دور کی تعلیم — تسلیم نہ مادر کو نہ آداب پدر کو
گر بحث کہ آجائے زبانوں پہ چھپی بات — چقماق سے جھڑتے ہوئے دیکھا ہی شرر کو
کچھ کر کے یہ پہچان کہ ہو زندۂ جاوید — پوچھے گا لحد میں نہ کوئی علم و ہنر کو
جس دل کو ترے ذکر سے فرصت نہیں دم بھر — اس دل میں نہیں دخل کسی خوف و خطر کو
آساں نہ سمجھتا یہ کبھی عشق کی منزل — گر دیکھتا آنکھوں سے کبھی راہگذر کو
بت خانہ میں صورت ہے حرم میں نہیں یہ بھی — جاتے ہیں کدھر اور انھیں جانا ہے کدھر کو
ہر چیز سفر میں ہے حضر میں نہیں کوئی — ترجیح ہے ہر طرح مقاموں پہ سفر کو
تشویش و پریشانی دنیا پہ نظر کر — گر جانتا ہے دیکھنا آنکھوں سے سقر کو

اٹھتے ہی محبت کے سحب ملتی ہے جنت
ہم آگہی پا جاتے ہیں بونے کے ثمر کو

دیکھتے ہیں ہر اک جا تجھکو — بت کہے کوئی یا خدا تجھ کو
دیر میں تو چھپے کہ کعبہ میں — ڈھونڈ لیتے ہیں آشنا تجھ کو

اے پری عاشقی میں زیبا ہے ۔ یہ وفا مجھ کو اور جفا تجھ کا

یہ بلاؤں سے بچا گنا کیا ہے ۔ کون مار یگا بے قضا تجھ کو

تیری ہستی ہے تیری بیماری ۔ چھوڑ اس کو کہ ہو شفا تجھ کا

تیرے دل میں تھی آرزوئے وصال ۔ لائی جنت سے یہ ہوا تجھ کو

تیری توبہ کا وقت وہ ہی کہ جب ۔ اپنی آئے نظر خطا تجھ کو

وہی معشوق ہے برنگ دگر ۔ ہے پرانا اگر نیا تجھ کو

اپنی ہستی سے درگذر کہ یہ وہم ۔ ہے فنا میں یہاں بقا تجھ کو

خود ہے بالذات یہ وجود ترا ۔ نہ عدم ہے نہ ہے فنا تجھ کو

تو ہی حادث عجب تو ہی ہے قدیم

ابتدا ہے نہ انتہا تجھ کو

مئے پی کہ دو عالم سے تجھے بیخبری ہو ۔ بیداری دنیا کے تردد میں سری ہو

ہے مانع دیدار تری دل کی کدورت ۔ گر آئینہ ہو صاف نمایاں وہ پری ہو

خود آئے نہ گھر پر نہ کبھی ہمکو بلایا ۔ یارب نہ کسی آہ میں یہ بے اثری ہو

ناکامی دنیا پہ بھی دنیا طلبی ہے ۔ سر جائے تو یہ دور کہیں دردسری ہو

دولت نہ ملے اور نہ حکومت ہو میسر ۔ اس کشمکش دہر میں دردجگری ہو

پردے میں تعین کے وہ رو پوش ہے خورشید ۔ آئے جو نظر وہ تو یہ عالم نظری ہو

ہر ذرہ عالم یہی کہتا ہے انا الحق ۔ یارب نہ کسی راز کی یہ پردہ دری ہو

ہی نالہ و گریہ سے مرے رونق دنیا ۔ گر یہ نہوں پھر ارض پہ خشکی نہ تری ہو

ہوتا نہیں بے عشق کے طے رستہ سالک ۔ سب ورد و وظائف نہوں آہ سحری ہو

جز دلشکنی سنگ دلوں سے نہیں امید ۔ برسائیں اولے یہ کہاں شیشہ گری ہو

کیا عشق کی منزل میں عجب فلسفہ کام آئے

مجبور جہاں درک سے عقل بشری ہو

مبارک برہمن کو دیر ہو کعبہ مسلماں کو — ہم اپنے دل کے اندر دیکھتے ہیں روئے جاناں کو

تجلی رخ دلدار ہے ہر گل ہے اے بلبل — حقیقت کی نظر سے دیکھ ہر دم اس گلستاں کو

صفات ذات واحد نے پہنکر جامۂ کثرت — بنایا گلشن جنت ہے کیا ہو کے بیاباں کو

ہزاروں آئینوں میں ہے اسی ایک نور کا جلوہ — ہوا روشن جو دیکھا آنکھ سے شمع تاباں کو

چھڑاتی موت ہے اس حبس دنیا سے یہ جاں ہم کو — مگر روتے ہیں جب چھوڑیں تماشائے زنداں کو

مقام روح میں عہدہ کیا تھا عقد الفت کا — مگر دنیا میں آ کے توڑ ڈالا عہد و پیماں کو

ملائک میں کہاں تھی جامعیت کل اسما کی — بنایا جانشیں اپنا خدا نے کامل انساں کو

یہ غیرت ہے اپنی عکس سے لڑتی ہے خود طوطی — کہاں تمیز عکس و شخص ہے اس نفس حیواں کو

صلوٰۃ و صوم کی یہ بندشیں بڑھنے نہیں دیتیں — طریق عاشقی میں چھوڑتے ہیں دین و ایماں کو

ذرا تو سوچ کچھ تخم شجر سے کم نہیں مردہ — زمیں میں گڑ کے کرتا ہی عیاں اسرار پنہاں کو

نہ ڈھونڈا دل میں اپنے آسمانوں تک رسائی کی
بہت مشکل بنایا ہے محب اس امر آساں کو

شیشہ میں ہمنے پایا محبوس اس پری کو — دیر و حرم میں ہمنے دیکھا فسونگری کو

خواہش جو ہمنے چھوڑی لذت دو ابد کی پائی — انمول ایک گوہر سمجھے ہیں بے زری کو

بتخانہ توڑتے ہیں پتھر کو چومتے ہیں — کعبہ میں ہمنے دیکھا اس طرفہ بتگری کو

عاشق وہی ہے سمجھے جو عشق کی حقیقت — دلبر وہی ہے جانے جو راز دلبری کو

رستہ ملا وہیں پر آگے قدم بڑھے تب — پاؤں سے ہمنے کچلا جب اپنی خودسری کو

ہو کر خلیفہ حق کا ہر چیز سے ہے خالف — پانے ہوئے ہے عالم خود تیری برتری کو

دیوار آہنی تھا یہ درمیاں میں پردہ — تیری مدد سے توڑا سد سکندری کو

رفعت جو چاہتا ہے افلاک سے بھی اعلیٰ — لے مول کہتری کو اور چھوڑ مہتری کو

فرعونیت تو دیکھو بے ملک و فوج و دولت — گھر میں چلا رہا ہے احکام نادرا
عاشق ہے محوِ جاناں قاصد کی ہے رسائی — کیا عاشقی سے نسبت زاہد پیمبرا

دلمیں محب ہے روشن وہ آفتاب وحدت
پہنچا ہے نور جس سے خورشید خاوری کو

دلمیں تیرے جو تجلی سرِ طور رہتا ہو — چشم ظاہر کبھی دیدار سے مسرور نہو
دلمیں غیریت حق کی شب دیجور نہو — آنکھ کیا دیکھ سکے مہر کا گر نور نہو
دیکھ اٹھتے ہیں ہمیں قبر شکم سے مردے — صورتیں آئیں کہاں سے جو یہاں صور نہو
غیریت دلمیں زباں سے ہے فقط نام خدا — ذکر کیا جس سے کہ ذاکر کبھی مذکور نہو
منہ سے کہتا تو انا الحق ہی مگر دار کو سوچ — قیس بنتا ہے تو بن تا قتل منصور نہو
کیا وہ اس عقل سے اسرار حقیقت سمجھے — نشۂ بادۂ وحدت سے جو مخمور نہو
عیش جو چاہے کرے دلمیں رہے یاد خدا — بادۂ دولت دنیا میں مگر چور نہو
صحبت دوست کے محتاج ہیں دونوں جہاں — باغ جنت بھی ہے دوزخ جو وہاں حور نہو
خیر کا جزو تو ہاتھ آئیگا گر کل نہ ملے — کچھ سفارش ہی سہی خود کو جو مقدور نہو
شک نہیں اسمیں کہ مظلوم کی جانب ہے خدا — ڈر حکومت سے کہ اللہ کا مقہور نہو

بے جدائی کے محب لطف و محبت ہی نہیں
غیر ممکن ہے کہ عاشق کوئی مہجور نہو۔

ردیف ھ

ہم بت کے ساتھ ہیں تو نہیں کیا خدا کے ساتھ — جب غیر ہی نہیں تو نہیں ماسوا کے سا
دل میں تو بت ہے اور زباں پر ہے نام حق — دل سے نہیں زباں سے ہیں لیکن خدا کے

حکم قضا و عجز حکیم و دوا کو دیکھ
آتی نہیں شفا و ہلاکت دوا کے ساتھ

ہے منزلِ فنا و بقا دونوں ہولناک
چل راہِ عشقِ یار کسی رہنما کے ساتھ

جو چاہتا ہے حق وہی آتا ہے ذہن میں
ہر شخص چل رہا ہے قدر کے قضا کے ساتھ

اس راہ پر خطر میں نہیں پاس زر تو کیا
ہے دولت رضا و قناعت گدا کے ساتھ

وہ خضرِ راہ ہے جو مصیبت کے وقت پر
ہر آشنا کے ساتھ ہے ناآشنا کے ساتھ

اللہ ہو کا ذکر جو کرتے ہیں رات دن
ہوتے ہیں ہم نشیں وہ دائم خدا کے ساتھ

کیا دوستی اہلِ جہاں کا ہے اعتبار
دم میں یہ پھیر دیتے ہیں رخ کو ہوا کے ساتھ

پردہ ہی تو نفس ہے مابین خلق و حق
دیکھینگے کیا خدا کو یہ حرص و ہوا کے ساتھ

لڑتی ہے شمع گل کبھی غنچہ کو گل کبھی
ہوتے ہیں خیر و شر کے فرشتے صبا کے ساتھ

ہ ذبح کرکے آتے ہیں رونیکو قبر پر
ہے کچھ لگاؤ رحم و کرم کو جفا کے ساتھ

رتے ہی عاشقوں کو حیاتِ ابد ملی
پورا ہے ارتباط فنا کو بقا کے ساتھ

یرے گناہ نے تو بنایا تجھے غفور
غفاریت کو ربط نہو کیوں خطا کے ساتھ

ھے ازل جیسے ہیں ابد بھی وہی تو ہے
ہر شئے کی ابتدا بھی تو ہے انتہا کے ساتھ

یم ہے اس تغیر عالم پہ یہ جہان
بادِ خزاں بہار ہے نشو و نما کے ساتھ

آتے ہی عشق اٹھ گئی یہ غیرت حجب
اب آشنا ہے خاص ہیں ناآشنا کے ساتھ

غمِ ہجراں جاں بیمار سے پوچھ
دوائے درد دل دلدار سے پوچھ

جو دل کی ایکسوئی میں مزا ہے
وہ لذت طالبِ دیدار سے پوچھ

جہاں میں کسطرح اٹھتے ہیں فتنے
وہ اس کی شوخی رفتار سے پوچھ

اثر ہوتا ہی کیوں دلپر نہیں ہے
یہ اہلِ قال کی گفتار سے پوچھ

مصیبت کسطرح آتی ہے سر پر
یہ اپنی زشتی کردار سے پوچھ

بغیر علم شر کیا خیر کا علم | شرارت کا ثمر اشرار سے پوچھ
حوادث کا یہی تو آئینہ ہے | زمانہ کا مزاج اخبار سے پوچھ
زباں دی ہے خدا نے گر کوئی بات | نہ آئے فہم میں دو چار سے پوچھ
زمیں بوسی کی پوچھ افلاک سے قدر | سزائے سرکشی تلوار سے پوچھ
نہ آزادی کی پوچھ ان قیدیوں سے | دلوں کی حیرت احرار سے پوچھ
زلیخا ہی کو ہے کچھ قدر یوسف | بہائے مال و زر بازار سے پوچھ
بہت دشوار ہے آگاہی خود | یہ نکتہ صاحب اسرار سے پوچھ
ثمر سے کیا ملا جز بارش سنگ | خزاں کی قدر کچھ اشجار سے پوچھ
جہاں برباد ہوتا کسطرح ہے | یہ شاہوں کی بہم پیکار سے پوچھ
ہوا کسطرح اک نقطہ سے عالم | یہ نکتہ صاحب افکار سے پوچھ
لکھوں کیا طہارت بینی کی معنے | طہارت کا مزا ابرار سے پوچھ

محب اس بحر میں لکھنا ہے مشکل
مرے کہنے کو خود اشعار سے پوچھ

ہے نہ میرا کہیں نہ ترا منھ | ہے جہاں میں فقط اسی کا منھ
ہے سیاہی کی نور پر سبقت | کیونکہ ہے احدیت کا کالا منھ
دار دنیا میں دار عقبےٰ میں | عاشقوں کا مگر ہے کالا منھ
ہیں وہی لوگ عاشقانِ احد | دو جہاں میں ہے جنکا کالا منھ
سارا عالم ہے آئینہ اسکا | دیکھتا حق ہے آپ اپنا منھ
آنکھیں پھوٹیں جو غیر کو دیکھوں | دیکھتا ہوں فقط تمھارا منھ
سب اسی ایک کے جہاں میں ہیں رنگ | کالا پیلا سفید گورا منھ
ٹیس جائیگی جب جگر کی کہیں | پہلے کرلے تو درد پیدا منھ

کیا کہے غنچہ حال دل اپنا | ہو تو جا رے کہیں ہویدا منھ
یوں تو سب گل ہیں بیمثال مگر | جس کو چاہو وہی ہے اچھا منھ
دیکھا جب آئینہ میں مثل اپنا | رہ گئے لے کے آپ اپنا منھ
کیا مبارک ہے روز وصل حبیب | اٹھتے ہی آج کسکا دیکھا منھ
شخص ہے ایک آئینوں میں مگر | کہیں سیدھا کہیں ہے ٹیڑھا منھ
کہدیا دل کا ان سے سب احوال | جب اونھوں نے مجھے لگایا منھ
گر نہوتا یہ عالم آئینہ | دیکھتا وہ کہاں سے اپنا منھ
ہے وہ تیری ہی زشتی و خوبی | دست قدرت نے جو بنایا منھ

وہ بھی دن آئیگا کبھی تو محب
کہ دکھا رے وہ ہم کو اپنا منھ

ہے ساغر و مے ساقی و میخوار ہو اللہ | رقص و طرب و مطرب و دلدار ہو اللہ
گل غنچہ لب بستہ و قمری و صنوبر | سرو چمن و بلبل و گلزار ہو اللہ
فوج و سر لشکر زرہ و بکتر و مغفر | تیغ و سپر و تیشہ و پیکار ہو اللہ
یہ جنگ و جدل اس کے ہیں آثار جلالی | چنگیز ہو اللہ ستمگار ہو اللہ
ہے تار نفس سلسلۂ زلف اسی کا | انفاس ہو اللہ شب تار ہو اللہ
اثبات و نفی سالب و ثبوت اسکی ہیں شانیں | انکار ہو اللہ ہے اقرار ہو اللہ
یہ کفر یہ اسلام ہیں سب رنگ اسی کے | کفار ہو اللہ یہ دیندار ہو اللہ
کر جا کے شفا خانوں میں بیمار کی مدت | بیمار ہو اللہ ہے غمخوار ہو اللہ
ہر ذرۂ عالم یہی کہتا ہے انا الحق | منصور ہو اللہ سر دار ہو اللہ
بولا شجر نار سر طور انا الحق | ہر برگ ہو اللہ ہے ہر خار ہو اللہ
یہ عابد و معبود ہیں سب نام اسی کے | زنار و برہمن بت عیار ہو اللہ

ہے جلوہ ہر شان جمالی و جلالی — خوش خلق ہو اللہ پدا ظہار ہو اللہ
سنتا ہے صدا کو مری خود کان سے میرے — کہتا ہوں زباں سے جو میں ہر بار ہو اللہ
ثابت ہوا موسیٰ کو کہ عالم ہمہ حق ہے — جب طور پہ بولا شجر نار ہو اللہ

اس باغ جہاں میں ہے عجب رنگ اسی کے
گلزار ہو اللہ گل و خار ہو اللہ

ردیف ی

غیریت میں تھے تو گلشن میں بھی خار و شر ملے — آئے جب وحدت میں صحرا میں گل احمر ملے
کچھ نہ ہاتھ آیا امیری میں بجز رنج و ملال — جب فقیری میں قدم رکھا تو یہ گوہر ملے
خود سری کا دیکھئے انجام آخر بعد مرگ — ٹھوکریں کھاتے ہوئے شاہوں کے اکثر سر ملے
ترک دنیا سے ملے جنت کے سب عیش و نشاط — خواہش دنیا سے لیکن کیا ملا پتھر ملے
جب دلوں میں خلق کی الفت سے ہم نے گھر کیا — بعد مرنے کے جناں میں خانہ گو ہر ملے
اپنے ہی اعمال ملتے ہیں ہمیں ہر گام پر — گل کبھی لپٹے گلے سے اور کبھی خنجر ملے
احدیت وحدت الوہیت جدا روح و قلب — جب جڑھے اترے تو پھر کہیں شدر ملے
وہم سے پھرتے تھے حق کو ڈھونڈتے افلاک تک — خود کو جب دیکھا خدا و خلق سب اندر ملے
اندر اور باہر یہ دونوں بند ہیں وہم کی — خواب میں دیکھا تو وہ اندر ملے باہر ملے
یہ تکبر تھا کہ رکھا جس نے اہل دل سے دور — جب یہ پردہ اٹھ گیا پھر ہر قدم گوہر ملے
کر دیا ہم کو توکل نے زمانے سے غنی — جب تعلق کٹ گئے سب سے تو بال و پر ملے
عالم امثال میں ہم کو ملے جن و ملک — عالم ارواح میں سب پیر و پیغمبر ملے

پیش کردے تو عجب جو کچھ ادھر سے ہے ملا

جوہری سمجھیں ملے پتھر کہ یا گوہر ملے

دلمیں جب سے وہ یار رہتا ہے — صبر و عیش و قرار رہتا ہے
تن خاکی میں روح اعلے میں — ایک باریک تار رہتا ہے
تیرے در سے جو پھر گیا ہے وہی — سب کی نظروں میں خوار رہتا ہے
طالبِ آخرت کو ہر لحظہ — موت کا انتظار رہتا ہے
بے بسی اپنی دیکھ جوش کے وقت — دلپہ کب اختیار رہتا ہے
نشۂ عشق گو اتر جائے — تو بھی برسوں خمار رہتا ہے
سامنے اہلِ دل کی آنکھوں کے — روزِ روزِ شمار رہتا ہے
علم غیر خدا ہے سب باطل — تا ابد دلپہ بار رہتا ہے
غرق دریا رہے نہیں ہو پھر بھی — فرق کا اعتبار رہتا ہے
نفس بد سے چھوٹتے ہیں کہیں — آستیں میں یہ مار رہتا ہے
جسکا ہمتا خیال میں بھی نہیں — وہی ہر دم دو چار رہتا ہے
سب گلے سے لگاتے ہیں — تازہ جبتک کہ ہار رہتا ہے
خشکی لب پہ اہلِ دل کی نہ جا — دلمیں خندان انار رہتا ہے
ہے وہی روح ہر جسم میں مگر — ایک جسم ایک بار رہتا ہے
خیر پر جس کی ہے بنا قایم — وہ محل پائدار رہتا ہے
جا رہے کعبہ کو شیخ مرحب کر — بتکدہ میں وہ یار رہتا ہے
ہے وہی صاحب فراغت و عیش — غم سے جو دلفگار رہتا ہے
دلمین جبتک ہے غیرت کا گذر — آدمی بیقرار رہتا ہے

تا بہ امکاں حجب کسی سے نہ لے
دلپہ احساں کا بار رہتا ہے

مئے طہور ہے یہ حور مہ لقا ساقی
کہ میکشونکا ہوا ہے زاہد خدا ساقی

نماز و روزہ سے کیا کام مئے پرستونکو
شراب ناب ہو ساغر ہو مہ لقا ساقی

ذرا سمجھ تو سقیم کو زاہد نافہم
کہ بادہ خوارونکا ہے آپ خود خدا ساقی

کیا ہے وہم نے کیا اتحاد کو برہم
وگرنہ مست جدا ہے نہ ہے جدا ساقی

یہ بزم ساغر و مئے بھی تو اب غنیمت ہے
بدل رہی ہے زمانہ کی کیا ہوا ساقی

مئے طہور کو پیتے ہی دل منور ہیں
کہ آفتاب ہے ساغر تو مہ لقا ساقی

شراب عشق پلا دے کہ دلکو ہو آرام
کہ ہر مرض کی یہی ایک ہے دوا ساقی

نہیں شراب تو ل چھٹ ہی دے کر جا بیٹھے
یہ ہوشیاری دنیا تو ہے بلا ساقی

ملا درد کا قطرہ بھی دور ساغر میں
تیرا گلا نہیں قسمت کا ہے گلا ساقی

ملی اسی کو ہی دنیا و دین کے غم سے نجات
ہوا جو نشۂ الفت سے آشنا ساقی

محب کو مستی و غفلت سے کام ہے ہر دم
شراب عشق ہے دونوں جہانمیں یا ساقی

تیری الفت کے آیت کافر ہمارے دلمیں ہے
کشتی طوفاں زدہ گرداب سے ساحل میں ہے

ایک بیرنگی ہزاروں رنگ سے ہے جلوہ گر
جو حقیقت حق میں ظاہر ہو وہی باطل میں ہے

ما تشاؤن اور الا ان یشاء اللہ پڑھ
جو خدا کے دلمیں ہے بندے وہ تیرے دلمیں ہے

کیا ملا عشق مقید سے بجز رنج و تعب
دیکھ لے مجنوں وہی لیلیٰ ہزار اک محمل میں ہے

نفس ہے دنیا یہ عاشق روح شیدا حق یہ ہے
کشمکش دونوں طرف ہے دل بڑی مشکل میں ہے

کشتۂ تیغ نگاہِ یار کی حالت نہ پوچھ
قوت برق سماوی نیم جان بسمل میں ہے

کوئی عاشق گل کے رنگ و بو کا کوئی اصل کا
الفت ذات احد آدم کے آب و گل میں ہے

ہے سیاہ کاری میں اور حسن عمل میں وہ لگاؤ
جو کہ نسبت ماہ کامل اور حسیں کے تل میں ہے

جو ہوا اس کی طرف سمت اس کے پھر گئے
ورنہ سنگینی جو اسود میں ہی تو سل میں ہے

...ی دل قبر کی تنگی سے بڑھکر ہے یہاں — جیتے ہی جی آدمی جو ہے کہ چھوٹے دل میں ہے

...نت اس دار حوادث سے ہے عین عقل و ہوش — دین و دنیا کی خبرداری سر غافل میں ہے

...الغرض یہ بیڑا پار ہو گا عقل سے — احتمالوں کا بپا طوفاں دل عاقل میں ہے

غرق بحر حیرت ایسے ہو کہ ہاتھ آئیں گہر — خاک گھونگوں کے سوا کیا دامن ساحل میں ہے

...کے دن کھینچے قاتل یہ کیا دعوائے قتل — روئیداد جرم دست حاکم عادل میں ہے

...کی آنکھیں ہیں جو دیکھے تابش حسن ازل — کچھ ذرا سا عکس رخ کا اس مہ کامل میں ہے

کچھ تو ہوتا ہے محبت کا صحبت دلبر اثر
کچھ ہماری بھی محبت سنگدل قاتل میں ہے

...گریہ سے عجب تشکل جہاں بدلی — سمندر سے زمین گرداب چشم سے کہکشاں بدلی

...ت کے آگے ہیچ دنیا کے مزاحم ہیں — کہاں ساون کے بادل اور کاتک کی کہاں بدلی

...ظاہری سے کیا مزا جو نہ اثر پہونچا — لباس و طرز سب بدلے مگر فطرت کہاں بدلی

...اعمال سے صورت بگڑ جاتی ہے انسان کی — بدلنے سے مکیں کے حالت روئے مکاں بدلی

...زبانوں ہی سے ایسا فرق بین الناس ہوتا ہے — فنا ہے قوم ہی گر غیر سے ملکی زباں بدلی

...کر دیگا مرجھائے درختوں کو ہرا ایکدن — ہوا ہے باغ جسنے ایک دم میں باغباں بدلی

غرض کی دوستی زر کی محبت نام کی الفت — ہوا یہ انقلاب دہر طبع دوستاں بدلی

کہاں کی گردش افلاک کیسا دہر کیا انجم — مزاج یار جب بدلا نگاہ آسماں بدلی

ہوا اچھا پیٹ سے مادر کے پیدا اصل فطرت پر — یہ حالت تیری غیرت نے کیسے بدگماں بدلی

تاسف ہے اسی کے عیش پر اور حق سے غفلت پر — دو روزہ عمر ہے جسنے کہ عمر جاوداں بدلی

نہیں گر یاد حق دل میں تو یہ دنیا ہی دوزخ ہے — قیامت ہی عذاب نار جسنے سیر جناں بدلی

زمیں میں گر کے مردہ بیج ہو جاتے ہیں پھر زندہ — یہی تو حشر ہے یاد بہاری سے خزاں بدلی

دہر سے ہو کشش کچھ تو دہر سے فیض آتا ہے — جہاں اشجار ہوتے ہیں برستی ہے وہاں بدلی

درِ محبوب پہ ہر دم محبّ یہ نفسِ شیطاں ہے
نہ ہو گر فضل اس درباں کی ہوتی ہے کہاں ٹالی

وجودِ حق ہے یہ عالم نہیں وہمی خیالی ہے — کوئی صورت جمالی ہے کوئی صورت جلالی ہے
نہ کر برباد عمر چند روزہ پڑ کے دھوکے میں — یہ ملک و مال و عز و جاہ جتنا ہے خیالی ہے
ملائک کیوں نہ ہوتے ساجد آدم جو یہ سمجھے — کہ ان کا مرتبہ عرشِ معظم سے بھی عالی ہے
عدم حادث یہ دو رخ ہیں اسی اک ذاتِ واحد کے — جو قائم بالشمسی ہے تو گردش میں ہلالی ہے
جو بولیں جھوٹ دنیا میں تو حق ناراض ہوتا ہے — کہیں حق بات گر منہ سے تو مرجا پائمالی ہے
محبت جس سے کرتے ہیں وہی خود آپ آتا ہے — یہ سیدھی راہ الفت اس تلاطم میں نکالی ہے
ملی وہ عشق کی دولت کہ قاروں رشک کرتا ہے — نہیں افسوس گر نزدیک چلتی ہے نہ حالی ہے
کمی کیا اس زمانہ میں بھی ہیں کیسے حافظ و سعدی — سخن فہمو کمی حق بینوں کی لیکن قحط سالی ہے
کبھی ہوتا ہے خارج میں ہی جو خواب میں دیکھا — جسے کہتے ہیں سچے خواب وہ عالم مثالی ہے
تجھے ہم پوچھتے ہیں لوگ پوجیں زر کو بیلوں کو — ترے ہی دم قدم سے یہ دسہرہ یہ دیوالی ہے
یہ امراض و مصائب دور کر دیتے ہیں غفلت کو — خدا کو جو کوئی بھولا تو لازم گوشمالی ہے
جو صاحب حال ہیں انکی لسان الحق زباں میں ہیں — نہیں جنکا اثر دل پر وہ پند و وعظ خالی ہے
نہ کر خیرات سے غفلت کہ دولت کام کچھ آئے — نہیں جس سے مفر ہر گز وہ ساعت آنیوالی ہے
یہ اعضا کا تناسب ہے کہ نا ممکن ہے تجھ پر — خدا نے تیری صورت اسے پری سانچے میں ڈھالی ہے
محک آدمی دیتا ہے اور صراف ہیں ہرجا — نہیں چلتا ہے وہ سکہ جو کھوٹا اور جعلی ہے
نہیں ثابت وگر اف آن میں جو ماہر ہیں کسی فن کے — وہی دیتا ہے ظرف آواز جو اندر سے خالی ہے

محبّ مضمون کا آمد کو کر دیتا ہوں نظم اکثر
مرا ہر شعر گلدستہ ہے یا پھولوں کی ڈالی ہے

وہ آتے ہیں محشر بپا کرنیوالے — اٹھیں خواب سے چشم وا کرنیوالے

سرِ عجز اس بت کے آگے جھکائیں — نمازیں حرم میں ادا کرنے والے

تری جوشِ رحمت سے بیہوش ہوئے ہیں — عذابِ جہنم خطا کرنے والے

یداللہ در پردہ ہے دستِ خلقت — یہ باطل ہیں حاجت روا کرنے والے

یہیں اسکی صورت کو دیکھینگے ہر جا — یہ مراٰتِ دل کے جلا کرنیوالے

خوشی سے ہیں گلزارِ آتش میں خنداں — بلاؤں میں یادِ خدا کرنے والے

نہ دیکھینگے رخسارِ حق روزِ محشر — بتوں کو خدا سے جدا کرنے والے

حضوری میں پہنچے لیے عشقِ پیکر — نماز اور روزے قضا کرنے والے

یہ بیماریِ عشق ہی لا دوا ہے — تھکے اس مرض کی دوا کرنیوالے

تجھی کو تجھی سے جو مانگیں تو مانگیں — نہیں اور کچھ ہم دعا کرنے والے

سمجھتے ہیں جور و ستم ہیں اسی کے — نہیں ہم کسی کا گلہ کرنے والے

کبھی تو ادھر بھی نگاہِ کرم ہو — بلاؤں میں اے مبتلا کرنے والے

ضعیفوں پہ کرتے ہیں جو ظلم ناحق — وہ اپنے پہ ہیں خود جفا کرنے والے

ہوئے آسماں و زمیں سے بھی برتر — ترا عہد مشکل وفا کرنے والے

نہ دیکھینگے صورت کبھی خوشدلی کی — کسی کو کسی سے خفا کرنے والے

محب ہے محبت کی ہر دم منادی
نہیں بیٹھتے چپ ندا کرنے والے

ظلم کرتے نہیں اللہ سے ڈرنیوالے — سب کے سرتاج ہیں سر پاؤں پہ دھرنیوالے

کیا مسلماں ہیں خلقت کو بتاتے ہیں خدا — عہدِ میثاق کا اقرار نہ کرنے والے

نام وحدت کا زباں پر ہے عمل شرک کے — کہہ کے ہر بار ہو اللہ مکرنے والے

حور و غلماں تو ہیں ان نفس پرستوں کی مراد — تیرے عشاق ہیں جنت میں ٹھہرنے والے

زندگی عشق ہے اور موت ہے یہ غیرت — عشق میں زندۂ جاوید ہیں مرنے والے

تجھ سے منہ موڑ کے جو ہو گئے دنیا کی طرف ڈوب کر وہ نہیں تا حشر ابھرنے والے

ہیں گناہوں کے سیاہ داغ ترے چہرے پر دیکھ آئینہ میں دن رات سنورنے والے

وہیں ٹھیریگا جہاں جس کا ہے عالم میں مقام منزل عشق میں اترے ہیں اترنے والے

کوچۂ عشق میں پھر رہنا جنھیں ہے جس کا باغ جنت میں نہیں پاؤں وہ دھرنے والے

رشتۂ عشق سے قائم ہے جہان اضداد ورنہ تسبیح کے دانے ہیں بکھرنے والے

حسن خود اپنی ہی صورت پہ ہے عاشق ہر جا آئینہ دیکھتے رہتے ہیں نکھرنے والے

اپنا ہی شیر غضب جس نے ہے مارا اس کے آگے آتے ہی نہیں شیر بپھرنے والے

الفت زر ہے تو ہیں چاہنے والے تیرے کچے تاگوں سے گھڑے چاہ سے بھرنے والے

تو کئے جا کہ عمل لائیگا ایک روز ثمر کیا برابر ہیں یہاں کرنے نہ کرنے والے

کون مرتا ہے محب موت کسے آتی ہے
حی و قیوم ہیں اس شوخ پہ مرنے والے

ہم نہیں پیدا ہوے ہیں آنے جانے کے لئے ہم یہاں آئے ہیں لیکن حق کو پانے کیلئے

کیا تلاش رزق میں پھرتا ہے بیٹھا ایکجا ہیں خود یہ پیدا ہو رہا ہے تیرے کھانے کیلئے

کھینچتے ہیں ہاتھ لیکن پاؤں پھیلاتے ہیں ہم دام دنیا میں تہیں پھنستے ہیں دانے کیلئے

عشق کے کوچہ میں دھرنا پاؤں پہلے سوچکر آفتیں آتی ہیں سر پر آزمانے کے لئے

عشق نے سمجھا دیا جز نام حق باطل ہیں سب علم ہم نے تھے پڑھے آخر بھلانے کے لئے

آپ ہی کرتے ہیں سب کچھ میرے سر پر جرم ہے کچھ سبب تو چاہئے ان کو بہانے کے لئے

زاہد مسجد میں کیا ہے بتکدہ میں بت تو ہے سر دیا اللہ نے اس آستانے کے لئے

لاکھ پردوں میں بھی چھپتا ہی نہیں حسن ازل خود بخود آتا ہے باہر منہ دکھانے کے لئے

ہو گئی لیلیٰ و مجنوں کی پرانی داستاں لائیے قصے نئے کچھ تو ستانے کے لئے

عاشقوں کو ہے ترے کب فرصت کہ ڈھونڈیں رزق خود وہ ہیں کھانے کے لئے دنیا کمانے کے لئے

آدم و حوا جنت نار و شیطان و گناہ — مشغلے ہیں یہ رکے باتیں بنانے کے
یہ شریعت ڈالتی ہے عاشقی میں تفرقہ — ناصحا آیا ہے کیا الٹا پڑھانے کے
طالبان عشق کی تعداد بھی کچھ کم نہیں — ہیں کہاں استاد اس فن کے سکھانے کے
پوچھتا ہے کیا دم آخر کہ کیا کر کے چلے — آئے تھے دنیا میں عمر اپنی گنوانے کے
عشق کی وسعت کے آگے ہیچ ہیں دونوں جہاں — سات عالم کم ہیں اس دل میں سمانے کے

شاعری سے کیا غرض ہم فکر کرتے ہیں عجب
عرش سے مضمون نو دنیا میں لانے کے لئے

دل میں آئے رہ نہانی سے — بار پایا ہے زندگانی سے
تھا نہ موسیٰ کو ذوق صورت یار — خوب ٹالا ہے لن ترانی سے
خضر سے پوچھئے کہ آخر کار — کیا ملا عمر جاودانی سے
نار دوزخ کا ہے جہاں میں وجود — میری ہی سوزش نہانی سے
کتنے گوہر ملے ہیں قابل قدر — کھو دئے ہم نے بدگمانی سے
ہم ہر اک دور میں رہے قائم — کیا ہوا دور آسمانی سے
جس نے چکھا نہ دوستی کا ثمر — کیا ملا اسکو زندگانی سے
عشق پیری میں لطف دیتا ہے — ابتدا ہو اگر جوانی سے
برق گرتی ہے عین رحمت میں — آگ آتی ہے ابر پانی سے
کون مجنوں تھا کون تھی لیلیٰ — کھل گئے بھید اس کہانی سے
کچھ عجب ضدیت ہے عالم میں — چور آتے ہیں پاسبانی سے
کتنے پردے پڑے حقیقت پر — جاہلوں کی غلط بیانی سے
وصل باقی سے ہو گئے محروم — دل لگایا جو ہم نے فانی سے
زال دنیا سے دیکھئے الفت — سانس اکھڑی نہ سخت جانی سے

واہ رے عشق ذرہ بیقدر — مہر ہے تیری مہربانی سے
گل و بلبل کے عشق کو ہو نمود — فائدہ یہ ہے باغبانی سے

دلمیں کچھ تو ہو دردِ عشق محب
فائدہ کیا ہے سوز خوانی سے

جدھر دیکھو اسی کا رخ عیاں ہے — پھر اس پر پوچھتے ہیں وہ کہاں ہے
وہ نور ارض نور آسماں ہے — مکاں بھی ہے وہی اور لامکاں ہے
حرم میں دیر میں بت میں خدا میں — وہی ہستی نہاں ہے اور عیاں ہے
مسمی ایک ہے اسماء ہیں بے حد — اسی کا نام لیتی ہر زباں ہے
نہیں پردہ کوئی حق سے مگر یہ — کہ تجھ کو اپنی ہستی کا گماں ہے
خدا بھی خلق پر ہے حکمراں یاں — کہ جیسے جسم پر جاں حکمراں ہے
مسخر روح کے اعضائے تن ہیں — یہ عالم جسم ہے حق اس کی جاں ہے
یہ دنیا ہی ہے تیری آخرت بھی — قیام دوزخ و جنت یہاں ہے
خدا کا نام ہے کیا راحت جاں — عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے
ترے اندر ہے موج بحر ہستی — کہ سیل خیر و شر ہر دم رواں ہے
بتا دیتی ہیں آہیں سوزش دل — کہ اندر آگ ہے اوپر دھواں ہے
حضوری میں تو عارف کا ہو دل صاف — دوئی کی لوث سے دامن کشاں ہے
نہ کر رندی سے کچھ پرہیز زاہد — وہاں بھی تو مئے و حور و جناں ہے
بھرا ہے فلسفہ بھی وہم و شک سے — ہر اک شئے میں چنیں ہے اور چناں ہے
جو ہر دم دلمیں رٹتے ہیں ترا نام — خوشی ہے دلمیں ان کے غم کہاں ہے

محبت نے محب یہ راز کھولا
کہ حق ظاہر ہے اور عالم نہاں ہے

بتوں کا سنگِ در ہے اور جبیں ہے ۔ خدا کا گھر یہیں کعبہ یہیں سب ہے
طواف پیر کامل کو سمجھ حج ۔ کہ عرش حق قلوب المومنین ہے
پھرا کعبہ سے سوئے بتکدہ شیخ ۔ کہ وجہ اللہ کعبہ ہی نہیں ہے
بہت ڈھونڈھا زمین و آسماں میں ۔ جو دیکھا دل کے اندر وہ مکیں ہے
انا الحق دار پر بھی چڑھ کے بولا ۔ دل منصور پر صد آفریں ہے
محمد کو ہوئی معراجِ وحدت ۔ رسالت میں وہ ختم المرسلیں ہے
وہی ہے خاتم اور مہر نبوت ۔ رسالت کی انگوٹھی کا نگیں ہے
زمانے کے عجب بدلے ہیں تیور ۔ قضا کیسر چڑھاتے آستیں ہے
نہ ڈر مخلوق سے اللہ سے ڈر ۔ نہیں یہ ہاتھ خالی آستیں ہے
دوا اونکے اثر بھی حکم رب ہیں ۔ کبھی امرت کبھی زہر انگبیں ہے
نمایاں ہے گلوں میں حسن جسکا ۔ خدا جانے وہ خود کتنا حسیں ہے
خدا بت ہے صنم خانہ ہے کعبہ ۔ عبادت مئے پرستی عشق دیں ہے
مقید کر نہ کعبہ میں خدا کو ۔ کہ وہ تو سب کا رب العالمیں ہے
خدا جانے کہ ہو کیا حشر برپا ۔ کہ بل ابرو پہ پیشانی پہ چیں ہے
قل اعوذ کو پڑھ کر حق میں چھپ جا ۔ کہاں ایسا کوئی حصن حصیں ہے

محب کیا قبر کی ظلمت کا کھٹکا
مرے دل میں خیال مہ جبیں ہے

جسے کہتے ہیں بت وہ تو خدا ہے ۔ کہاں عالم میں اس کے ماسوا ہے
بتوں کی دید دیدار خدا ہے ۔ مرے دعوے پہ شاہد اینما ہے
اگر بت عین ذاتِ کبریا ہے ۔ تو سجدہ پیش بت کب ناروا ہے
لباس ظاہری سے کھا نہ دھوکا ۔ وہی خود شاہ ہے اور خود گدا ہے

جو بت پوجے وہ کافر کیوں ہے زاہد — ترے دل میں خیال ماسوا ہے
الگ کرتا ہے اپنے ذہن میں کیوں — کہاں زاہد خدا بت سے جدا ہے
پتے کی بات کیا سمجھیگا نادان — حقیقت سے وہ خود نا آشنا ہے
مری ہستی ہے ذاتِ حق پہ قایم — نہیں کچھ ریت پر اسکی بنا ہے
وجود حق ہے میری جو ہے ہستی — تو ہوں باقی کہاں مجھکو فنا ہے
تقید میں اضافی ہے فنا بھی — ہوا مطلق تو پھر مجھکو بقا ہے
فقط اطلاق میں ہے زور و قوت — تقید میں ظہورِ حق سوا ہے
محرک ہے وہی عالم کا جیسے — ہلاتی پھول پتوں کو صبا ہے
اسی عالم سے ذات حق ہے محسوس — وگرنہ کون جانے کیا خدا ہے
لقائے حق کسی صورت میں ہوگا — نظر آتی کسی کو بھی ہوا ہے

قطعہ

تجھی سے پوچھتے ہیں مولوی ہم — شب معراج جو دیکھا وہ کیا ہے
نبی کی آنکھ نے دیکھا تھا کس کو — کہ رکھتا شکل کیا تیرا خدا ہے
نہیں گر شکل و صورت کچھ خدا کی — تو کیا وہ کوئی پتلا وہم کا ہے
منزہ اور مشبہ سب ہیں مشرک
محب بچ شرک سے یہ بد بلا ہے

بتکدہ لیچلے خدا جلدی — شیخ کعبہ کو جاکے آ جلدی
ایک ساعت ہے عمر فصل بہار — ساقیا مئے کا جام لا جلدی
کر کوئی کار خیر امیری میں — نہ بدل جائے یہ ہوا جلدی
زال دنیا کا اعتبار نہ کر — یہ ہرجائی ہے بیوفا جلدی
مہروش رات کو جو آتا ہے — صبح ہوتی ہے ہائے کیا جلدی

باطن شخص تو نہیں ظاہر — ہو کسی کا نہ آشنا جلدی
دل کی بیماریاں یہ مہلک ہیں — کیجئے انکی بھی دوا جلدی
اوسکو دیکھیگا بعد موت کے کیا — دے بصیرت تجھے خدا جلدی
رخ اسی کا ہے ہر چہار طرف — دیکھ قرآن میں انما جلدی
ہے غفور الرحیم اس کا نام — عفو کرتا ہے وہ خطا جلدی
غیر کا ذکر آتے ہی لب پر — آپ ہوتے ہیں کیا خفا جلدی
اس کو نفرت ہے غیرت ہے بہت — چھوڑ یہ ذکر ماسوا جلدی
گر تجھے پہنچنا ہے منزل پر — ڈھونڈھ سالک کا نقش پا جلدی
قہر حق میں کہیں نہ آجائے — دے نہ مجرم کو تو سزا جلدی
تاکہ برآئیں حاجتیں تیری — حاجت اوروں کی کر روا جلدی

قطعہ

ہے یہ مقصد کہ وقت ٹل جائے — کیا چھڑائینگے وہ حنا جلدی
وہ نہ آئے نہ آئینگے شب ہجر — ہو سحر ہی کہیں خدا جلدی
گر نہیں ہے کسی سے عشق محب
ہو محبت میں مبتلا جلدی

بت کو دیکھا اے خدا دیکھا تجھے — کیوں منزہ نے جدا دیکھا تجھے
تیری صورت تبکدہ میں دیکھ لی — کسنے کعبہ میں خدا دیکھا ہے تجھے
سوچ سکتی جتنا اپنی عقل ہے — اس سے بھی بڑھ کے سوا دیکھا تجھے
ہر مرض میں ہے توہی تو چارہ ساز — ساری دردوں کی دوا دیکھا تجھے

قطعہ

دیر و کعبہ کی خصوصیت ہے کیا — فرش سے تا استوا دیکھا تجھے

تجھ سے جائے بھاگ کر کوئی کہاں　　جس جگہہ دیکھا خدا دیکھا تجھے
اس سے نفرت اور محبت اوس سے ہے　　بیوفا و باوفا دیکھا تجھے
کافر و مومن کا توہی تو ہے رب　　کسنے کب کب خفا دیکھا تجھے
نام تیرا ہی ہوا الشافی تو ہے　　ہر مرض میں ہر دوا دیکھا تجھے
ہے کہیں حاجت روا و دستگیر　　اور کہیں مشکل کشا دیکھا تجھے
ہے کبھی تو بلبل نالاں کی شکل　　گہ برنگ گل کھلا دیکھا تجھے
تیری مکاری کو کیا سمجھے کوئی　　آشنا نا آشنا دیکھا تجھے
ہے توہی دلمیں توہی ہے چشم میں　　ظاہر و باطن چھپا دیکھا تجھے
دل ہوا زنگ دوئی سے صاف جب　　عکس و شخص و آئینہ دیکھا تجھے
جب حجاب نفس سارے اٹھ گئے　　پھر نہ اپنے سے جدا دیکھا تجھے
پست و بالا نسبتیں ہیں سب تری　　فرش عرش ارض و سما دیکھا تجھے
دیکھتے ہیں ہم تجھے ہر رنگ میں　　شاہ دیکھا اور گدا دیکھا تجھے

کیوں محب ہر دم نہ مئے سے مست ہو
شیشۂ دلمیں بھرا دیکھا تجھے

جو مہجور بیت خدا میں رہے　　بتوں سے چھٹے کربلا میں رہے
جو سودائے زلف رسا میں رہے　　تو پھر ہم نہ کوئی بلا میں رہے
رہے عین دریا میں ہم مثل ماہی　　نہ سمجھے مگر ہم خدا میں رہے
بتوں سے پہونچتے خدا تک مگر　　نماز و سجود و دعا میں رہے
سبک عشق سے اسقدر ہو گئے　　چلے آب پر ہم ہوا میں رہے
مزہ دل لگانیکا اسوقت ہے　　کہ جب آشنا آشنا میں رہے
جنھیں ڈھونڈھتے ہم پھرے عمر بھر　　وہ دل کے حجاب خفا میں رہے

کبھی دیر آئے کبھی کعبہ پہونچے — ہم افسوس کس التوا میں رہے
قدم کو نہ چھوڑا پس از مرگ بھی — ترے ہی تو ہم نقش پا میں رہے
جہاں میں وہ ہوتا ہے مشہور خلق — جو مثل نگیں ایک جا میں رہے
بلاؤں سے دنیا کی ہم خوب چھوٹے — ترے دام زلف رسا میں رہے
سمجھتے ہیں کیا یہ ہماری حقیقت — کہ ہم عین قلب خدا میں رہے
ہوا بعد مردن یہ معلوم اسکو — مسافر تھے مہماں سرا میں رہے
ہمارے تقاضوں کو کیا پوچھتا ہے — خلا میں رہے اور ملا میں رہے
ہزاروں برس ہم اس آوارگوں میں — گرفتار کس کس بلا میں رہے

نہ پہونچے درِ عشق تک بھی محب
کہیں کیا کہ حرص و ہوا میں رہے

جس چیز کا دل میں ہو تصور وہی آجائے — یہ جذب ہے سالک کا مثال اسکو کہا جائے
ظاہر تو ہیں دنیا میں مگر دل ہے سوئے یار — بے اسکے تصور کے کہاں ذہن کو رہا جائے
بہتر ہے دل و زیست جو ہو صرف محبت — کیا فائدہ دنیا کا غم و فکر جو کہا جائے
دنیا سے ہو عقبیٰ سے ہو یا حق سے محبت — بے دل کے لگائے ہوئے کس طرح رہا جائے
ورد از بے مدرس تیرے جو یہ ظاہر و باطن — گر بند کہ دل میں نہ کوئی حرص و ہوا جائے
چلتے ہیں خیالات پہ سب کام جہاں کے — پختہ ہو خیال اسکا تو جو چاہے وہ ہوا جائے
گر عشق کر چھٹ جا تعلق سے جہاں کے — کب تک یہ زمانہ کا غم و رنج سہا جائے
آرام تو پائینگے نہ آکے مسافر — پائے جو زر و مال کوئی گھر تو بنا جائے
ہوگا وہی مرتے ہی وہاں مہر درخشاں — اس بزم میں جو دل تری الفت میں جلا جائے
گر قتل ہی منظور ہے کیا دیر ہے اس میں — آکر سر محفل وہ مرا خون بہا جائے
کوچہ میں تری نقش قدم کی طرح بیٹھے — اب ضعف سے اٹھیں بھی تو کیا خاک اٹھا جائے

جنت میں نہ جائینگے کبھی یار کے در سے — کہدو یہ اجل سے کہ وہاں میری بلا جا
بے عشق کے کرتے ہیں عبادت وہ ہیں ناکام — جب دل ہی نہ لگتا ہو تو کیا کام کیا جا
یہ عشق بھی ہے ایک کرم فضل الٰہی — بازار میں بکتا نہیں جو مول لیا جا
مرتے ہیں کہاں اہل محبت نہیں سمجھا — آتا ملک الموت ہے کہدو کہ چلا جائے
گلزار خلیل آتش نمرود ہو دم میں — دنیا کی بلا ٹل نہ اگر صبر کیا جا

ہو جائیگا ایک دن تو محب مہر درخشاں
جل آتش الفت میں جہانتک کہ جلا جائے

جہاں میں کون اس بت کے سوا ہے — وہی بندہ بھی ہے اور خود خدا ہے
تلاش مرشد کامل ہے بیکار — کہ عشق یار تیرا رہنما ہے
ترا کرنا نہ کرنا سب ہے وہمی — کہ کرنی کام اپنا خود قضا ہے
اسی کا رخ ہے خورشید قیامت — جو نکلا وہ تو سب عالم فنا ہے
یہ دنیا ہے فقط اک عالم وہم — حقیقت کو جو دیکھو تو خدا ہے
بھلائی اور برائی نسبتیں ہیں — تقابل سے بھلا ہے اور برا ہے
جلایا مار ڈالا پھر جلایا — نئے انداز کی تیری جفا ہے
نہیں جب غیریت کا شائبہ بھی — تو بے ضد کے ظہور حق خفا ہے

قطعہ

نفس کی آمد و شد سے ہے ظاہر — کہ آتا ہر نفس پیک صبا ہے
اسی دم سے ہے قایم جملہ عالم — زباں میں بات اور نے میں صدا ہے
اسی دم سے بندھا ہے رشتہ زیست — جو وہ ٹوٹا طلسم جاں فنا ہے
جدھر دیکھو ادھر ہے کھیل دم کا — جو روکیں دم کو پھر حاصل بقا ہے
جہانتک ہو سکے کر حبس دم کو — کہ ہر درد و مرض کی یہ دوا ہے

خدا کا ذکر ہر سانس کے ساتھ کہ پاس انفاس ہی تو کیمیا ہے

جو حق حق کہتے کہتے عین حق ہو تو پھر دنیا و عقبیٰ کا مزا ہے

جو تو قطرہ ہے دریا میں سما جا حباب عصیاں یہ تیری زیست کیا ہے

کسی مرشد سے بیعت کر محبؔ جلد
کہ آساں راہ ہے جب رہنما ہے

جو روشن ہیں آنکھیں رخ یار سے تو ہم خواب میں بھی ہیں بیدار سے

وہ دل میں مرے رات دن ہیں مقیم جدائی نہیں مجھکو دلدار سے

نفی اور اثبات کس کا کریں نہیں بحث انکار و اقرار سے

نہ دیکھیں جو اس گل کو دم بھر کبھی نکل جائیں جنت کے گلزار سے

مسیحا ہوئے بھی تو کیا فائدہ نہ پوچھا کبھی حال بیمار سے

ہوا جب سے ہے عاشقی کا مرض چھٹے دین و دنیا کے آزار سے

الٹ پھیر کر شادی و غم کے دیکھ ہوا روز روشن شب تار سے

نہ ہو جنسیت گر تو صحبت سے کیا نہ گل کا ملا دل کبھی خار سے

وہ آئیگا کیا دیکھتے شوخ چشم چراتا ہے وہ آنکھ بیمار سے

ترے عشق میں دل جلا تن جلا ڈریں کیا جہنم کی اب نار سے

نہیں عاشقی حسن پر منحصر کہ لائے کوئی جا کے بازار سے

سنی قبل منصور موسیٰؑ نے خود انا الحق کی آواز اشجار سے

انا الحق کہے آدمی کیا عجب کہ وہ کم نہیں شاخ پرنار سے

انا الحق کی آتی ہے ہر دم صدا
مکیں سے محبؔ در سے دیوار سے

بروز حشر جب وہ آنے لگے عاشقوں کے حواس جانے لگے

ایک چکر تھا مرنے جینے کا — جب خودی مٹ گئی ٹھکانے لگے
قتل و خوں پر طبیعت آئی جب — ندیاں خون کی بہانے لگے
دلیں پانے لگے سرورِ وصال — ہم تصور کو جب جمانے لگے
دیکھا جذبِ دل کا آخر کار — ہم جو روٹھے تو وہ منانے لگے
سوچ کر بے ثباتیٔ دنیا — ہم لحد اپنی خود بنانے لگے
قابلیت جو ساتھ لائے تھے — لہو میں لعب میں گنوانے لگے
لیس الانسان الا ما سعی سنکر — قسمت اپنی ہم آزمانے لگے
بول اٹھے یہ پرانے قصے ہیں — حالِ دل جب انھیں سنانے لگے
ہنس کے بولے کہ کس کا تیر لگا — زخمِ دل جب انھیں دکھانے لگے
دل کی جانب لگے جو کرنے نظر — اپنے دل ہی میں ان کو پانے لگے
پردۂ غیریت جو دل سے اٹھا — اس میں دونوں جہاں سمانے لگے

قطعہ

وصلِ حق جب ہمیں نصیب ہوا — تو فرشتے بھی زہر کھانے لگے
واسجدوا آدم جو حق نے کہا — تو ملائک بھی خاک اڑانے لگے
ہم ہوئے دامِ حرص میں جو اسیر — پھر فلک سے ہمیں گرانے لگے
کہہ کے پھر لا الٰہ الا اللہ — اپنی بگڑی کو ہم بنانے لگے

جب ہوا عشقِ حق محبت ہم کو
عرش تک پھر تو آنے جانے لگے

صنم خانہ کو جا رے شیخ سر سے — خدا کو دیکھ لے اپنی نظر سے
ہوئی دیر تک نہ اس بت کی رسائی — نہ نکلا کام کچھ بھی بال و پر سے
سنا جب یہ کہ وہ خالی مکاں ہے — پھرے کعبے کی آخر رہگذر سے

وہاں کعبہ میں بھی تو ہے وہی سنگ — خدا کے گھر میں بت آیا کدھر سے
کہاں دیر و حرم سے جا سکیں گے — پہنچتے ہیں وہاں تو دل کے در سے
جو سمجھے معنیٔ اللہ معکم — وہی محفوظ ہیں خوف و خطر سے
ملے گر جان دیکر جانِ جاناں — نہیں کیا نفع افزوں تر ضرر سے
نقابِ نور میں ہے روئے جاناں — ہوا ثابت ہمیں شمس و قمر سے
ہوا ہے عشق سے آباد عالم — گل و گلزار ہیں داغِ جگر سے
نہیں والتین سے انجیر مقصود — اشارہ دل کی جانب ہے ثمر سے
خدا جڑ پیڑ عالم پھل ہے انساں — ہوا پھر بیج پھل سے پھل شجر سے
جو اول تھا وہی آخر میں آیا — یہ ثابت ہو چکا چشم و نظر سے
خدا انساں میں ہے انساں خدا میں — یہی ثابت ہے قرآں و خبر سے
وہ کافر ہے چھپائے بات جو یہ — صدا توحید کی دے بام و در سے
پتے کی بات گر کوئی نہ سمجھے — ہمیں کیا کام ایسے گاؤخر سے

حبیب کہنا ہو جو کچھ صاف کہہ دو
زباں روکو کسی کے تم نہ ڈر سے

بتوں نے جو بندہ بنایا مجھے — خدائی کا رستہ دکھایا مجھے
کیا اس نے جب آئینہ روبرو — جو صورت کو دیکھا تو پایا مجھے
ہوا شمع کو عشق کا جب جنوں — جلی خود بھی اور پھر جلایا مجھے
ہوا ادس کی صورت پہ جب میں فدا — الست کا قصہ سنایا مجھے
کھلی چشمِ دل جب سے اس یار نے — نظر کی جدھر رخ دکھایا مجھے
بھرا میں نے جب اسکی الفت کا دم — ہزاروں طرح آزمایا مجھے
جدائی سے تیری رہا مجھ میں کیا — غم و رنج نے خوب کھایا مجھے

کتابیں دھری کی دھری رہ گئیں — سبق عشق کا جب پڑھایا مجھے
جو کی بیعت مرشد معنوی — تو ذکر انا الحق سکھایا مجھے
میں اس بت کی الفت کے قرباں ہوں — کہ جس نے خدا سے ملایا مجھے
جو دریافت کی راہ حق شیخ سے — تو منزل کا رستہ بتایا مجھے

قطعہ

ترے وصل کی شوق نے بے وفا — ہزاروں برس تک پھرایا مجھے
میں کس کس کی تجھ سے شکایت کروں — فلک نے زمیں نے ستایا مجھے
رہ عشق پر میں بھی ثابت رہا — بہت وسوسوں نے ہٹایا مجھے
فنا اپنی ہستی سے جب میں ہوا — تو بندہ سے مولا بنایا مجھے

یہی ہے محب کی دعا رات دن
بنا بت کا بندہ خدایا مجھے

کیا خدا کا یہی حرم گھر ہے — شیخ بت بھی تو اسکے اندر ہے
بتکدہ جائیں کیوں نہ کعبہ سے — ہے وہاں بت یہاں تو پتھر ہے
جب سے دیکھا ہے روئے انور کو — آیت شمس مجکو ازبر ہے
گرد لس تے پھرا کیسے چوما — شیخ کعبہ کو جاکے بھی خر ہے
شکم مادر اور قعر لحد — آنے جانیکا ایک ہی در ہے
کس کو پائیگا عرش پر جاکر — وہ تو تیرے ہی دل کے اندر ہے

قطعہ

نہ کوئی خاص ہے مکاں اس کا — وہ نہ نیچے ہے اور نہ اوپر ہے
نہ کوئی خاص ہے جہت اسکی — بے مکاں بے نشاں بے در ہے
کر مقید نہ تو محل میں اسے — یہ تو واللہ کفر اکفر ہے

ہر مکاں اس کا ہر مکیں ہے وہ — وہی باہر وہی تو اندر ہے

اور اس کے سوا جہاں میں ہے کون — کوئی بتلائے دوسرا گر ہے

گر نہیں دوسرا تو پھر زاہد — ہے وہی خود مکیں وہی گھر ہے

خود زمیں خود زمانہ خود ہی فلک — شمس خود خود قمر خود اختر ہے

خود خدا اور خود خدائی ہے — ماسوا وہم و ظن کا چکر ہے

کیا مراتب کے پھیر میں آکر — سیدھے رستہ سے ہٹ کے باہر ہے

مبتلائے بلائے فرق ہیں سب — اک موحد ہی اس سے بچکر ہے

جمع کر تو محب جہاں تک ہو

فرق سے افتراق دلبر ہے

حرم میں دیر و کعبہ میں کہاں ہے — جو ڈھونڈا یار کو دل میں نہاں ہے

اسی کا گھر مکان و لامکاں ہے — جہاں دیکھو وہ ہر جائی وہاں ہے

مقید دیر و کعبہ میں کہاں ہے — اسی کا رخ جدھر دیکھو عیاں ہے

ہوئی معلوم جنت کی حقیقت — ترا کوچہ ہی گلزار جناں ہے

صفات ذات میں خود پردۂ ذات — کہ اندر آگ ہے اوپر دھواں ہے

مسمی وہ ہے اور اسما ہیں بیحد — اسی کا نام لیتی ہر زباں ہے

وہی توحید اجمالی ہے نکتہ — کہ عالم جس کا تفصیلی بیاں ہے

اسی کا رنگ اسی کی بو ہے گل میں — عیاں ہے اور عیاں میں بھی نہاں ہے

فدا ہیں بلبلیں گل شاد ہر جا — تجلی جمالی بوستاں ہے

چمن ویراں نہ گل ہے اور نہ بلبل — جلالی شان کیا باد خزاں ہے

لگانا سینچنا اور توڑنا پھر — یہی ذرات شان باغباں ہے

جو دم بھرتا ہے تیری عاشقی کا — تو پیری میں بھی وہ بوڑھا جواں ہے

ہوا غالب جو عقل و روح پر نفس — جو آنکھیں پھیر تو نیم جان ہے

بچھا کیا صید گاہ دہر میں کول — کہ اسکے ہاتھ میں تیر و کماں ہے

اسے مارا اسے باندھا کیا قتل — یہ ظالم سے تیری نالاں جہاں ہے

ذرا انکو ادھر اللہ کو دیکھے — کہ خود ہی چور ہے خود پاسبان ہے

کبھی دار القضا میں ہے قاضی — کبھی مجرم ہے وہ خود مہرباں ہے

عجب اس کی عیاں عیاریاں ہیں

چھپا اسیر ہے کہ معشوق جہاں ہے

شان اللہ کیا حسین میں ہے — تابش مہر سر جبیں میں ہے

جو مزا عشق سر جبیں میں ہے — وہ کہاں لطف حور عین میں ہے

مرکز جملہ کائنات ہے دل — نام تیرا ہی اس نگیں میں ہے

بت کدہ جا کے کیوں نہ بت پوجیں — شان معبود اس مکیں میں ہے

راز کر لا الٰہ الا اللہ — راز سربستہ ہاں نہیں میں ہے

آنکھیں ملتے ہی دل ہوا غائب — سحر کیا چشم سرمگیں میں ہے

ساتوں عالم کو خوب جب چھانا — تب یقیں آیا وہ ہمیں میں ہے

دیکھ سالک خدا کے مکر سے ڈر — ہر قدم راہزن کمیں میں ہے

نفس بد کا اثر معاذ اللہ — مار یہ تیری آستیں میں ہے

عرش پر تو ہے وہم کا پتلا — حق تو یہ ہے کہ حق ہمیں میں ہے

نیستی سے مراد ہے ہستی — تیرا اثبات ہر نہیں میں ہے

دیکھ آنکھوں سے اپنی وجہ اللہ — فلسفی کیا چنان چنیں میں ہے

ایک شرارہ ہے آفتاب حشر — وہ اثر آہ آتشیں میں ہے

آہو چشماں ہند میں ہے جو بات — وہ کہاں چشم حور عین میں ہے

سارے عالم کی آفت اور بلا — غضب و شہوت اور کیں میں ہے

وہ محب کب ہے نعمتوں میں مزا
جو محبت کی انگبیں میں ہے

وہ بسا جب سے میرے من میں ہے — کیا خوشی دل میں جان و تن میں ہے
دیکھنا دل میں دونوں عالم کا — سالکوں کا سفر وطن میں ہے
لذت ذکر پوچھتا ہے کیا — ذائقہ تا ابد دہن میں ہے
کچھ عجب جا لمداز ہے دنیا — جسکو دیکھو غم و محن میں ہے
ادھر آئی بہار ادھر کو خزاں — آمد و شد عجب چمن میں ہے
مرتے ہی روح تن سے ہے بیزار — سانپ کی کیچلی اک کفن میں ہے
پھول خود رو کھلے مگر افسوس — دیکھنے والا کون بن میں ہے
ہڈیاں کوہ ندیاں ہیں رگیں — ہے جو عالم میں تیرے تن میں ہے
آپ پروانے آکے گرتے ہیں — شمع روشن جو انجمن میں ہے
غالب آجائے اصل فطرت پر — زور کیا عادت کہن میں ہے
مال و زر اور علم و فن میں نہیں — عزت و آبرو چلن میں ہے
سب ہوا ہے کسب خلق حسن — ساری تہذیب پیرہن میں ہے
عمل نیک کر کہ کام آئے — جان جبتک تری بدن میں ہے
جو مری طبع میں ہے مشک نہاں — وہ کہاں آہوئے ختن میں ہے
سوزش عشق پوچھتا کیا ہے — کچھ عجب لطف اس جلن میں ہے
دیکھ کر بت خدا ہی یاد آیا — کیا ادا اسکی بانکپن میں ہے

عاشقی ہے محب جنون مگر
عقل کل اس دیوانے پن میں ہے

تمت

صحت نامہ

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
تجبس	تحمل	۳	۱۲	خرمن	خرس	۵۲	۱۵
نام فہم	نافہم	۱۳	۷	کورے	کوری	۵۳	۲۱
مجھ کو	تجھکو	۱۹	۱۴	پ	پہ	۵۶	۲۱
مورث دریخ	مورث ریخ	۲۳	۸	روسی	.	۵۸	۱۹
بعیر	بغیر	۲۶	۳۰	خفا	جفا	۶۵	۱۴
سوخار	سوفار	۲۸	۶	نیار نذر	نیاز و نذر	۶۸	۹
یہں	ہیں	۲۸	۲۰	بتاتا	بناتا	۶۸	۱۵
تو	نو	۲۹	۱۴	ہے کتہ	کینہ ہے	۷۴	۳
ابھی	کبھی	۲۹	۱۵	دولت و وصال	دولت وصال	۷۶	۱
ذروہ	ذرہ	۳۱	۹	زال دو دنیا	زال دنیا	۷۶	۲۱
خوبی نار	خوبی وناز	۳۳	۸	دیوانہ	دوانہ	״	״
آپ ہی	حافظ	۳۹	۱	پشت	فعتول	۷۷	۲
جبرئیل رسائی	جبرئیل سے رسائی	۴۳	۶	زح	زچ	۷۹	۱۴
والسجدو اوا آدم	وا اسجدو اادم	۴۸	۱۹	چھوڑکے	چھوڑتے	״	۱۵
دردسر	در	۵۰	۹	سب	سب پہ	۸۰	۸
ظاہر	طاہر	۵۱	۱۸	ابرو دوسرخ	ابرو دو سرخ	۸۱	۱
زمین وجسم	زمین جسم	۵۱	۲۰	عرق	آب	״	۱۶

سفسر	سقر	۹۲	۱۹
پرواننے	دامنے	۹۴	۸
چھو	جی	۹۶	۱۹
نوار	فولاد	۱۰۸	۸
پرستش	پرسش	۱۱۰	۲۰
دھن	دل	۱۱۲	۲۰
ستانیکے	سنانے کے	۱۱۳	۹
سیر	تیرے	"	۱۲
ہم	تیم	۱۱۶	۵
دعا	تمنا	۱۱۷	۱۹
سرفراز	سرفراز	۱۲۷	۹
خال	تقال	۱۳۰	۱۹
تہین	ہین	۱۳۱	۵
جہان	کہان	۱۳۸	۳۰
کرن	کن	۱۴۱	۱۳
وانباس	والناس	۱۵۰	۱۴
ہے	ہنے	۱۵۱	۱
ظہور	طہور	۱۵۲	۵
میسر	مینر	۱۶۱	۱۰

تقو	تقو	۱۶۲	۹
[illegible]	ہین ہین یہ حور	۱۶۵	۲۱
ستر	ستہ	۱۶۶	۳
تیر	تیرے	"	۱۱
ڈھلے	ڈھیے	۱۶۸	۹
ہو	ہون	"	۱۹
تلب	.	۱۷۰	۱۹
صلوٰۃ وصوم	صلوات وصوم	۱۸۴	۱۰
ن	بن	۱۸۵	۹
آئیتوں	آئینوں	۱۸۸	۵
مزاحسم	مزاحسم	۱۹۳	۱۰